خوشبو شناسائی کی

رفاقت جاوید

WWW.PAKISTANIPOINT.COM
PP
پاکستانی پوائنٹ

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

خوشبو شناسائی کی

خوشبو شناسائی کی

رفاقت جاوید

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37652546, 37668958

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

جملہ حقوق محفوظ ہیں

باراوّل 2013ء

مطبع ..... نیئر اسد پریس لاہور

کمپوزنگ ..... القریش گرافکس

قیمت ..... -/300روپے

انتساب

پروین شاکر کی شاعری کی مشعل کو برقرار رکھنے
اور خوشبو کو بکو پھیلانے کی انتھک کاوش اور
وفائے عہد نبھانے کے بے لوث جذبے پر
پیاری آپا پروین قادر آغا
کے نام.....!

پیش لفظ

''خوشبو شناسائی کی'' ایسا ناول ہے جو ہمارے معاشرے کے گھٹن زدہ ماحول کے فرسودہ اصولوں کی عکاسی کرتا ہے۔ جہاں صنفِ نازک کے معصوم اور کانچ کے مانند نزاکت سے بھرپور احساسات و جذبات کو بے رحمی سے نظرانداز کرتے ہوئے اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے کو اپنا حق اور فخر سمجھا جاتا ہے جس کے نتیجے میں ایک وفا کی پُتلی، ایثار کی دیوی، محبتوں اور چاہتوں کے مرغزاروں کی باسی اپنی ذات کی پہچان اور شناخت کے باوجود بے نشان و بے زبان بن کر اپنی زندگی کے دنوں کو گن گن کر گزارنے پر مجبور کر دی جاتی ہے۔ آخر حالات کے دھارے میں بہتی ہوئی وہ یہ درس بہت جلد ہی سیکھ لیتی ہے کہ اسے اپنی زندگی کے ہر پل پر مکمل اختیار اور بھروسہ اس کے حقوق کے زمرے میں آتا ہے۔ ہمت و حوصلے کو مستحکم کئے وہ منہ زور وقت کو اپنی گرفت میں مقید کرنے کے تمام گُر استعمال کرتے ہوئے اس انمول تحفے کی قبولیت، قدر دانی اور شکرانہ ادا کرانے کو اپنے فرائض میں شامل کرنے کو اوّلیت دیتے ہوئے سب کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہے۔

یہ سچی سرگزشت ہے اُس خاندان کی، جو اپنی روایات و رسومات میں اس حد تک جکڑا ہوا ہے کہ اپنی لاڈلی، ناز و نعم میں پروان چڑھی ہوئی بیٹی اور بہن کی زندگی کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے گوشۂ دل میں ہلکی سی نرماہٹ و لگاوٹ محسوس کرنے سے قاصر رہے۔ ایسے لوگوں سے پرائے خاندان سے لائی ہوئی لڑکی کو عزت و تکریم کی مسند پر بٹھانے کی توقع سراسر نادانی ہوگی۔ کیونکہ جو بے حس خاندان اپنے خون سے انصاف نہ کر سکے، بھلا وہ پرائے خون کا ہمدرد اور محافظ کیسے بن سکتا ہے؟

عورت کی نافہمی اور عاقبت نااندیشی کا توڑ ہمیں صرف اور صرف رب العزت کی

کتاب سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اپنے حقوق سے آشنائی اور ان کے حصول کی خاطر آواز بلند کرنے کی قوت فقط اسی کے سہارے کی مرہونِ منت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم سے وعدہ ہے کہ سوچ و بچار اور غور و خوض کرنے والوں پر وہ اپنی رحمتوں اور فضل و کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ کنجی ہمارے ہاتھ میں سونپ کر وہ تماشائی بن گیا اور ہم قفل کھولنا فراموش کر بیٹھے۔

میں قارئین سے عرض کرتی ہوں کہ اپنی رائے سے مطلع کرنا مت بھولیے گا۔

میں القریش پبلی کیشنز کی تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے ادب کی دنیا میں مجھے متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کی۔

رفاقت جاوید

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم
(پاک ہے اللہ اور اسی کی تعریف ہے۔ پاک اللہ بہت بڑا ہے)

شاہ جی نے کمبل میں لپٹی ہوئی تین دن کی بے حس و نیم جان بیٹی کو بلکتی، تڑپتی ہوئی ماں کی گود سے اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔ میاں ارشد وکیل، صوفے پر بیٹھے شاہ جی کے منتظر تھے۔ انہیں دیکھ کر عقیدت و احترام سے کھڑے ہو گئے۔ شاہ جی نے بیٹی ان کے پھیلائے ہوئے ہاتھوں میں دے کر تشکرانہ انداز میں کہا۔

''ارشد! تم نے تو بھائی بندی کی لاج رکھ لی۔ تم نے خونی رشتوں سے بڑھ کر دوستی کے رشتے کی پاسداری کی مثال قائم کر دی۔ آج سے تمہارا اور میرا دودھ کا اٹوٹ بندھن بھی قائم ہو گیا۔ میری بچی کو زندگی مل جائے، یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔''

''شاہ جی! یہی مین وجہ ہے کہ میں ڈلیوری ہاسپٹل میں ہی کرانے کے حق میں ہوں۔ کم از کم ڈاکٹرز ایسی کمپلی کیشنز سے خود ہی نبرد آزما ہو کر ہمیں رزلٹ درست دے دیتے ہیں۔'' وہ ذرا جھجکتے ہوئے بولے۔

''بھئی سمجھا کرو۔ ہمارے جو طور طریقے صدیوں سے چلے آ رہے ہیں، ان میں رتی بھر تبدیلی آئی ہے، نہ ہی آئے گی۔ دیکھو! میرا ایمان ہے کہ اگر زندگی ہے تو اسے کوئی لے نہیں سکتا۔ اگر بازی ہار گئے ہیں تو ڈاکٹر کی کیا مجال کہ ہار کو جیت میں بدل ڈالے۔ اگر اس مُنی کی سلامتی ہے تو تم رحمت کا فرشتہ بن کر پہنچ گئے ہو۔ اس میں تمہارا اور میرا کمال نہیں ہے، اوپر والے کی ذات کی شان ہے، جس نے تمہارے دل میں محبت و نرمی ڈال دی۔'' شاہ جی عقیدت بھرے لہجے میں بولے تو ارشد مسکرا کر رہ گئے۔ مزید کسی قسم کی قیل و قال میں پڑنا انہیں شاہ جی کی شان میں گستاخی معلوم ہوا کرتی

تھی۔ دبے لفظوں میں اپنا مدعا سمجھانے کی کوشش کو ہی کافی سمجھ لیا کرتے تھے۔

''اس کی ماں تو رو رو کر نڈھال ہو گئی ہے۔ کچی نظر ہے۔ مجھے تو خدشہ ہے، اندھی ہی نہ ہو جائے بے چاری۔ اولاد بھی کیا شے ہے؟'' شاہ جی لمبی آہ بھر کر بولے۔

''سردی گرمی، دُکھ سُکھ، خوشی غمی، ہر رشتہ اس کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔ وہ والدین کتنے خوش قسمت ہیں جنہیں اولاد کندھا دیتی ہے۔''

میاں ارشد نے اثبات میں سر ہلا دیا اور مُنی جویریہ کو سینے سے لگا کر باہر نکل گئے۔

''فرحت! تمہاری گود کو آباد تو کرن نے کر ہی ڈالا تھا، اس میں رنگ بھرنے جویریہ بھی آ گئی۔ میں اس اَدھ موئی معصوم کو لے آیا ہوں، تم سے مشورہ کئے بغیر۔ مجھ سے شاہ جی کی پریشانی اور بی بی جی کا رونا دھونا دیکھا نہیں گیا۔ دودھ پلانے کے لئے اس کی آیا رضامند تو ہو گئی تھی، مگر شاہ جی نے مناسب نہیں سمجھا۔ تم اچھی طرح سے واقف ہو، اس فیملی کے ایشوز اور کمپلیکسز سے۔ بھلا شاہ جی کسی نیچ کمین خاندان کا دودھ اس نسل میں شامل کیونکر ہونے دیں گے؟ میں نے ان کی تڑپ دیکھ کر ایک بچپن کے دوست اور پڑوسی بھائی ہونے کے ناتے جویریہ کو کرن کے ساتھ ہی دودھ پلانے کی پیش کش کی تو انہوں نے لمحہ بھر بھی نہ سوچا۔ فوراً جویریہ کو اٹھا لائے۔ تم نے مائنڈ تو نہیں کیا کہ کرن کی حصے دار کہاں سے نازل ہو گئی ہے، تمہاری پرمیشن کے بغیر؟'' ارشد وکیل نہایت عاجزی و نرمی سے کہہ رہے تھے۔

''آپ نے تو بہت بڑی نیکی کی ہے ارشد! ایک معصوم کی جان بچ گئی۔ اب اس کی ماں کا دودھ نہیں اُترا۔ اوپر کا دودھ بھی اس کا پیٹ قبول نہیں کر رہا۔ ڈاکٹر سے رابطہ کرنے کے بجائے گھریلو ٹوٹکوں کو اہمیت دی جا رہی ہے۔ حد ہے جہالت کی۔ اس بے چاری کا کیا قصور اس تمام کارروائی میں کہ یہ بھوکی پیاسی ہی اللہ کو پیاری ہو جائے۔ دیکھیں تو کتنی خوب صورت ہے۔ گلاب کی پنکھڑی ہی تو لگ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو لمبی اور بامقصد زندگی بخشے۔ آمین!'' فرحت نے اسے گود میں لے لیا اور بسم اللہ پڑھ کر دودھ پلانے لگی۔

''یہ دیکھیں اس چلاکو کا حال۔ کیسے غٹاغٹ پینے لگی ہے۔ ساری ضد یہی تھی۔ دیکھئے گا، چند گھنٹوں میں آنکھیں بھی کھل جائیں گی، ہاتھ پاؤں میں بھی حرکت آ جائے

گی۔'' فرحت نے مسرت آگیں لہجے میں کہا۔

''بیگم! ہم اولاد کو ترستے تھے۔ ماشاء اللہ! ایک چھوڑ دو بیٹیوں کو پالنے پوسنے کا موقع مل گیا۔ تم نے تو جنت میں ایک خوب صورت محل کی بکنگ کرا لی ہے۔ بہت لکی ہو۔ پکی پکی جنتی ہو تم۔ وہاں مجھے یاد رکھنا جی۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولے۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ لیکن اس کارِ خیر میں آپ کا نام سرِ فہرست آتا ہے۔'' فرحت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویسے یہ کرن کی بہن ہی تو کہلائے گی۔ ہمارے مرشد صاحب کی بیٹی، ہماری کرن کی بہن۔ واہ، واہ!'' وہ احتراماً بولے۔

''آپ کچھ زیادہ ہی پھیل رہے ہیں۔ وہ ہمیں ہمیشہ کے لئے دینے سے تو رہے۔ یہ لاڈلی تو بی بی جی کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہو گی۔ دیکھئے گا تو سہی، یہ مُنی سی چڑیا ہمارے آنگن میں بس دانہ چگنے آیا کرے گی۔ بھوک مٹی اور پھر سے اُڑ گئی۔'' وہ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

''تم صحیح کہہ رہی ہو۔ اپنی اولاد دوسروں کو نہ تو تحفے میں دی جاتی ہے، نہ ہی مجبوراً سونپی جاتی ہے۔ اس کا تمہاری آغوش میں آ جانا معجزے سے کم نہیں۔ والدین نے اس کی زندگی کے حصول کی خاطر ہمیں عظیم شرف سے نوازا ہے۔'' ارشد حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات میں بولے۔ ''باقی شیخ چلی کے پلانز اور ڈریمز بعد میں ڈسکس کر لیں گے۔ فی الحال دعا گو ہونا چاہئے کہ سیّد زادی نخرے والی کو تمہارا دودھ پسند آ جائے۔''

''وہ تو پسند آ گیا ہے جی۔'' فرحت نے خود اعتمادی سے کہا اور دونوں نے قہقہہ لگایا تو کرن نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھر بے نیازی سے بند کر کے میٹھی اور بے فکری کی نیند سو گئی۔

جویریہ دودھ پیتے ہوئے پسینے میں بھیگ گئی تھی مگر کوشش جاری تھی۔ آخر پیٹ کی بھوک اور پیاس مٹانے کی تگ و دو میں اہم کردار جویریہ ہی کا تو تھا۔ باقی تو حیلے اور وسیلے تھے۔

❀❀❀

وسیع و عریض حویلی کے مکینوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ شہر کا بیرونی حصہ اتنے بڑے شہر کا پوش ایریا کہلانے لگے گا۔ گرد و پیش ماڈرن طرز کے بنگلے اور ان کے درمیان سال خوردہ حویلی اپنی شان و شوکت اور جاہ و جلال کی مثال تھی۔ شاہ جی نے پڑدادا کو یہ زمین کسی عقیدت مند مرید نے تحفے میں دی تھی۔ ان کی زندگی میں ہی اس کی تعمیر شروع ہو چکی تھی۔ جب وہ اس دارِ فانی سے چل بسے تو مریدوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسی نامکمل حویلی کے پچھلے احاطے میں انہیں سپردِ خاک کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے چاہنے والوں نے وہاں ایک مزار کھڑا کر دیا۔ اندرون شہر کی تنگ گلیوں میں رہنے والا یہ خاندان حویلی کے مکمل ہوتے ہی یہاں سے شفٹ ہو گیا اور آزاد فضا میں خوشحالی اور اُن کی پُرسکون زندگی اپنے تناسب سے گزرنے لگی۔

جب مقیم شاہ اس دنیا میں تشریف لائے تو ان کی آمد کی خوشی میں دربار پر چالیس دن تک لنگر کھلا رہا۔ ہر شام قوالی اور ہر صبح میلاد کی محفل سجتی رہی۔ دادا نے اپنی زندگی میں ہی بڑے شاہ جی مقیم شاہ کے والد صاحب تھے، انہیں دستار بندی کی رسم کے بعد گدی نشینی کی تمام تر ذمہ داریاں سونپ دیں اور خود دن رات تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی کھوج میں مصروف ہو گئے۔ سات بھائیوں کا یہ خاندان ایک ہی حویلی میں آباد تھا۔ تمام بچوں کو دینی تعلیم کے علاوہ اپنے رسم و رواج اور خاندانی قواعد و ضوابط اور قانون و اصولوں تک ہی محدود رکھا گیا تھا۔

اس علاقے میں ویسے بھی دُور دُور تک اسکول کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ہسپتال کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا جس کی کمی اس خاندان کے کسی فرد نے محسوس نہ کی تھی۔

جب یہ علاقہ کالونی کی صورت اپنانے لگا تو حویلی کے دائیں طرف میاں ارشد کے والد صاحب نے اندرون شہر کے محلے کو خیر باد کہہ کر سستے داموں چار کنال کا پلاٹ خریدا اور جدید طرز کا بنگلہ تعمیر کر کے یہاں کے رہائشی بن گئے۔ تمام سکول اور کالج، سڑکیں بہترین ہونے کی وجہ سے بہت نزدیک معلوم ہونے لگے۔ مگر سیّد خاندان کے لوگوں نے اپنی نئی جنریشن کے لئے پھر بھی تعلیم کو اہمیت نہ دی۔ جبکہ میاں ارشد کی فیملی کی سوچ بالکل ہی مختلف تھی۔ پڑوسی کا شرف حاصل ہونے کی وجہ سے ان کی دوستی کی مثالیں دی جاتیں۔ بہن بھائیوں جیسا پیار اور بے پناہ خلوص اور حد درجے کی عقیدت

مندی تھی۔ زندگی میں درپیش آنے والے مسائل مل جل کر حل کئے جاتے تھے۔ خیالات کے امتزاج کے باوجود ارشد کی فیملی تعلیم یافتہ اور وقت کی تمام ریکوائرمنٹس کے مطابق بن کر اُبھری جبکہ اس سیّد خاندان کا ہر فرد جاہل اور اَن پڑھ رہ کر دنیا کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا تھا جس کا انہیں کبھی احساس ہوا تھا، نہ ہی اس دنیاوی کمپی ٹیشن میں حصہ لینے کی تمنا کی تھی۔ ان کے لئے اپنی زندگی کو آباؤ اجداد کے نقش قدم پر رواں دواں رکھنے کو خاص الخاص سمجھا جاتا تھا۔

میاں ارشد جو سب کے لئے وکیل چاچا تھے، شاہ جی سے سال بھر چھوٹے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کی شادی بھی لیٹ ہی ہوئی۔ تب تک شاہ جی دو بیٹوں کے باپ بن چکے تھے۔ جب جویریہ، پیٹ کھرچن دائیوں کی نگہداشت میں پیدا ہوئی تو میاں ارشد کی پہلوٹھی کی بیٹی، کرن ہسپتال میں تشریف لائی۔ دونوں کے نام بھی بی بی جی نے ہی رکھے تھے۔ تب سے یہ دونوں بچیاں یک جان دو قالب تھیں۔ کیونکہ جویریہ نے کرن کے دودھ کو جو شیئر کیا تھا۔ حویلی کے آس پاس پرانے بزرگوں کے مانند بڑے بڑے درختوں پر بچوں کے جھولے ہر وقت عید کا سماں پیش کرتے رہتے تھے۔ آگے پیچھے سفید چنبیلی کی بیلیں اور موتیے اور دیسی گلاب کی معطر خوشبو اور ہوا کے جھونکوں کے ساتھ مزار سے آنے والی اگربتیوں کی مہک اور ان گنت پرندوں کے چہچہانے کی مسحور کن آوازوں کے سنگ کرن بھی بڑی ہو رہی تھی۔ دونوں گھروں کے عقبی احاطے میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو دونوں گھروں کی خواتین کی آمدورفت کی آسانی کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ کرن اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے ہر وقت حویلی میں موجود نظر آیا کرتی تھی۔

جب کرن کی اسکولنگ اسٹارٹ ہوئی تو میاں ارشد کے اصرار پر جویریہ کا بھی مونٹی سری میں ایڈمیشن کرا دیا گیا۔ شاہ جی کا خیال تھا کہ ابھی چھوٹی ہے، دو چار سالوں بعد واپس گھر ہی بیٹھے گی اور پھر سسرال سدھار جائے گی تو میاں ارشد کی بات کا پاس رکھ ہی لیا جائے۔ کیونکہ ان کے تعلقات کو پیش نظر رکھتے ہوئے وقت کا یہی تقاضا تھا۔ لحاظ اور رکھ رکھاؤ تو تھا ہی، ایک دوسرے سے اٹیچ منٹ بھی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ جویریہ، خاندان بھر کی تمام لڑکیوں سے بالکل مختلف طریقے سے

پروان چڑھنے لگی تھی۔ اس کی چال ڈھال میں فرق تھا۔ اس کی گفتگو میں جہاں بھر کی ملائمت اور چاشنی تھی۔ کئی بار شاہ جی فکر کا اظہار کرتے مگر بی بی جی، ایشو نہ بننے دیتیں۔ پیار سے سمجھا کر ٹھنڈا کر دیتیں۔

جب حویلی کی تمام بچیاں گُڈی گُڈے کی شادی رچاتیں تو جویریہ، ماں کے پاس بیٹھی کہانیاں سنتی یا اپنی رائٹنگ درست کیا کرتی تھی۔ اور بی بی جی اس کے اس شوق پر واری صدقے جاتی نہ تھکتی تھیں۔

مرتضیٰ کی اس کے ساتھ بچپن سے ہی گہری دوستی تھی۔ جبکہ مصطفیٰ دونوں کو گھاس تک نہ ڈالتا۔ ہر وقت ان کی پٹائی بھی کرتا اور پھر تی سے شکایت لگا کر ڈانٹ ڈپٹ بھی کرواتا۔ اور اس خوشی میں مزار سے پیسے اٹھا کر حویلی کے تمام بچوں میں تقسیم کر کے خود کو گدی نشین کہہ کر سب کے تن بدن میں آگ بھی لگاتا۔ جبکہ مرتضیٰ، جویریہ کے ساتھ بیٹھا ڈرائنگ کرتا اور نظمیں یاد کیا کرتا تھا۔

❀❀❀

''جوہی! موسم بھی حسین، دل بھی جواں اور اس میں پھوٹنے والی لاتعداد اُمنگیں بھی بھرپور شباب لئے ہوئے ہیں۔'' کرن نے ٹی وی دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ ذرا ہوش و حواس میں آ جاؤ۔ کیا بکواس کر رہی ہو؟ یہ سب اس ٹی وی کی مہربانی ہے۔'' جوہی نے چونک کر اس کے شگفتہ چہرے کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

''تم بے وقوف ہی ٹھہری۔ کیسی غلیظ سوچ ہے تمہاری۔'' وہ قہقہہ لگا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''مطلب یہ کہ میٹرک تو سر کر ہی لیا۔ اب ہمیں دل میں تلاطم خیز موجوں کی شوریدگی پر کان لگا کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آگے پری انجینئرنگ کے سبجیکٹس رکھے جائیں یا پری میڈیکل کے۔''

''سمپل سی بات کو سمپل طریقے سے ادا کرو۔ یہ کیا بے ہودگی ہے کہ موسم بھی حسین، دل بھی جوان..... یار! تم بھی نری چپڑ ہو۔ ذرا اپنی عمر دیکھو اور شرم سے ڈوب مرو۔'' جوہی مذاق اُڑاتے ہوئے بولی۔

''یہ جو ٹاپر ہوتے ہیں نا، خدا کی قسم بڑے ہی بور ہوتے ہیں۔ ذومعنی بات تو س
سے گزر جاتی ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ کل کنگ ایڈورڈ کا دورہ کیا جائے۔ مونا نے ک
ہے اگر کالج اور وہاں کا ماحول دل کو بھا گیا تو ڈاکٹر بننے کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہ
جائے گا۔ یعنی تمہارے لئے اور میرے لئے۔'' چہرے پر مسرت رقصاں تھی، لہجہ نہایت
خوشگوار تھا۔

''یہ تم سوچ سکتی ہو کرن! میری ایسی بساط کہاں؟ کون سنے گا میری؟ میٹرک کرل
ہے۔ یوں سمجھو، قلعہ فتح کرلیا ہے۔'' جوہی آہ بھر کر بولی۔

''یار! شاہ جی کو منانا میرا کام ہے۔ بس کل صبح تیار رہنا تاکہ وقت پر فیصلہ کر کے
نئی کلاس میں ایڈمیشن لیا جائے۔'' وہ خوشیوں کے جھولے جھول رہی تھی۔ مگر جوہی
اُداس تھی، خاموش تھی اور ہمیشہ کی طرح معصوم اور بے ضرر لگ رہی تھی۔

اس کی نوخیز جوانی اور کھلتا ہوا حُسن اور نکھری ہوئی رنگت دن بہ دن قیامت کی
طرف گامزن ہو چکی تھی۔ مگر طبیعت میں کوئی ہلچل پیدا نہ ہوئی تھی۔ وہی ٹھہراؤ اور دھیم
پن۔ وہی کم گوئی اور سچا پن۔ کچھ بھی تو نہ بدلا تھا۔

دوسری صبح اُمیدوں کی کرنوں کے ساتھ طلوع ہوئی تھی۔ دونوں تیار ہو کر ڈرائیور
کے ساتھ کالج رخصت ہو گئیں۔ آج بھی جوہی نے شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ دوپٹے
نے چہرے کے گرد ایسا پُرنور ہالہ کھینچ رکھا تھا کہ وہ معصومیت اور حُسن و جمال کا مجسمہ
لگ رہی تھی۔

کرن حسبِ معمول جینز اور لمبے کُرتے میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ بالوں کا
بوب کٹ اسٹائل اسے بہت سوٹ کرتا تھا۔ دوپٹہ سرے سے غائب تھا جبکہ وہ حویلی
میں کبھی بھی ایسی حالت میں نہ جاتی تھی۔ ہمیشہ خود کو دوپٹے میں لپیٹا ہوتا تھا تاکہ کسی کو
جوہی سے دوستی پر اعتراض نہ ہو۔ اور پھر وہ شاہ جی کو ناراض بھی تو نہ کر سکتی تھی۔ بی بی
جی کو سب کے سامنے شرمندہ ہوتے دیکھ بھی تو نہ سکتی تھی۔

گاڑی گیٹ سے اندر پارکنگ میں جا رُکی۔ کرن اُچھلتی ہوئی ایسے باہر نکلی جیسے
ایڈمیشن کے بعد آج کالج میں پہلا دن ہو۔ جوہی اسے دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی۔ کالج
اولڈ آرکیٹکچر کی منہ بولتی مثال تھا۔ وسیع برآمدے، راہ داریاں اور کشادہ ہال، معماروں

کی ذہانت و فطانت اور حُسنِ ذوق کی غمازی کر رہے تھے۔ مونا کا حال ہی میں یہاں ایڈمیشن ہوا تھا۔ وہ انہیں ریسیو کرنے کالج کے اندرونی گیٹ کے پورچ میں کھڑی تھی۔ انہیں دیکھ کر کبرو پندار سے گردن اکڑائے ان کے پاس آ کر بولی۔

''ویلکم..... چلو، اب میں تم دونوں کو اپنے کالج کا ہر کونا دکھاتی ہوں۔ گھر پہنچنے تک فیصلہ ہو چکا ہوگا کہ آپ دونوں کیا بننا چاہتی ہیں۔''

''میں نے آتے ہی فیصلہ کر لیا ہے۔ اب مسئلہ جوہی کا ہے۔'' کرن ہنستے ہوئے خوشگوار لہجے میں بولی۔

جوہی نے مسکرا کر دونوں کی طرف دیکھا اور آنکھوں میں مایوسی کے بادل اُتر آئے۔ دل میں ہوک سی اُٹھی۔ میں ایسی خوش نصیب کہاں؟

کالج کے کلاس رومز، لائبریری، لیبارٹریز غرضیکہ ہر جگہ کا وزٹ کرنے کے بعد دونوں امپریس ہوتی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئیں۔

''کیسا لگا؟'' کرن نے آنکھ مار کر خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ایک حسین خواب۔'' جوہی نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ایسا خواب جو گہری نیند میں آ جائے تو نیند بھی بھاگ جائے۔ کرن! کیا میں اس خواب کی تعبیر پا سکوں گی؟''

''ہمت اور حوصلہ، پھر ضد اور ہٹ دھرمی، پھر دھمکیاں اور تڑیاں، پھر کامرانی و شادمانی۔ بے وقوف! کچھ سمجھی کہ نہیں؟'' کرن چہکتی ہوئی بولی۔

''ہاں سمجھی۔ مگر خوش فہمیوں کی دنیا سے نکل آؤ۔ کیونکہ میں والدین کے سامنے نہ تو زیادہ دیر ضد کر سکتی ہوں نہ خودکشی کی دھمکیاں دے کر انہیں پریشان سکتی ہوں۔ یہ سب کچھ کرنے کے لئے بہت بڑا دل چاہئے، جو ہمت اور حوصلے سے لبریز ہو۔ افسوس کہ میں ایسے دل سے محروم ہوں۔'' جوہی حسرت سے بولی۔

''اچھا..... تو مجھے کچھ کرنا پڑے گا۔ تمہارے لئے اور اپنے لئے۔'' کرن تسلی دینے کے انداز میں بولی۔

''انشاء اللہ! تم بھی میرے ساتھ ڈاکٹر بنو گی۔ بس میری مانتی چلو۔ دیکھنا تمام حالات تمہاری خواہش کے مطابق ڈھل جائیں گے۔ ذرا دوسروں کی خوشیوں کی پروا کرنا چھوڑ دو۔ جہاں اپنی زندگی سوالی بن کر تمہارے سامنے دامن پھیلائے بھیک

مانگ رہی ہو، مسرتوں اور راحتوں کی تو وہاں خود غرضی تمہارا فرض بن جاتا ہے۔ کیونکہ تمہاری سوچ اور خیالات کی آزادی تمہارا حق ہے جوہی! بولو، کچھ سمجھی ہو کہ تفصیلاً بتاؤں؟..... بہت ڈل ہو۔ نہ جانے ٹاپ کیسے کر جاتی ہو؟''

''یار سمجھ گئی ہوں۔ کبھی کبھار تمہاری باتوں سے بہت خوف زدہ ہو جاتی ہوں۔'' جوہی سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

''مثلاً کیسی باتیں؟'' کرن حیرت سے بولی۔

''یہی انتہا پسندی اور شر انگیزی شاید تمہیں سوٹ کرتی ہو۔ مگر مجھے تو ہرگز نہیں۔ ہمارے خاندانی ڈھانچے کو تو جانتی ہو نا؟'' جوہی سنجیدگی سے بولی۔

''اس لئے تو کہہ رہی ہوں کہ کالج میں داخلہ لینا تمہارے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ لیکن ہم جوئے شیر کی کھوج لگا کر اسے حاصل کر کے چھوڑیں گے۔'' کرن مستحکم لہجے میں بولی۔

''کرن! کھوج لگانے کے لئے تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ نہ جانے کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ نیندیں حرام کرنی پڑتی ہیں۔ کیا یہ سب کچھ کرنے کی مجھ میں ہمت ہے؟'' جوہی دکھ سے بولی۔

''یار! منہ کیوں لٹکائے بیٹھی ہو؟ تم مجھ پر چھوڑ دو، خود چین کی نیند سو جاؤ۔ میرا تم سے وعدہ ہے۔'' کرن اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔ ''میں ہوں نا۔ شاہ جی اور میری جنگ کا آغاز ہونے والا ہے۔ ہر طرف منادی ہو جانی چاہئے۔ شاہ جی بہت اچھے باپ ہیں۔ یہ مصطفیٰ بھائی میرے ہر کام میں روڑے اٹکا کر دلی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ ویسے آپس کی بات ہے، مونا لیب گاؤن اور Stethoscope میں مکمل ڈاکٹر لگ رہی تھی۔'' کرن حسرت سے بولی۔

''میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ کرن! میں تو تمہیں بھی اسی روپ میں دیکھ کر نہال ہو رہی تھی۔'' وہ بھی حسرت سے بولی۔ ''مگر خود کو اس مقام سے بہت دور پایا۔''

''اپنی سوچ پازیٹو رکھو۔ یہ بتاؤ، انہیں کوئی سرخاب کا پَر تو نہیں لگا ہوا جو تم میں نہی۔ بلکہ تم تو اس کالج کا غرور اور فخر بننے والی ہو۔ اگر انہیں اس راز کا پتہ چل جائے تو بی لیومی، شاہ جی کی منتیں کرنے میں فخر محسوس کریں یہ تمام لوگ۔'' جوہی ہنس پڑی۔

''میں غلط نہیں کہہ رہی۔ یہ سچ ہے۔ بس ایک بات یاد رکھنا! ہار ماننا بزدلی ہے۔ کم ہمتی ہے اور فیوچر کی بربادی و تباہی ہے۔ زندگی ہماری ہے، اسے ہم کیونکر برباد کریں۔
''اپنی بات منوانے کا پہلا اصول جانتی ہو؟'' کرن نے سنجیدگی سے پوچھا۔
''نہیں۔'' جوہی نے نفی میں سر ہلایا۔ ''سب چالاکیاں تم ہی تو جانتی ہو، گرو جی کی اماں!..... ڈھٹائی اور بس ڈھٹائی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''اس لئے کل صبح ایڈمیشن فارمز فِل اَپ کرنے کا کام تمام کرنے کے بعد فوری طور پر دوسرا مشن بھی شروع ہو جانا چاہئے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''والدین سے بات نہیں منوائیں گے تو کیا شوہر سے منوا پائیں گے؟ ایسی بھی کیا بات ہے۔'' جوہی خاموش ہو گئی۔
اُس جامد خاموشی پر کرن زِچ ہو کر بولی۔ ''اب تمہارے ذہن میں جو ٹریجک اسٹوری چل رہی ہے۔ خدا کے لئے اس سے باہر نکل آؤ۔ تمہاری اس حالت پر مجھے نہ تو تم پر رحم آ رہا ہے، نہ ہی ہمدردی محسوس ہو رہی ہے۔ جوہی! کیوں نظریں چراتی ہو اپنے آپ سے؟ اپنی حیثیت کو تسلیم کرو۔ تم ایک لوئر کلاس سے تعلق رکھنے والی ہستی نہیں ہو۔ اَپر مڈل کلاس کی تعلیم یافتہ لڑکی ہو۔ تقدیر کے کھیل میں مہرے تم نے خود بدلنے ہیں۔ پتوں کا لین دین تم کرو گی۔ خود کو بے قیمت نہیں، تم نے انمول بنانا ہے۔ ایکسپلوریشن اپنی فطرت کا حصہ بنا لو۔ ورنہ ایک دن حسرتوں کی آماجگاہ کی باسی بن کر رہ جاؤ گی۔ لیکچر جاری رکھو۔'' وہ اس کی خاموشی اور سنجیدگی کو دیکھ کر ایجی ٹیشن سے بولی۔
''تمہیں لیکچر دینے کی ضرورت ہے یار!..... تو سنو اگلا اپی سوڈ۔ ایک دن تمہارے بھائی کسی لوئر سیّد فیملی سے ایک ایسا لڑکا پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو ان کے سامنے نظریں اور سر جھکا کر رہے اور اس کی فرسٹریشن کا یہ عالم ہو گا کہ وہ تمہارے ساتھ جذباتی، گالی گلوچ اور تضحیک خیزی سے اس سچویشن سے نکلنے کی کوشش کیا کرے گا۔ کیونکہ گنوار، جاہل، گھٹیا اور سطحی خاوند سے ایسے ہی ردِعمل کی توقع کی جا سکتی ہے۔ کیا تم اپنا فیوچر ایسا چاہتی ہو؟''
''شاہ جی اور بی بی جی قطعاً ایسا جذباتی و لمحاتی فیصلہ نہیں کرنے دیں گے۔ لیکن آگے پڑھنے بھی نہیں دیں گے۔ تم نے تو حد ہی کر دی ہے یار! تم نے تو نقشہ بہت ہی اذیت ناک کھینچا ہے۔'' وہ یاسیت کے باوجود ہنس پڑی۔

اس لمبی چوڑی تمہید کا لب لباب سمجھی ہو کہ نہیں؟ ہمارا مقصد ہے اپنی بات کو منانا۔ چاہے چار دن روزہ ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے؟ کمرے میں خود کو قید ہی کیوں نہ کر لیا جائے۔ رونا نہیں بھی آتا تو آنکھیں رگڑ رگڑ کر ایکٹنگ ہی کیوں نہ کی جائے۔ پھر بھی کامیابی نہ ہو تو پھر زندگی بھر شادی نہ کرنے کی دھمکی اور پھر ہر رشتے پر بھرپور مخالفت اور شور ہنگامہ۔ سن رہی ہو ناں؟'' وہ کڑک دار لہجے میں رہی تھی۔

''یار! بولا جو ہے، بی اماں کی نصیحتوں کا مدعا سمجھ گئی ہوں..... مگر بات تو تم ہی چھیڑو گی شاہ جی سے۔'' وہ ایک دم سے پھر خوفزدہ سی ہو کر بولی۔

''تمہاری خواہش کی کمان میرے ہاتھ میں ہو گی۔ انشاء اللہ نشانہ خوب بیٹھے گا۔ ذرا دیکھو تو سہی۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دیتے ہوئے بولی۔

''اگر رضامند نہ ہوئے تو؟'' وہ خجالت سے مسکرا کر بولی۔

''شاہ جی کو تم نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ آج جس مقام پر کھڑی ہو کر ڈاکٹر بننے کا جو خواب دیکھ رہی ہو، اس میں ان کی مہربانیاں اور شفقتیں شامل ہیں۔ جانتی ہو وہ اپنی رسومات میں جکڑے ہوئے انسان ہیں۔'' وہ نہایت احترام سے بولی۔ ''پھر بھی وہ تمہاری محبت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔''

''ہاں بات تو تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔ پاسٹ میں بھی مخالفت کے بعد آمادگی ہو ہی جایا کرتی تھی۔ اس بار بھی ایسا معجزہ ہو جائے تو بات بن جائے۔'' جو ہی امید بھری آواز میں بولی۔

''تمہارے گھرانے میں ویسے بھی معجزات پر بہت یقین رکھا جاتا ہے۔ تم بھی اسی پر اکتفا کر کے خاموش مت رہنا۔ کچھ نہ کچھ تو کہنا پڑے گا، کنوِنس کرنے کے لئے۔'' وہ پھر اسے پر دوک کرتے ہوئے بولی۔

''وہ تو تمہاری ذمہ داری ہے۔ میں تمہارے ساتھ وہاں موجود تو ضرور ہوں گی۔ بس میں لمبی چوڑی بحث اور طولانی دلائل میں نہیں پڑ سکتی۔ مجھ سے ایسی توقع بھی نہ رکھنا۔'' وہ اُلجھ کر بولی۔ ''میں تمہاری طرح نہیں بول سکتی۔''

''چلو جی، گھر تو آ گیا۔'' وہ پورچ میں گاڑی رُکتے دیکھ کر بولی۔

''فکر نہ کرو۔ ہیرے کی پہچان کروا کر اسے انمول قرار نہ دیا تو نام.....'' ابھی

کرن نے بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ جوہی نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بات پکڑ لی۔

''کرن! نہیں۔'' وہ مسکرا کر بات مکمل کرتی ہوئی گاڑی سے باہر نکل آئی۔

''جوہی! ویسے تمہیں سمجھا سمجھا کر میرا حلق سوکھ گیا ہے، لیکن تم الف لیلیٰ کی داستان کا کردار بنے بیٹھی ہو۔ ویری بیڈ۔'' کرن زِچ ہو کر بولی۔ تو جوہی ہلکا سا مسکرا دی۔ چہرے پر اُمید و بیم کے تاثرات اُس کی اندرونی کیفیت کی غمازی کر رہے تھے۔ خوبصورت آنکھیں چمک رہی تھیں۔ گویائی کے لئے بے تاب تھیں۔

❀❀❀

تم دونوں بہت ڈھیٹ ہو۔ کان کھول کر سن لو۔ ایک نہیں سنوں گا۔'' شاہ جی تکیے سے ٹیک لگائے تسبیح پڑھتے ہوئے بولے تو دونوں ان کے دائیں بائیں بیٹھ گئیں۔ جویریہ، جسے کرن کی وجہ سے سکول میں سب جوہی کے نام سے پکارا کرتے تھے، کے لبوں پر خاموشی تھی اور آنکھوں میں بلا کی اُداسی۔ جبکہ کرن ہمیشہ کی طرح کونفی ڈینٹ اور فُل آف لائف۔

''شاہ جی! دراصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ سب سے بڑے ہیں۔ پاپا سے بھی بڑے۔ اس لئے درخواست تو آپ کے پاس لے کر حاضر ہونا ضروری ہے۔'' وہ خوشامدی لہجے میں بولی۔ ''آپ نے سننے سے انکار کر دیا تو پھر ہم کس کے پاس جا کر فریاد کریں گے؟''

''میں دیکھ رہا ہوں، تم دونوں پرلے درجے کی ضدی اور نافرمان ہوتی جا رہی ہو۔ جویریہ! تمہیں تو میں سبق سکھاتا ہوں، جسے ماں نے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اور کرن! تم باپ کے لاڈ میں بگڑ کر زبان دراز ہو گئی ہو۔'' شاہ جی ناگواری سے کہہ کر پھر تسبیح پڑھنے لگے۔

''شاہ جی! میں اکیلی کالج نہیں جا سکتی۔ مجھے تو جوہی کی عادت ہو گئی ہے نا۔ اس لئے نظرِ کرم فرما دیجئے۔'' انداز اتنا معصومانہ تھا کہ وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ قدرے توقف کے بعد بولے۔ ''بچے! تمہاری بات مانتے مانتے جوہی بھی میٹرک کر گئی۔ دس جماعتیں کیا کم ہیں عورت کے لئے؟ اب تم دونوں گھر داری سیکھو۔ کھانا پکانا اور سلائی کڑھائی پر توجہ دو۔ عقل کرو۔ کیا یہ کاپیاں کتابیں ان ضروری کاموں سے اہم ہو گئی

ہیں؟ اب ان چکروں سے باہر آ جاؤ۔ کل پرائے گھر جانا ہے بیٹا! سسرال تو اپنی مرضی کے مطابق گھڑ کر بناتا ہے بہو کو۔ اُن کا اپنا ہی سانچہ ہے، جس میں ڈھل کر وہی شیپ اختیار کرنے کو ہی عقلمندی سمجھا گیا ہے۔'' بی بی جی دکھ بھرے لہجے میں بولیں۔

''بی بی جی! بھلا ہم کیوں اپنی ساخت بدلیں؟ ہم دونوں ایسی شادی سے باز آئیں۔ ہماری اپنی زندگی ہے بی بی! ہم نے اپنے حقوق دنیا سے چھیننے کی تربیت حاصل کرنی ہے۔ آپ نے ہی تو ہمارا ساتھ دینا ہے۔'' کرن نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں تمہاری باتیں سن کر زیادہ مطمئن نہیں ہوا۔ سسرال سے مقابلہ کرنے کے گُر سیکھ رہی ہو، اس بے وقوف کو بھی مرواؤ گی۔'' وہ خاموش بیٹھی جوہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ ''ورنہ سسرال دوسرے دن چلتا کرے گا اور ہم ہرگز پناہ دینے کو تیار نہیں ہوں گے۔ آپ دونوں کی نیت ہی نیک نہیں اور نہ ہی ارادے درست ہیں۔ دونوں یہاں سے اُٹھ کر کچن میں جائیں اور آج سے کام سیکھنا شروع کر دیں۔'' وہ بے حد سنجیدہ ہو گئے۔

''شاہ جی ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں۔ خوامخواہ کی بدنامی اور رُسوائی ہم مول ہی کیوں لیں؟ آج کے بعد کالج کا نام بھی لیا نا تو ہم سے برا کوئی نہ ہوگا۔'' بی بی جی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ وہ بھی شاہ جی کی سائیڈ لے رہی تھیں۔ ''سب تمہاری شہہ ہے جو یہ یہ کو۔ تین دن سے اس نے نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے، نہ ہی کمرے سے باہر قدم نکالا ہے۔ مجھے ایسی حرکتیں قطعاً پسند نہیں۔ پیار یا رحم کے بجائے غصہ آتا ہے ایسی اولاد پر۔''

''پھر کیا کریں؟ ایسا کون سا طریقہ اپنائیں کہ آپ مان جائیں۔ میں اس کے بغیر اکیلی کالج کیسے جا سکتی ہوں؟ شاہ جی! ہم دونوں کا ساتھ آپ کیوں چھڑوانا چاہتے ہیں؟'' کرن روہانسی ہو گئی اور جوہی کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

کرن کی آواز میں اس قدر بے بسی تھی کہ شاہ جی نے چونک کر دونوں کی طرف دیکھا۔ دکھ اور درد کے ان مجسموں کو دیکھ کر ان کا دل بھی افسردہ سا ہو گیا تھا۔ مگر اپنے جذبات پر کنٹرول کرتے ہوئے بولے۔

''مجھے ان کا کالج میں پڑھنا ہرگز منظور نہیں۔'' اُن کے لہجے میں تھوڑی سی نرمی کو

دونوں نے محسوس کر لیا۔ کرن نے جوہی کو کہنی مار کر بولنے کا سگنل دیا تو جوہی پہلے ڈری، پھر لاچارگی سے ماں کو دیکھا۔ انہوں نے آنکھوں کے اشارے سے بولنے کا اظہار کیا تو وہ شاہ جی کے کندھے دباتے ہوئے ایک طویل توقف کے بعد بولی۔

''شاہ جی! آپ کو کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔ کالج کی تعلیم حاصل کرنے کا مجھ پر برا اثر کیونکر ہوگا؟ میں نے بی بی جی اور آپ کی تربیت میں آنکھ کھولی ہے۔ اپنے خاندانی اصولوں کو بخوبی جانتی ہوں۔ اگر آپ کو کسی بھی اسٹیج پر مجھ میں خرابی نظر آئی یا تبدیلی محسوس کی تو مجھے اسی وقت کالج سے اُٹھوا لیجئے گا۔''

شاہ جی نے مڑ کر اس کے معصوم چہرے کی طرف دیکھا۔ سچائی کے نشانات مرتسم تھے۔ اب بی بی جی کا حوصلہ ذرا بلند ہوا تو بڑی ہی ملائمت سے بولیں۔

''ویسے شاہ جی! جویریہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔ آج تک اس نے ہمیں کبھی شرمندہ نہیں ہونے دیا۔ اور یہ بھی بات قابل قبول ہے کہ اگر آپ کو تسلی نہ ہوئی تو کالج جانا بند کر دے گی۔''

''بالکل درست شاہ جی! ہم ایسے ہی کریں گی۔'' کرن نے لقمہ دیا۔

''تم لوگوں کی بات مجھے سمجھ آ رہی ہے۔ خاندان والوں کو کیسے مطمئن کروں گا؟ اس حویلی میں بھی تو بیسیوں بچیاں ہیں۔ ان کو بھی تو مدِنظر رکھنا ضروری ہے۔'' وہ تذبذب سے بولے اور خاموشی سے سوچنے لگے۔

''چھوڑیں خاندان والوں کو۔ ہمیں اپنی اولاد کی خوشیاں عزیز ہیں۔ آپ کے چھ بھائیوں اور دو بہنوں کی اولاد میں سے ایک بچہ بھی تو پڑھائی کا شوقین نہیں نکلا۔ اس میں بھلا ہمارا کیا قصور ہے؟ میں صدقے جاؤں اپنی بچی پر۔ ایک تو دن رات پڑھ پڑھ کر پیلی پڑ گئی، اوپر سے ان حالات نے کملا کر رکھ دیا ہے۔'' بی بی جی بھی فوراً پتا پھینکتی ہوئی سنجیدہ ہو گئیں۔

''مصطفیٰ کی ماں! جہاں بیٹی کا مسئلہ اُٹھا، تم بھی آخر میں دغا دے جاتی ہو۔ عورت کی مان کر چلنا عقلمندی تو نہیں۔ حوا نے کس کمال سے آدم کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔ لگتا ہے میرے ساتھ بھی حوا اور اس کی بیٹیاں یہی کچھ کرنے والی ہیں۔ آہ! دنیا میرے سامنے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کر سکتی۔ اپنے گھر میں میری حیثیت ملاحظہ فرماؤ۔ جیسے

چوہا، بلی کو دیکھ کر بل میں گھس جاتا ہے۔ ہم بھی چلتے ہیں اپنے حجرے میں۔''
لہجے میں سختی اور نرمی کے امتزاج پر تینوں ہنسنے لگیں۔
''کرن! اپنے ابا اور اماں کو تو بلاؤ۔ ذرا اُن سے بھی آج دو دو ہاتھ ہو ہی جائیں۔ یہ ساری آگ اس کے وکیل چاچا کی لگائی ہوئی ہے۔'' شاہ جی سنجیدگی سے کہہ کر وہاں سے اُٹھنے لگے تو کرن اُنہیں پکڑ کر معصومانہ لہجے میں مؤدبانہ انداز میں پوچھنے لگی۔
''تو پھر آپ کی طرف سے اجازت تو ہے نا شاہ جی؟''
''یہ بیٹیاں رحمت تو ہیں ہی۔'' وہ تھوڑے توقف کے بعد بولے۔ ''مگر وبالِ جان بھی ہیں۔'' وہ گہری سوچ میں کھو گئے مگر جواب ہاں اور نہ میں نہیں دیا۔ اب تینوں نظریں جھکائے قسمت کے فیصلے کا انتظار کرنے لگیں۔
''شاہ جی! بچیاں پریشان ہو رہی ہیں۔ کچھ تو بولیے۔'' بی بی جی کافی دیر بعد بولیں۔
''ہاں تو سنو!..... اپنی تہذیب اور رسم و رواج کو بھول تو نہیں جاؤ گی؟ اور اپنا پہناوا اور اپنے اصول چھوڑ تو نہیں دو گی؟ تم دونوں کو علم ہے کہ ہم سیّد گھرانے کے باپردہ اور باعزت لوگ ہیں، جن کی عورتیں نہ بازاروں میں گھومتی نظر آتی ہیں، نہ ہی باقی تفریح گاہوں میں۔ جویریہ! تمہیں کالج بھیجنے کا فیصلہ معمولی نہیں، ایک بہت بڑی تبدیلی ہے۔ ہمارے بنائے ہوئے قوانین کی توہین ہے۔ میں جانتا ہوں، سب سے پہلے تو میرے بیٹے ہی مجھ سے خفا ہو جائیں گے۔ بات بھی سچ ہے کہ جس خاندان کے بیٹے پانچویں چھٹی سے آگے نہیں پڑھ پائے، وہاں کالج جانے والی بیٹی کو، کوڑ کو دانہ تصور کیوں نہیں کیا جائے گا۔'' لہجے میں فکرمندی تھی۔
''آپ کی تمام باتیں درست ہیں۔ مگر کوئی تو اس میدان میں کُودنے کے لئے پہلی کوشش کرے گا۔ اس پہاڑ کی چوٹی سر کرنے کا پہلا قدم آپ کیوں نہ اُٹھائیں۔ شاہ جی! یہ شرف بھی آپ کو حاصل ہونا چاہئے۔'' بی بی جی اُن کی نگاہوں کی فکرمندی دیکھ کر پہلے گھبرا گئیں، پھر تسلی دینے کے انداز میں بولیں۔
''میں سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں ایک نیک کام کی شروعات کرنے لگے ہیں۔ پھر بھی ڈر لگتا ہے۔ میری جویریہ کہیں اکیلی ہی نہ ہو جائے۔'' لہجے میں ابھی بھی پریشانی تھی۔

''شاہ جی! بھلا جوہی میرے ساتھ ہوتے ہوئے اکیلی کیوں؟'' کرن نہ سمجھتے ہوئے بولی۔

''ہاں بیٹا، ہاں۔'' وہ اس کی بات پر ذرا سا مسکرا دیئے۔ پھر جویریہ کی طرف دیکھ کر بولے۔ ''بیٹا! میری ایک بات یاد رکھنا۔ ہم نے تمہیں راست بازی کا سبق سکھایا ہے۔ بس کبھی بھی مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ ہر مسئلہ مجھ سے بیان کرنے میں بالکل نہ ہچکچانا۔ اپنی اور ہماری عزت کا خیال رکھنا۔ دینی اور دنیاوی ترازو کے پلڑے برابر رکھنا۔ اسی میں تمہاری کامیاب زندگی کا راز ہے۔ یہ باہر کی دنیا اپنے جال میں پھنسانے کے لئے تمہیں ہر وقت چوکنی نظر آئے گی۔ اپنے ضمیر کو جگائے رکھنا۔ پھر نقصان نہیں اٹھاؤ گی۔''

''آپ دعا دیں۔ جویریہ اپنی عمر سے زیادہ میچور ہے۔ دھیمے مزاج کی ہے۔'' بی بی جی تسلی دیتے ہوئے بولیں۔

''شاہ جی! آگ تو میں ہوں، جسے سرد رکھنے کی مہارت صرف جوہی ہی جانتی ہے۔'' کرن نے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

''نہیں بیٹا! آگ بننے کی کوشش مت کرو۔ عورت تو وہ اچھی ہے جس میں صبر و تحمل، وفا اور ایثار کا جذبہ ہو۔ یہ غصہ اور بے باکی اسے ہرگز نہیں سجتی۔ یہ اتاولا پن تو اسے مرواڈالتا ہے۔'' بی بی جی سمجھانے کے انداز میں بولیں۔

''بی بی جی! اگر میں ایسی نہ ہوتی تو ہر بار شاہ جی کو کیسے منا پاتی؟ ہماری سوچ اور شخصیت ایک دوسرے سے مختلف سہی، مگر ہے ہر لحاظ میں ہم وزن۔ پَر برابر اور ہم وزن ہوں تو پرواز خوب سے خوب تر ہوتی ہے۔ ہماری خصلتیں ایک دوسرے کو بیلنس کرتی ہیں۔'' کرن سمجھ داری سے بول رہی تھی۔

شاہ جی پیار سے اسے دیکھ رہے تھے کہ کرن پھر خوش ہو کر بولی۔ ''شاہ جی! جوہی تو ہار کر بھی جیت جاتی ہے اور میں عموماً جیت کر بھی ہار جاتی ہوں اس کے سامنے۔ اس کی کیا فکر؟ میری فکر کریں اور دعا دیں۔'' کرن نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ منطقی باتیں تعلیم ہی تو سکھاتی ہے۔ جویریہ! جاؤ، ماسی سے بولو تمہارا تین دن کا روزہ بہترین کھانے سے کھلوائے۔'' وہ مسکرا کر بولے تو کرن

بچوں کی طرح اُچھل کر ان کے گلے سے لگ گئی۔ جبکہ جویریہ آہستگی سے ان کے شانے پر سر رکھ کر خوشی سے رو پڑی۔

''خدایا! تیرا شکر ہے کہ ان کے روزے قبول ہوئے۔'' بی بی جی خوشی سے ہاتھ اُٹھا کر شکرانہ ادا کرنے لگیں اور خوشی خوشی کچن کی جانب چل پڑیں۔

❁❁❁

دو سال گزرتے دیر ہی نہ لگی۔ کرن اور جوہی، ایف ایس سی کے ایگزامز دے کر فارغ ہوگئیں تو جوہی کے گھرانے میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ جبکہ کرن اور جوہی اپنے خواب پورے کرنے کا اگلا پروگرام تشکیل دینے لگیں۔

شاہ جی اور بی بی جی اب سنجیدگی سے آنے والے رشتوں پر غور و فکر کرنے لگے تھے جس کی خبر جوہی کے فرشتوں کو بھی نہ تھی۔ لیکن ذہن و قلب میں خدشات کا اُبھرنا ایک فطری عمل تھا۔ کیونکہ ایجوکیشن کے ہر موڑ پر انکار اور اعتراضات نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔ اور کن مشکلات سے گزر کر وہ اپنے مقصد کے حصول تک پہنچ پاتی تھی۔ آج پھر وہ زندگی کے نہایت اہم موڑ پر اُمید و بیم کے گرداب میں اضطراری کیفیت میں مبتلا تھی۔ وکیل چاچا کا سہارا تھا۔ وہ کرن کے ساتھ ہی اس کے فیوچر کے بارے میں بھی فکرمند رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر کرن اور جوہی کے میڈیکل کالج میں ایڈمیشن کے فارمز منگوا لئے تھے، جس کی خبر کسی کو نہ تھی۔

جب رزلٹ آیا تو جوہی حسبِ معمول اور حسبِ توقع اپنے کالج میں ٹاپ کر گئی۔ جس کی خوشی شاہ جی اور بی بی جی کو بے پناہ تھی۔ لیکن مصطفیٰ تلملا کر رہ گیا۔ اُس نے اپنے طور پر اس کے خلاف محاذ بنا لیا تھا اور اس کی شادی پر اُٹھتے بیٹھتے زور دینے لگا تھا۔ جس کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ کیونکہ شاہ جی جلد بازی کے فیصلوں کے سخت خلاف تھے۔ لیکن فکرمند ضرور تھے۔ ہر وقت تانا بانا بُننے میں محو رہتے کہ جوہی کے لئے ایسا فیصلہ کریں کہ کبھی پچھتاوا نہ ہو۔

❁❁❁

وکیل چاچا پُرسکون انداز میں اندرون خانہ کے بڑے ہال میں مین ڈور سے داخل ہوئے۔ ملازم نے سر پر مٹھائی کا پھولوں سے آراستہ ٹوکرا اُٹھا رکھا تھا۔ وہ عقیدت

مندانہ انداز میں نظریں جھکائے شاہ جی کے قریب آیا جو تخت پوش پر پاؤں ٹکائے گہری سوچ میں بیٹھے تھے۔ ملازم نے مٹھائی کا ٹوکرا، شاہ جی کے چرنوں میں رکھا اور جھک کر آداب بجا لایا۔ شاہ جی چند لمحوں کے لئے کبھی میاں ارشد اور کبھی ٹوکرے کی طرف دیکھتے رہے۔ آنکھوں میں حیرت تھی۔ جبکہ ملک ارشد کے چہرے پر مسرت کی لالی کے ساتھ اضطرابی کیفیت بھی رقصاں تھی۔ وہ خاموش کھڑے رہے۔ آخر شاہ جی حیران و پریشان پاؤں اوپر کر کے تخت پوش پر رکھے گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور تجسس بھری نظران پر ڈال کر اپنے قریب ہی بیٹھنے کا اشارہ کر کے گویا ہوئے۔

''استخارہ کئے بغیر ہی ہماری کرن بچی کا رشتہ طے کر دیا ہے تم نے۔ حد کر دی ہے۔'' لہجے میں شکوہ تھا۔

''شاہ جی! ایسی بات نہیں۔ اس سے بڑی خوشخبری لایا ہوں۔'' وہ خوشی سے مگر کسمسا کر بولے۔

''کوئی مقدمہ جیت گئے ہو گے۔'' وہ فوراً مسکرا دیئے۔

''نہیں شاہ جی! مقدمے تو آئے دن جیت جاتا ہوں آپ کی دعا سے۔'' انہوں نے احتراماً کہہ کر نظریں جھکا لیں۔

''تو پھر بتا دو۔ پہیلیاں کیوں بوجھوا رہے ہو؟'' لہجے میں بے پناہ بے قراری تھی۔

''ہماری دونوں بچیوں کو کنگ ایڈورڈ میں ایڈمیشن مل گیا ہے۔ پنجاب کا سب سے مشہور کالج ہے۔ قسمت والے بچے ہی وہاں جا پاتے ہیں۔'' وہ دل پر قابو رکھ کر اٹک اٹک کر بولے تو شاہ جی کو جیسے شاک لگ گیا۔ اچھل کر سیدھے بیٹھ گئے اور غیظ و غضب سے بولے۔

''تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ہم بچیوں کو ایسے کالج میں کیونکر بھیجیں گے، جہاں لڑکیوں کے ساتھ لڑکے بھی تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ سخت بے حیائی اور بے باکی کی بات ہے، ایسی جگہوں میں..... کان کھول کر سن لو! جویریہ ہی نہیں، کرن بھی وہاں نہیں جائے گی۔'' وہ ٹوکرے کو ناگواری سے پرے دھکیلتے ہوئے بولے۔

''دونوں ہی جائیں گی سرکار! آج تک میں نے آپ سے کوئی فرمائش کی ہے، نہ ہی آپ کی کسی بات کو ٹالا ہے۔ آج بڑا بھائی ہونے کے ناطے آپ کو میری یہ بات

ماننا ہو گی۔'' وہ ہمت کر کے مستحکم لہجے میں بولے۔

''ہرگز نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے بھئی؟'' وہ نہایت سنجیدگی سے بولے۔ آنکھوں میں جلال اور چہرے پر پریشانی کے آثار ہویدا تھے۔ ''غلاظت میں پھینک کر ان سے کیا توقع رکھو گے کہ پاک صاف باہر نکل آئیں؟ ہمارا منہ کالا ہو جائے گا۔''

''اگلے ہفتے ان کی کلاسز اسٹارٹ ہو رہی ہیں۔ آپ کے پاس سوچنے کے لئے کافی وقت ہے۔ اقرار اور انکار، دونوں صورتوں میں یہ دونوں کالج جائیں گی۔ اس بار میرا فیصلہ حتمی ہے۔ ہاں، اس گستاخی کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کی اجازت کے بغیر ہی میں نے دونوں کے فارم فِل اَپ کر کے بھیج دیئے تھے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ دونوں کی کامیابی کی خوشی میں بھلا آپ اعتراض کیوں کریں گے؟'' وہ ابھی بھی سنجیدہ تھے۔

''مسکہ مت لگاؤ۔ یہ نہیں ہو سکتا۔'' وہ بے زاری سے بولے۔

''میں نے اپنا آخری فیصلہ سنا دیا ہے۔ اب آپ مانیں یا نہ مانیں، آپ کی مرضی۔'' وہ نہایت نرمی سے سخت الفاظ کی ادائیگی کرتے ہوئے کانپ سے گئے۔ غور سے شاہ جی کا جائزہ لینے لگے۔

''آج بہت شعلہ بنے بیٹھے ہو۔ ذرا ٹھنڈے پڑ جاؤ۔ تاکہ تمہیں میرے اعتراض کی وجہ سمجھ آ جائے۔'' وہ حیرت سے انہیں گھورنے لگے کیونکہ انہوں نے آج تک ان کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات تک تو کی نہ تھی، آج ایک دم اتنا بڑا چینج۔

ارشد اُنہیں اگنور کر کے طمانیت سے بولے۔ ''ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر آپ کو بتانے آیا ہوں..... اجازت لینے ہرگز نہیں آیا۔ فیصلہ سنانے آیا ہوں۔''

''وکیل صاحب! مسئلہ کیا ہے؟ کیوں وکیلوں والی تڑیاں دے رہے ہو، بغیر گواہوں کے اکیلے ہی اکیلے..... اور آئے ہیں سنانے اپنا فیصلہ۔'' وہ طنز سے بولے۔

''جب سے جویریہ آپ کے ہاں پیدا ہوئی ہے، تب سے ہر قدم اٹھانے پر پابندی اور اعتراض۔ آخر کیوں شاہ جی؟ اب تو جوان ہو گئی ہے۔ نہایت فرمانبردار اور ٹھنڈے مزاج کی بچی ہے۔ پھر ڈر کس بات کا؟'' ارشد نے قدرے تنقیدی انداز میں کہہ کر سر جھکا لیا۔

''ڈر کس بات کا؟ ایسے سوال کا جواب تم بھی جانتے ہو۔ بچیوں کے مزاج بگڑنے

کا ڈر، خاندان والوں کے طعنوں اور تشنوں کا خوف اور مرید برادری کے احتجاج کا خدشہ۔ اتنا بڑا فیصلہ تم نے کیسے کرلیا؟'' وہ حیرت سے بولے۔

بی بی جی دوپٹہ درست کرتی ہوئی اندر آ کر دونوں کو حیرت و اشتیاق سے دیکھنے لگیں۔ معاملہ سمجھ سے بالاتر تھا کہ دونوں کے چہروں پر سنجیدگی کیوں ہے؟

''بی بی جی!..... شاہ جی کو سمجھا لیں۔ ورنہ میں یہ گھر، یعنی آپ کا پڑوس چھوڑ کر کسی اور محلے میں آباد ہو جاؤں گا۔'' وہ نرم لہجے میں کہہ کر خاموش ہو گئے۔

''کیوں، کوئی جھگڑا ہو گیا ہے دونوں بھائیوں کے درمیان؟'' وہ دونوں کی طرف غور سے دیکھ کر بولیں۔

''مصطفیٰ کی ماں! اپنے بھائی سے خود ہی پوچھ لو۔ اس نے تو مجھے پریشان ہی کر دیا ہے۔ بھلا وہ اصول جو ہمارے آباؤ اجداد سے چلے آ رہے ہیں، انہیں کیسے چھوڑ دوں؟ میں نے پہلے ہی کافی حد تک ان کی خلاف ورزی کی ہے۔ مگر اب گنجائش نہیں ہے۔'' وہ سخت مضطرب ہو کر بولے۔

''جو بھی ہے، میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔'' وہ زِچ ہو کر بولے اور بی بی جی کو تمام بات بتائی تو وہ خوشی سے اُچھل کر بولیں۔

''شاہ جی! گھر کی ڈاکٹرنی ہو گی۔ سب کے وارے نیارے ہی تو ہو جائیں گے۔ ہمارا بڑھاپا بھی آسان اور سدھر جائے گا۔''

''تُو نے ہی اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ ہر بات منوا لیتی ہے۔ مگر بندوق کے لئے کندھا دوسروں کا استعمال کرنا کوئی اس سے سیکھے۔'' وہ بیوی کی طرف دیکھ کر غصے سے بولے۔ ''تم بھی بغیر سوچے سمجھے ہمیشہ بیٹی کی سائیڈ لیتی ہو۔''

''شاہ جی! بھائی جی ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں۔ ہمارے خاندان کی پہلی ڈاکٹر ہو گی۔ ہمیں اور کیا چاہئے؟ ہمیں تو فخر کرنا چاہئے اس پر۔'' وہ آہستگی سے کہہ کر چپ ہو گئیں کیونکہ شاہ جی کے سامنے زیادہ دلائل دینا سراسر حماقت تھی۔

''بیٹی کی سائیڈ نہ لے تو ماں کیسے کہلائے؟ لیکن مصطفیٰ کی ماں! میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ فیصلہ درست نہیں ہو گا۔ ہمیں کل پچھتانا پڑے گا۔'' وہ سختی سے کہہ کر ارشد کے چہرے کا جائزہ لینے لگے کہ شاید ان کی مجبوری کو سمجھ لیا ہو۔

''شاہ جی! کل کس نے دیکھا؟ حالیہ سچوایشن کے مطابق میرا فیصلہ درست ہے۔ آپ کو ہرگز پچھتاوا نہ ہوگا۔ آپ منہ تو میٹھا کریں۔ خاندان بھر میں مٹھائی تقسیم کرنے کا مطلب ہے اعلان۔ دو دن سب مل کر باتیں بنائیں گے اور آخر خاموشی کے بغیر اور کیا کرلیں گے؟ رشتے دار اسی کام کے لئے تو وجود میں آتے ہیں۔ جتنا ان سے ڈر کر رہیں، اتنا ہی سر پر چڑھ کر ناچتے ہیں۔'' انہوں نے مٹھائی نکال کر ان کی طرف بڑھائی اور ساتھ ہی نہایت اپنائیت سے کہا۔ ''اگر میری بات نہ مانی تو آج ہی یہاں سے شفٹ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جویریہ پر ہونے والی زیادتیاں دیکھی نہیں جاتیں۔ میری کرن کے ساتھ کھیل کر جوان ہوئی ہے، اس کی رضاعی بہن ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آج کرن، میڈیکل کالج جوائن کرلے اور جویریہ آپ کی پلاننگ کے مطابق سسرال سدھار جائے۔ میں ایسی بے انصافی نہیں ہونے دوں گا۔ سوچ لیجئے۔''

''ذرا صبر کرو۔'' وہ تذبذب میں بولے۔ ''مجھے سوچنے تو دو۔''

''بس میں نے جو کہنا تھا، کہہ دیا۔ اوکے..... میں چلتا ہوں۔ اللہ حافظ!'' وہ مستحکم لہجے میں کہہ کر باہر نکلے تو برآمدے میں دونوں کھڑکی کے ساتھ کان لگائے کھڑی تھیں۔ انہیں دیکھ کر مسکراتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئیں۔

''اس کی حالت دیکھو، وکیلوں والی جرح اور ججوں جیسے فیصلے۔ لگتا ہے سپریم کورٹ اپیل کرنی پڑے گی۔ ذرا جویریہ کو تو بلاؤ۔ اس کی خبر لیتا ہوں۔'' وہ سوچتے ہوئے سنجیدگی سے بولے تو بی بی جی پریشان سی ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔

''شاہ جی! وہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ میرے جگر کا خون پی کر میرے بدن میں پروان چڑھی ہے۔ مان تو جائے گی۔ مگر سوچ لیں، بہت ناخوش ہو جائے گی۔ پھر ہم دونوں سے اس کی اُداسی دیکھی نہیں جائے گی۔ میں اس عمر میں بیمار پڑ گئی نا تو پھر اُٹھ نہیں پاؤں گی پھر قدر آئے گی میری۔'' وہ رنجیدہ ہو کر بولیں۔

''اللہ نہ کرے.... ایسی منحوس باتیں منہ سے کیوں نکالتی ہو؟'' وہ چونک کر بولے۔

''سچ ہی تو کہہ رہی ہوں۔ مجھ سے اس کی ناخوشی برداشت نہیں ہوگی، شاہ جی! اسے پیدا ہوتے ہی بھوکا مرنے دیا ہوتا۔ کیا ضرورت تھی جو فرحت کی گود میں ڈال کر اسے زندگی بخشی تھی آپ نے؟''

''اس عمر میں اکیلا چھوڑنے کی باتیں مت کرو۔ اب تو کوئی اپنی بیٹی بھی نہ دے گا۔ اور بچوں کو بڈھے کے پاس بیٹھنے کا وقت کہاں؟''

وہ ان کی بات کو نظر انداز کر کے ذرا سا مسکرا کر بولے تو بی بی جی فوراً سر چڑھ کر بولیں۔

''تو اب اعتراض نہ سنوں۔ ہم کون سا کوئی گناہ کر رہے ہیں؟ اپنی بچی کو تعلیم ہی تو دلا رہے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں سب سے نمٹ لوں گی۔ آپ کو اس کی زحمت نہیں دوں گی۔''

''آج سب مجھ پر چڑھائی کرنے کیوں تلے ہوئے ہیں؟'' وہ نرمی سے بولے تو بی بی جی نے فوراً لڈو ان کی طرف بڑھایا اور خود بھی کھاتے ہوئے بولیں۔

''سال کے تمام دن آپ کے۔ صرف آج کا دن ہمارا۔ اس مٹھائی کی لذت ہی اور ہے شاہ جی!''

''یہ بتاؤ، تم کب سے اتنی ڈھیٹ ہو گئی ہو؟ دو جوان بیٹوں کی ماں ہونا، اس لئے ہر ناجائز بات پر بھی اڑ کر مجھ سے منوا لیتی ہو۔''

''شاہ جی! ایسی بات تو ہرگز نہیں۔ مجھے اپنے بچوں پر نہیں، اپنے سر کے سائیں پر مان ہے۔'' وہ خوشامدی لہجے میں بولیں۔

''اب تم میرا مان رکھ لو۔ جاؤ، اپنی بیٹی کو سمجھاؤ۔ ویسے تمہاری طرح کافی ضدی واقع ہوئی ہے۔'' وہ نرمی سے بولے۔

''ہائے شاہ جی! کیسی باتیں کرتے ہیں آپ؟ اُس کے منہ میں زبان تک تو ہے نہیں۔ اسے کیا سمجھاؤں کہ اب کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لو اور آنکھوں پر ہماری خاندانی روایات کی پٹی باندھ لو؟'' وہ دکھ سے بول کر ان کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

وہ تھوڑے توقف کے بعد بولے۔ ''دراصل بیٹی بھی تو میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ ارشد وکیل بھی۔ ایک دل پر راج کرتی ہے۔ دوسرے سے خونی رشتہ نہ سہی لیکن تعلق بہت پرانا اور گہرا ہے۔ اس سے میرے بے شمار کام بھی نکلتے ہیں۔ قانون کو میں نے اسی سے تو سمجھا ہے، پھر اسے ہم سے عقیدت بھی بہت ہے۔ وہ بھی خوب جانتا

ہے کہ ہم سے اپنی بات منوا سکتا ہے۔ کیونکہ جویریہ پر اس کا بھی تو حق ہے نا۔"

"جی۔ وہ وسیلہ نہ بنتے تو آج ہم بیٹی سے محروم ہوتے۔ ویسے بہت مخلص اور عقیدت مند لوگ ہیں۔ اپنوں سے ہزار ہا درجے بہتر۔" بی بی جی نے نرمی سے جواب دیا۔ "ان پڑھ ماں، معاشرے کا ناسور ہوتی ہے۔ مجھے دیکھیں، میں مڈل پاس ہوں۔ میری کوکھ سے جویریہ، تعلیم کا شوق لے کر پیدا ہوئی ہے۔ ذرا نظر دوڑائیں کہ اپنے خاندان میں کسی بچی کو پڑھنے کا شوق ہی نہیں۔ پیدا ہوتے ہی دُلہن بننے کے خواب دیکھنے لگتی ہیں اور جاتے ہی... بدقسمتی سے اگلی نسل بھی جاہل اور اَن پڑھ رہ جاتی ہے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے۔ مگر میں اب ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ اس نے بارہ جماعتیں پاس کر لی ہیں۔ اب جونہی کوئی رشتہ آتا ہے، بس اپنے فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہوں۔" وہ سوچتے ہوئے پھر ٹریک سے اُتر گئے۔

"آپ کے خیالات میں نہ بدل سکی۔" وہ ایک دم سے پژمردہ ہو کر سر پکڑ کر بولی۔ "سر میں درد کی ٹیس اُٹھی ہے، جیسے کسی پتھر سے سر ٹکرایا ہو۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہا بھلیے لوکے! اس کا اندازہ تمہیں بعد میں ہوگا۔" وہ سختی سے بولے۔

"میں تو اپنی بہوئیں بھی کوئی آٹھ دس پاس ہی لانا چاہتی تھی۔ مجھے اس معاملے میں بھی آپ نے مجبور ہی رکھا۔" وہ دُکھی لہجے میں بولیں۔

"تم نے اپنی بہن کو اور میں نے اپنی بہن کو زبان دے رکھی ہے۔ ان کو چھوڑ کر پڑھی لکھی لڑکیوں کے چکر میں پھنس جائیں۔ ویسے مجھے تم سے ایسی اُمید نہیں تھی۔ اپنی ذات برادری کو چھوڑ کر اکیلے ہو کر بیٹھ جانے کا مطلب جانتی ہو؟ واہ بھئی واہ!" وہ تخت پوش پر کروٹ بدل کر افسوس بھرے لہجے میں بولے۔ ہم دنیا کو فیض یاب کر رہے ہیں مگر افسوس کہ اپنی اولاد کے لئے کچھ نہ سوچا۔

"یہ تو معجزہ ہی ہوا کہ جویریہ بارہ پڑھ گئی۔ آپ پر ہوتا تو کب کی پرائی ہو چکی ہوتی۔" وہ بھی تاسف بھرے لہجے میں کہہ کر خفگی سے اُنہیں دیکھنے لگیں۔

"ایسی بھی بات نہیں۔ مجھے وہ بہت پیاری ہے۔ تم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی۔ اس کا چہرہ دیکھے بغیر میری صبح طلوع نہیں ہوتی۔ اور پھر جس معجزے کی بات تم

کر رہی ہو، میری رضامندی کے بغیر اور میری لاتعداد دعاؤں کے بغیر وہ کیسے رونما ہوتا؟ اس سے بے پناہ پیار پوری کائنات کو نظر آتا ہے لیکن تم اندھی ہو گئی ہو۔'' وہ ناراضگی سے بولے تو بی بی جی نے ان کی آنکھوں میں جھانک کر پھر خوشامدی لہجے میں کہا۔

''تو پھر اب کیا حکم ہے؟''

''سوچ سمجھ کر اتنا بڑا فیصلہ کرنا پڑے گا۔ دونوں بیٹیوں سے بھی مشورہ لینا ضروری ہے۔ آخر ہیں تو جویریہ کے بڑے بھائی۔ اُن کی شمولیت بہت اہم ہے۔ کیونکہ ہمارے بعد جویریہ کا میکہ انہی کے دم سے کھلا رہے گا۔ پہلے ہی مصطفیٰ مجھ سے خوش نظر نہیں آتا۔ ہر بار جو اس کی باتوں کو ہم نے رد کر کے جویریہ کی خواہش پر اپنی من مانی کی ہے، سب اسی کے نتائج ہیں۔''

''بات تو ٹھیک ہے۔ مگر آپ کے ہوتے ہوئے مجھے نہ تو بیٹوں کے مشورے چاہئیں نہ میں ان کے فیصلوں کو کوئی خاص اہمیت دیتی ہوں۔ کیونکہ آپ کا اپنی اولاد کے لئے فیصلہ ہر رشتے پر بھاری ہے۔ آپ باپ ہیں، اس کے لئے بہتر سوچ اور بہترین فیصلہ کریں گے۔ اس پر مجھے پورا اعتماد ہے۔ آپ فرمائیے، آپ کا فیصلہ میرے سر آنکھوں پر۔'' وہ مؤدبانہ انداز میں کہہ کر خاموش ہو گئیں اور شاہ جی حالتِ استغراق میں وہیں نیم دراز ہو گئے۔

❀❀❀

''مصطفیٰ کی شادی ہوئے چھ مہینے کو آئے ہیں۔ مگر ابھی تک ساس نے میٹھا پکوا کر اسے کچن میں جانے ہی نہیں دیا۔ حیرت کی بات ہے۔''

حویلی کی خواتین ایک ہی کمرے میں بیٹھی اپنے پسندیدہ موضوع پر ڈسکشن کر رہی تھیں۔ بی بی جی کی سب سے چھوٹی دیورانی نے اپنی قیاس آرائی کی۔

''اپنی بہن کی بیٹی جو ہے۔ ذرا ہوتی نا ہماری بچیوں میں سے کوئی بچی۔ کچن تو کیا، دن بھر ہاتھ کے پنکھے کی ہوا لیتیں۔ اچھا ہی ہوا کہ ہم سب بچ گئیں۔''

''تُو تو بالکل ہی پگلی ہے۔ ارے یہ عورت بڑی ہی شاطر ہے۔ بھلا رسوئی کا قبضہ اسے کیونکر سونپے گی؟ پہلے بھی کچن نوکرانیاں چلا رہی تھیں۔ آرڈر کرنا کون سا مشکل

ہے؟ اگر بہو کچن سنبھالے گی تو آرڈر بھی اُسی کا چلے گا۔ بی بی جی تو ہو گئیں نا بے بس، محتاج اور بے کار۔'' دوسری دیورانی آنکھیں گھما کر بولی۔

''بہو رانی احسان مند اور ساسو جی مہربان سے مہربان تر۔ یہ ہے سارا چکر۔''

''سب مل جل کر بیٹھی ہو، کوئی ڈھنگ کی بات کرو۔ خوامخواہ کی شیطانی باتیں اور غلط اندازے مجھے بالکل پسند نہیں۔ جاؤ اپنا کام کرو۔'' دادی تسبیح پڑھتے ہوئے بولیں اور پھر اپنے مراق میں ہی کھو گئیں۔

''آگے آگے دیکھو کہ ہوتا ہے کیا۔ ابھی تو جویریہ کو لڑکوں کے ساتھ پڑھنے کی اجازت مل گئی ہے۔ کوئی گُل کھلا کر چھوڑے گی۔'' ایک نے سرگوشی کے انداز میں کہا تو دادی نے پھر گھورا۔ حالانکہ بات سمجھ نہ آئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں سب اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔

آج کرن اور جویریہ، شاپنگ مال گئیں۔ شام کے چار بج رہے تھے۔ دونوں کی ہر ادا سے خوشی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ چال میں بلا کا کونفی ڈینس تھا۔ دونوں شاپنگ سنٹر کے مین ڈور سے داخل ہوئیں تو کرن نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جوہی! اب تو تم ڈاکٹر بننے جا رہی ہو۔ اپنے پسندیدہ رنگوں اور ڈیزائنز کے ڈریسز خریدنا۔ درزی سے سلوانے کا ہمارے پاس ٹائم ہی نہیں۔''

''ہاں، تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن مجھے ذرا سوبر رنگ ہی خریدنے پڑیں گے۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے ہی دن مجھ پر کالج کے دروازے بند ہو جائیں۔ یاد ہے نا کہ کتنی مشکل سے شاہ جی مانے ہیں۔ پہلے ہی کس پریشانی میں انہوں نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔'' جوہی اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

''یار! کچھ نہیں ہوتا۔ خوامخواہ ڈر کے گھنے اور تاریک سائے میں فقط سانس لے رہی ہو۔ اسے زندگی نہیں کہتے ڈارلنگ!'' کرن چڑ کر بولی۔

''تو کیا کروں؟..... کیا چاہتی ہو تم؟'' جوہی تذبذب سے بولی۔

''کھاؤ من بھاتا، پہنو جگ بھاتا۔ دوپٹے میں لپٹی ہوئی گھر سے نکلتی ہو۔ کون انسپکشن کرے گا کہ تم نے کیا پہن رکھا ہے؟ اور چھوڑو، یہ دوپٹہ وغیرہ کونفی ڈینس زیرو کرنے میں کمال کا رول ادا کرتا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ کر جوہی کا ہاتھ پکڑ کر

ڈیزائننگ سیکشن کی طرف چل پڑی اور شوخی و شرارت سے بولی۔ ''بڑی ہو جاؤ۔ ورنہ ابھی تمہیں چوسنی خرید دے دیتی ہوں۔''

''میں تو بڑی ہو ہی گئی ہوں۔ لیکن مجھے تو ایسے گمان ہو رہا ہے کہ تم چھوٹی ہی رہ گئی ہو۔ کبھی تو سیریس ہو جایا کرو۔ سامنے دیکھو! قسم سے بالکل ہی جوکر لگ رہی ہو۔ گھر جا کر شوخیاں جھاڑ لینا۔ خود کو نارمل کرو۔'' جوہی نے مضحکہ خیز انداز میں دیوار پر آویزاں قد آدم آئینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم بھی خود کو ذرا آئینے میں دیکھ لو۔ بائی گاڈ! ماسی لگتی ہو، حویلی میں کام کرنے والی۔ اور چلی ہے ڈاکٹر بننے۔ اُتارو یہ دوپٹہ۔ یہاں کون دیکھ رہا ہے تمہیں کہ جواب دہ ہونا پڑے گا؟'' کرن اُس کے سر سے دوپٹہ کھینچ کر ڈانٹتے ہوئے بولی۔

''فار گاڈ سیک کرن! ڈونٹ ڈو اِٹ۔'' کرن ناراضگی سے بولی اور دوپٹہ درست کرنے لگی۔ ''میں اپنے شاہ جی کو دھوکا نہیں دے سکتی کرن! انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ خاندان بھر کے اعتراضات کی پروا تک نہیں کی۔ اس کے بدلے میں، میں اُن سے چیٹنگ کروں؟ آئی ایم سوری کرن! اس طریقے سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ کیسے چل سکیں گی؟ حالانکہ تم خود بہت فیئر لڑکی ہو، پھر کیوں ایسی باتیں کرتی ہو؟ خدا کے لئے آئندہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں ہو گی۔ کیونکہ ایک قطرے کا تسلسل، پتھر کو بھی پھاڑ دیتا ہے۔ ہم تو بہت کمزور انسان ہیں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ مان گئی، یہ سچ ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر والدین کے مشورے کو اوّلیت دی۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے والہانہ محبت کرتے ہیں، جیسے تمہارے پیرنٹس۔ مگر وہ تمہاری بات ہی نہیں سنتے۔ اُنہیں اپنی روایات سے باہر نکلنا بہت محال معلوم ہوتا ہے۔'' کرن نے نادم ہو کر کہا۔

''لیکن ذرا ماضی اور حال پر غور کرو۔ وہ میری خاطر اپنی روایات سے باہر نکلے ہیں۔ بے شک اس کے لئے تم نے اور وکیل چاچا نے بہت محنت کی ہے۔'' وہ شاپ سے باہر کھڑی باتیں کرتی جا رہی تھیں۔ کرن مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

''آج کے بعد میں اس معاملے میں دخل اندازی نہیں کروں گی۔ تم وہ خریدو جو تمہیں مناسب لگتا ہے۔''

''تھینک یو۔'' جوہی بھی مسکرا کر اسے دیکھ کر بولی اور دونوں شاپ کے اندر چلی گئیں۔

شاپنگ سے واپس آتے آتے رات کے گیارہ بج گئے۔ جوہی کا بی بی جی سے مسلسل رابطہ تھا کہ کہیں وہ فکرمندی میں طبیعت ہی خراب نہ کر بیٹھیں۔ وہ جب بھی کرن کے ہمراہ ہوتی تھی، شاہ جی بھی مطمئن ہی رہا کرتے تھے۔ کرن اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ جوائنٹ فیملی سسٹم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تمام تر توجہ جوہی اور حویلی کی طرف رہتی۔ کزنز کا آنا جانا نہیں تھا کیونکہ سب دوسرے شہروں اور گاؤں میں رہائش پذیر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جوہی پر کسی قسم کی پابندی نہیں تھی۔ وہ گاہے بگاہے رات بھی اس کے ساتھ بسر کیا کرتی تھی۔

جب دونوں گھر پہنچیں تو مصطفیٰ کو کرن کے پورچ میں دیکھ کر دونوں پاؤں تک لرز گئیں۔ وہ خونخوار آنکھوں سے دیکھتا ہوا حویلی کی طرف مڑ گیا۔

جوہی تو گاڑی سے باہر نکلنے کی ہمت کھو چکی تھی، کرن نے اپنی آشفتہ ہمت کو یکجا کیا اور اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔

''اتنا بھی ڈر اور خوف کیوں؟ خدا نہ کرے، ہم کسی ڈیٹ پر تو نہیں گئی تھیں۔''

''خدا کے لئے جوہی! تمہاری یہ حرکتیں مجھے قطعاً پسند نہیں۔ خوامخواہ دوسروں کو تمہاری اس باڈی لینگویج سے شبہ ملتی ہے اور تمام شکوک و شبہات، یقین میں بدل جاتے ہیں کہ ہو نہ ہو آوارہ گردی ہی کرتی آئی ہیں۔ تم جس طویل راہ پر چل پڑی ہو، اس کے لئے حوصلے بلند ہونے چاہئیں جوہی بیگم! ایسے سفر نہیں کٹے گا۔ ورنہ ان کٹھن راہوں کی دھول بن کر غائب ہو جاؤ گی۔''

جوہی نے اثبات میں سر ہلایا اور تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھتی ہوئی گاڑی سے باہر نکل آئی۔ دونوں ہاتھوں میں کئی شاپرز تھے۔ وہ مصطفیٰ کے غصے کی پروا کئے بغیر مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی اور اپنی پسند کے خریدے ہوئے ڈریسز پہن کر چیک کرتے ہوئے رات بیت گئی۔ جوہی خوشی اور شکرانے کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر بیڈ پر دراز ہو کر حسین سپنوں میں کھو گئی۔

❀❀❀

جوہی کالج کے لان میں درخت کی گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر کرن کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ روز کا معمول تھا کہ گھر کا گھر جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ جبکہ اس کے برعکس جوہی کو گھر پہنچنے کی اتنی ہی جلدی ہوتی تھی۔ گلے میں Stethescope ڈالے وائٹ لیب گاؤن میں آج جوہی کو بھی محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ ڈاکٹر بن چکی ہے۔ وہ ابھی تک آنکھیں کھول کر سوچنا نہیں چاہتی تھی کہ کہیں خواب ٹوٹ نہ جائے۔ اس سہانے خواب نے تو اس کی سوچ کو بدل ڈالا تھا۔ اس کے دل و دماغ پر مسلط ڈر اور خوف کی جگہ خود اعتمادی نے لے لی تھی۔ روح ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ حالانکہ حویلی کے ماحول میں تو فرق نہیں آیا تھا۔ سب اسے عجوبہ تصور کرتے ہوئے اپنی بچیوں کو اس کے پاس بیٹھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ مگر وہ اس معاملے میں بے حس ہو کر اپنی زندگی کا ہر لمحہ مستقبل کے حوالے کر چکی تھی۔ وہ مستقبل جس کی اویئرنس کا کریڈٹ کرن کو جاتا تھا۔

کالج میں ابھی تک گہما گہمی تھی۔ کوئی بھی یہاں سے جانے کے لئے بے چین نظر نہیں آ رہا تھا۔ جیسے جینا مرنا اوڑھنا بچھونا یہ کالج ہی تو ہے۔ وہ یہ سوچ کر بڑبڑائی۔

'بھئی مجھے وقت پر گھر پہنچنا ہے۔'

اچانک سامنے سے کرن بالوں میں اُنگلیاں پھیرتی ہوئی پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر زندہ دل مسکراہٹ کے ساتھ شرارت بھی تھی۔ جوہی فوراً ہی اللہ کا شکر ادا کرتے کھڑی ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ کر پارکنگ کی طرف بڑھنے لگی تو کرن نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا، ساتھ ہی موبائل کی رِنگ پر جوہی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''شاہ جی کا فون تھا۔ کرن! تم کہاں تھی؟'' جوہی پریشانی سے بولی۔

''توبہ ہے..... دن میں بیسیوں بار فون۔ شاہ جی کو کیا ہو گیا ہے؟'' کرن منہ بنا کر بولی۔

''ان کا قصور نہیں یار! خاندان کی پہلی لڑکی، کو ایجوکیشن میں آئی ہے۔ فکرمند تو ہوں گے بے چارے۔'' جوہی نہایت فکرمندی سے بولی۔

''چھوڑو ایسا فکر و غم۔ ذرا میرے ساتھ چلو۔ دیکھو کہ کیسی محفل جما رکھی ہے لڑکوں نے۔'' کرن لاپروائی سے کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑی۔

''اور لڑکیوں نے۔'' جوہی اُس کا فقرہ مکمل کر کے ہاتھ چھڑا کر بولی اور تاسف

بھری نگاہ اس پر ڈال کر دیکھنے لگی۔

''ویسے تم کافی بور ہو..... اتنی مشکل پڑھائی میں انجوائے منٹ کا دخل نہ ہوا تو یہ ڈگری بہت طوالت اختیار کر جائے گی۔ وقت گزرنے کا نام نہیں لے گا۔'' کرن اس کی نگاہوں کا مطلب سمجھ کر شرمندہ سی ہو کر بولی۔

''ہوں۔'' جوہی نے اثبات میں سر ہلا کر نظریں جھکا لیں۔

'جوہی! اگر تم زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی ہو تو پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چھوڑ دو۔ ہر فن مولا ہونے کے لئے کود جاؤ ہر میدان میں۔'' کرن خوشگوار لہجے میں بولی۔

''مثلاً؟'' جوہی کا چہرہ سوالیہ نشان بن گیا تھا۔

''یہی، ڈانس پارٹی، سنگنگ وغیرہ۔ ذہن ریلیکس ہو جاتا ہے۔''

''کرن! ایک بات کہوں؟'' جوہی سوچتے ہوئے بولی۔

''فرماؤ جی۔ ایک کیوں، ہزار کہو۔'' کرن لگاوٹ سے بولی۔

''کرن! کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ اگر تم میری زندگی میں نہ ہوتی تو میں کیا ہوتی؟'' وہ ممنونیت سے بولی۔

''بے وقعت، بے حیثیت اور بے ذات۔'' کرن نے اسے چھیڑتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

''بالکل بھی نہیں..... سب کچھ ہوتی۔ صرف ڈاکٹر ہی نہ ہوتی۔'' وہ چونک کر بولی۔

''اونہہ..... صرف ڈاکٹر نہ ہوتی۔ بے وقوف! بتاؤ کیا ہوتی تمہاری پہچان؟ ایک عام گھریلو عورت، ایک اَن ریزن ایبل شوہر کی بیوی۔ بس..... یہ ہوتا تمہارا مقام اور یہ ہوتی تمہاری عزت۔'' کرن افسردہ سی ہو کر بولی۔ ''اور اس وقت تک چار چھ بچوں کی بیمار، بے بس اور مجبور ماں ہوتی۔''

''تمہیں تو سیلوٹ کرنے کو دل چاہنے لگا ہے۔ کبھی کبھار کسی ڈرامے کا کردار بن کر چھا جاتی ہو کرن! مجھے امپریس کر دیتی ہو ایکٹنگ سے۔ ویل ڈن۔ ویل ڈن۔ مجھے بعض اوقات ایسی باتیں بہت ڈسٹرب کرنے لگتی ہیں۔'' جوہی نے ناگواری سے کہا۔

''کون سی باتیں؟'' کرن حیرت سے بولی۔

''یہی، تمہاری آزاد خیالی اور جدت پسندی کی باتیں۔ ڈر جاتی ہوں۔''

جوہی سوچتے ہوئے بولی۔ ''عورت کو اپنے دائرے میں ہی رہنا چاہئے۔ چاہے بیسیوں ڈگریاں کیوں نہ حاصل کر لے۔'

''ناٹ ایگریڈ۔ اگر تمہاری ناچیز دوست ایسی نہ ہوتی تو سوچو کہ تمہارا فیوچر کیا ہوتا؟ ذرا سوچو تو، ایک گنوار، جاہل اور نک چڑھے کے ہتھے چڑھ گئی ہوتی۔'' کرن قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔

''یار! میں ایسی بھی گائے بھینس نہیں ہوں کہ ہانک دیا جاتا۔ زبان رکھتی ہوں، عقل و سمجھ اور احساسات رکھتی ہوں۔'' جوہی بیزاری سے بولی۔

''تو پھر اپنی حد میں رہ کر انجوائے کرنے پر اعتراض کیوں؟ میرے ساتھ اندر تو چلو۔'' کرن دھیمے لہجے میں بولی۔

جوہی اپنا اسکارف درست کرتے ہوئے تنقیدی نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

''کرن! اس اسکارف کی اپنی ہی تحریم ہے۔ یہ سب کچھ اس کی حد میں نہیں آتا۔ اور کان کھول کر سن لو جو تم نے کوئی غلط حرکت کی۔ وکیل چاچا کو بتا کر وہ جوتے لگواؤں گی کہ زندگی بھر یاد رکھو گی۔''

''تمہیں تو کل کے ایگزام کی بھی فکر نہیں عجیب ہی من موجی اور لا اُبالی لڑکی ہو۔ اللہ ہی تم پر رحم کرے۔'' جوہی نے سنجیدگی سے کہا۔

''بھئی تم نے تو ٹاپ کرنے کی ٹھان رکھی ہے اور میں تم سے چند مارکس کم لینے پر ہی مطمئن ہوں۔ کیونکہ زندگی سے انصاف کرنے کی بہت معمولی سی قیمت ادا کرنے میں کیا قباحت ہے؟'' کرن ڈھٹائی سے بولی اور اسے وہاں چھوڑ کر ہال کی طرف رخ کیا ہی تھا کہ جوہی نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

''کرن! باز آ جاؤ۔ ہم یہاں اپنا مستقبل سنوارنے آئی ہیں نہ کہ بگاڑنے۔ ثواب اور گناہ کے درمیان محض ایک دھاگے کی آڑ ہے۔ ہم بہت کمزور ہیں۔ ہم ایسے ماحول میں انوالو ہو کر خود کو آزمائش میں کیوں ڈالیں؟'' جوہی سمجھانے کے انداز میں بولی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ چلو گھر چلتے ہیں۔ بے چارے پیرنٹس انتظار کر رہے ہوں گے۔'' کرن ایک دم سے سنجیدہ ہو کر بولی۔

''مجھے بی بی جی کی نصیحت یاد آ گئی ہے۔ کالج کا فرسٹ ڈے۔ یاد ہے نا کس قدر

ایکسائٹمنٹ تھی ہمیں۔ بی بی جی نے محسوس کرلیا تھا۔ صبح ناشتے پر وہ مجھے کہنے لگیں، گناہ کی پہچان کو تم نہیں جانتی۔ میں تمہیں سمجھائے دیتی ہوں۔ کیونکہ تمہیں دنیا کی دلدل سے بچ کر رہنا ہے۔ ایسا کام جو دنیا والوں سے چوری چھپے، دغا فریب اور جھانسہ دے کر کیا جائے، جس کی پردہ پوشی کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا جائے، وہ عمل جسے آپ دنیا کے سامنے ظاہر کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کریں، اپنے ذلیل وخوار ہونے اور ندامت کے ڈر سے بے سکون ہو جائیں، وہ گناہ ہے۔ گناہ میں لذت بے تحاشا ہوتی ہے لیکن پچھتاوے کی کڑواہٹ اس پر حاوی ہو جاتی ہے۔ یہ ہے گناہ کی شناخت۔ اسے یاد رکھو گی تو دنیا کے سراب سے بچ کر نکل جاؤ گی۔'' کرن نظریں جھکائے ان کی باتوں پر غور کرنے لگی۔

''مجھے بھی بی بی جی نے سمجھایا تھا کہ گناہ میں لذت بے پناہ ہوتی ہے۔ مگر لذت کی عمر قلیل اور گناہ کی عمر طویل ہوتی ہے۔ اس لئے وقتی اور عارضی مزے اور لذت سے دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے کردار کی مضبوطی کی دعا کرتی رہنا۔ وہ تمہیں راہِ مستقیم پر رکھے گا۔''

جوہی نے سوچتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو کرن اس کا ہاتھ پکڑ کر جانے کے لئے چل دی۔

❀❀❀

مصطفیٰ اپنے کمرے میں سر جھکائے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی دلہن سارہ قریب ہی بیڈ پر لیٹی شوہر کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔ آخر تنگ آ کر پیار بھرے لہجے میں بولی۔

''شاہ جی! شادی کے یہ مہینے ایسے گزر گئے، جیسے چند دن۔''

''دراصل تم نے خوشی کا گُر سیکھ لیا ہے۔ مت بھولنا، شوہر کی بات پر سر جھکا لینا اور ہر طرح کے بحث مباحثے سے دُور رہنا۔ اسی سے بیوی خوشی حاصل کرتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ کر میوزک سسٹم پر مدھم آواز میں نصرت فتح علی خان کی قوالی ''تُو اِک گورکھ دھندا ہے'' لگا کر اس کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔

وہ ایک لمبی آہ بھر کر دکھ سے سوچنے لگی کہ مصطفیٰ ہر وقت بہن کی وجہ سے مضطرب رہتا ہے۔ مجھ سے بھی سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ بھلا یہاں میں کہاں قصوروار ہوں؟ وہ مجھ سے عمر میں بڑی ہونے کے باوجود ابھی تک آزاد پنچھی کی مانند زندگی گزار رہی ہے۔ شاہ جی بیٹے کی بات کیوں نہیں مان لیتے؟ کچھ میری زندگی میں بھی سکون نام کی کوئی چیز ہی آ جائے۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' وہ اسے غور سے دیکھ کر سنجیدگی سے بولا

''ایک بات کہوں، برا تو نہیں منائیں گے؟'' وہ اس کے قریب ہو کر بولی۔

''لگتا ہے تمہارا ساس نند سے جھگڑا ہو گیا ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

''ایسی بات تو نہیں۔ بس یونہی۔'' وہ کسمسائی۔

''ماں کے گھر جانے کو دل چاہ رہا ہے کیا؟'' وہ مسکرا کر بولا تو اُس کی ہمت بندھی۔

''دراصل بات ہی ایسی ہے کہ کہتے ہوئے اچھا نہیں لگ رہا۔ مگر اس گھر کی عزت کی خاطر خاموش رہنا بھی درست نہیں۔''

''بولو بھی، کیا کہنا چاہتی ہو؟ خوامخواہ پریشان کئے جا رہی ہو۔'' وہ تلخی سے بولا اور بے چین ہو گیا۔

''کیا آپ کو علم ہے کہ جویریہ گھر لیٹ آتی ہے؟ یہ روز کا معمول ہے شاہ جی! میں نے کل ویسے ہی پوچھ لیا تو مسکرا کر ٹال گئی۔ خود کو بہت پارسا سمجھتی ہے۔ مگر مجھے دال میں کالا نظر آ رہا ہے۔'' وہ آہستگی سے کہہ کر اندر سے کانپ گئی۔ مصطفیٰ کے چہرے کے تاثرات میں فکرمندی اور جلال بڑھ گیا۔

''یہ بات تھی تو پہلے کیوں نہ بتایا؟ اسے فوراً گھر بٹھا دیتا۔''

''شاہ جی آپ کی سننے سے تو رہے۔ ہاں، مرتضیٰ سے بات کر کے دیکھیں۔ وہ ہی اُنہیں سمجھانے کی کوشش کرے۔'' وہ ملائمت سے بولی۔

''مرتضیٰ..... ہوں۔ اُس نے تو چوڑیاں پہن رکھی ہے۔ نہ حجرے میں بیٹھتا ہے، نہ کسی سے میل ملاپ رکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ جب سے شادی ہوئی ہے، کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتا۔ بن گیا ہے جورو کا غلام۔'' وہ غصے سے بولے جا رہا تھا۔ سارہ سہم کر اس سے پرے ہو گئی۔

''تم کیوں ڈر رہی ہو؟ غصہ تم پر نہیں، دوسروں پر ہے۔'' وہ قریب ہو کر بولا تو سارہ نے محبت سے مغلوب ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''شاہ جی! گدی نشینی تو آپ کو ملنے والی ہے۔ وہ اپنا وقت ضائع کیونکر کرے؟''

''میرے ساتھ رہ کر سمجھ دار ہو گئی ہو۔'' وہ اس کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا تو وہ شرما کر اپنا دوپٹہ درست کرنے لگی اور دل میں سرگوشی کی۔

'دیر آید درست آید۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے۔'

مصطفیٰ کے اندر جو تلاطم برپا رہتا تھا، اس کے اثرات اُس کی شخصیت میں نمایاں ہونے لگے تھے۔ وہ شعوری اور لاشعوری طور پر والدین سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ جس کا احساس انہیں مارے جا رہا تھا۔ وہ بھی ہر وقت ہراساں و پریشان نظر آتے۔ جو ہی،

بھائی کا سامنا کرنے سے کتراتی، اُسے وحشت ہونے لگتی، جب کبھی بھائی سے ٹکراؤ ہو جاتا۔ کیونکہ اس کی کوفت اور ناگواری اس سے برداشت کرنا مشکل ہو جاتی۔

جوہی ناشتے کے لئے ڈرائنگ روم میں پہنچی تو ملازمہ نے جلدی سے گرما گرم خوشبو بکھیرتی ہوئی چائے ٹیبل پر رکھ کر بریڈ کے دو سلائس کے ساتھ مکھن اور جیم رکھا۔ اس نے پہلا بائٹ لیا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور دھماکے سے بند ہو گیا۔ مصطفیٰ سامنے کھڑا خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ وہ بری طرح لرز گئی اور ایک خوفزدہ سوچ ذہن کے ہر گوشے میں سما گئی۔ اس نے چائے کا سپ لے کر دوسرے مگ میں ٹی پاٹ سے چائے ڈالتے ہوئے خود پر قابو پانے کی کوشش کی اور احتراماً کھڑی ہو گئی۔ ماسی کو آواز دے کر بولی۔

''بھائی جان کے لئے بھی ناشتہ لے آؤ۔''

'بھائی جان! آج اتنی صبح کیسے اُٹھنا ہوا؟ ہم تو ٹھہرے سٹوڈنٹ۔ رات کو لیٹ سونا، صبح جلدی جاگنا۔ بس اس چکر میں دن رات گزر رہے ہیں۔''

''تم میرے جاگنے سے پہلے چلی جاتی ہو۔ رات گئے تک واپس نہیں آتی۔ یہی وقت مناسب لگا تم سے بات کرنے کا۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''بھائی جان! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں عموماً تین بجے گھر پہنچ جاتی ہوں۔ کبھی کبھار لیب میں ایک آدھ گھنٹہ زیادہ لگ جائے تو دیر ہو جاتی ہے۔ بہت مشکل پڑھائی ہے۔'' وہ موڈ کو نارمل اور خوشگوار رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

''تم آرام سے گھر بیٹھو۔ کیا ضرورت ہے یوں مارے مارے پھرنے کی؟ اس گھر پر بھی اللہ کا فضل و کرم ہے۔ جس گھر میں جاؤ گی، وہاں بھی اپنی تقدیر کے ساتھ ہی جاؤ گی۔ اب تو لوگ بھی طرح طرح کی باتیں بنانے لگے ہیں۔'' وہ ناراضگی اور قہر سے بھنوئیں چڑھا کر بول رہا تھا۔ وہ تاسف بھری نظروں سے دیکھ کر بمشکل اتنا ہی کہہ پائی۔

''کون لوگ؟''

''اب ایک ایک کا نام تو بتانے سے رہا۔ نہ جانے شاہ جی کو کیا ہو گیا ہے؟ گونگے، اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں۔ اپنی سمجھ اور عقل کھو بیٹھے ہیں۔'' وہ مونچھوں کو بل دیتے ہوئے بیزاری سے بولا۔

''بھائی جان! خدارا ایسی باتوں پر یقین کرنا چھوڑ دیں۔ مجھے بھی آپ کی طرح اس خاندان کی عزت بہت عزیز ہے۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔

''اگر ایسا ہوتا تو تم یوں ہمارا منہ کالا نہ کرتی پھرتی۔ میں جانتا ہوں تمہارے کالج کی ریپوٹیشن کو۔ بیسیوں کہانیاں ہیں میرے پاس۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری کہانی بھی ان میں شامل ہو جائے۔ دنیا کو ہم کیا منہ دکھائیں گے؟ لوگ ہم سے نصیحت لینے اور مرادیں مانگنے آتے ہیں۔ کل کلاں وہ بھی ہم پر تھوکیں گے۔'' وہ زبان سے انگارے بکھیرتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

وہ ناشتہ وہیں چھوڑ کر تقریباً بھاگنے کے انداز میں اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر گر کر سسکیاں بھرنے لگی۔ اس کی تمام حسیات میں وحشت اور خوف کُوٹ کُوٹ کر بھر گیا۔ وہ جو خود اعتمادی سے سانس لینا سیکھ گئی تھی، آج بھائی کی حقارت اور نفرت دیکھ کر پھر سے اپنے ہی مراق میں چلی گئی تھی۔ اسے یقین ہو چلا تھا کہ ایک بڑا طوفان آنے والا ہے، جس میں یہ سروائیو بھی کر سکتی ہے کہ نہیں۔ اس کی سماعتوں میں بھائی کا زہر گہرا ہوتا مثبت سوچ پر وار کئے جا رہا تھا۔ مفلوج ذہن اور غیر محفوظ دل کے ساتھ وہ بستر پر اوندھے منہ گری رہی۔ موبائل کی رِنگ پر بھی وہ نہ اُٹھ سکی جیسے کسی نے جسم سے روح بھی کھینچ لی ہو۔

'کاش بھائی جان! الزام تراشیوں سے پہلے پل بھر کو سوچ لیا ہوتا کہ آپ بھی ایک نہ ایک دن باپ جیسے خوب صورت رشتے میں منسلک ہو کر شاہ جی جیسے نرم اور رحم سے بھرپور دل کے مالک بن جائیں گے۔ تو پھر کیا سلوک روا رکھیں گے اپنی بیٹی کے ساتھ؟ کیا اس کے کشکول کو اپنی محبتوں اور ہمدردیوں سے خالی چھوڑ کر زمانے کی کلفتوں کے سپرد کر دیں گے؟ نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ آپ اپنے تمام فرسودہ اصول اور خود ساختہ قوانین تہہ تیغ کر دیں گے۔ میرا بھائی بن کر نہیں، بیٹی کا باپ بن کر سوچئے۔ شاید آنے والا طوفان رُک جائے۔' وہ سسکتی رہی اور خود سے باتیں کرتی رہی۔

❀❀❀

کرن گاڑی میں اُس کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی۔ وہ نہ تو فون اُٹھا رہی تھی، نہ ہی اُس کے آنے کے آثار تھے۔ وہ تیزی سے باہر نکل کر حویلی کے پچھلے گیٹ سے

اندر آ کر سیدھی حویلی کے بڑے ہال میں داخل ہوئی۔ جوہی کے کمرے کی طرف رخ کرنے سے پہلے صوفے پر مصطفیٰ کو براجمان دیکھ کر اس کے بدن میں جھرجھری سی پھر گئی۔ خود پر قابو پاتے ہوئے تھوڑے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

''بھائی جان! سب خیریت تو ہے؟ جوہی نے لیٹ کرا دیا۔ آج بہت اہم پریکٹیکل تھا۔ وہ ہے کہاں؟ لگتا ہے، سوئی ہی رہ گئی ہو گی۔''

''کرن! مجھے ایک بات کا جواب دو۔ جوہی کی زندگی برباد کرنے پر کیوں تُل گئی ہو؟ اس کی جان چھوڑ دو۔ مہربانی ہو گی تمہاری۔'' مصطفیٰ نے غیظ و غضب سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے مگر لہجہ بہت گرج دار تھا۔

''ہوا کیا ہے بھائی جان؟ کچھ بتائیں پلیز۔'' وہ حیرت سے کہہ کر جوہی کے کمرے کی طرف مڑی ہی تھی کہ مصطفیٰ سامنے آ کر بپھر کر بولا۔

''وہ گھر دیر سے آتی ہے۔ بتاؤ کہاں ہوتی ہے وہ؟''

''میرے ساتھ ہوتی ہے بھائی جان! کرن اس کے غصے کو اگنور کر کے پُرسکون لہجے میں بولی۔

''یہی تو پوچھ رہا ہوں۔ کالج کے بعد کہاں جاتی ہے؟ جواب دو۔'' وہ چیخا۔

''میرے ساتھ ہی گھر واپس آتی ہے۔ یہ گھٹیا اور تحقیر آمیز باتیں کہاں سے سن لیں آپ نے؟'' وہ اس کی نظروں سے بچنے کے لئے منہ دوسری طرف موڑ کر حقارت سے بولی۔

''تم بکواس بند کرو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ بگاڑ کے رکھ دیا ہے اسے۔ ایک کوڑی کا نہیں چھوڑا۔ ایک دن وہ بھی تمہاری طرح ننگے سر پھر رہی ہو گی۔'' وہ اُنگلی سے اُسے باہر جانے کا اشارہ کر کے نفرت انگیز لہجے میں گرجا۔

''آپ بھی منہ سنبھال کر بات کریں۔ مجھ پر رعب ڈالنے کا حق آپ کو کس نے سونپا ہے؟ مجھے اس کا جواب چاہئے۔ آج کے بعد ذرا سوچ سمجھ کر میرے راستے میں آیئے گا۔'' کرن بھی اسی والیم سے چیخی تو بی بی جی لڑکھڑاتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر نکل کر حیرت سے دیکھنے لگیں۔ معاملہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ مصطفیٰ پھنکارتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور کرن، جوہی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کمرے کا دروازہ تو کھلا ہوا

تھا۔ کمرے کے اندر پہنچ کر اس نے جوہی کو پکارا مگر جواب نہ پا کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تو واش روم میں شاور کی آواز پر قدرے مطمئن ہو کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ وہ یہ سوچتے ہوئے خوش بھی تھی، پژمردہ بھی تھی کہ کم از کم آج اُس نے مصطفیٰ کی طبیعت تو صاف کر دی۔ دکھ اس بات کا تھا کہ یہ اپنی سوڈ نہ ہوتا تو بہتر تھا۔ آخر میں ہوں تو آؤٹ سائیڈر۔ کیا فائدہ ہوا میرے ویل ایجوکیٹڈ ہونے کا کہ غصے میں تمام مینرز کو بالائے طاق رکھے، مصطفیٰ کے لیول پر آ گئی۔

'ویری بیڈ کرن! میراری ایکشن بہت اموشنل تھا' اذیت ناک چبھن نے اس کا سکون غارت کر دیا۔ اس نے اضطراری کیفیت میں واش روم کا دروازہ ناک کیا۔ ساتھ ہی پھر غصہ غالب آ چکا تھا۔

'سٹوپڈ، ایڈیٹ۔ آئے ہیں مجھے برا بھلا کہنے۔ سمجھتے ہیں، جوہی سے بات کر رہا ہوں، تُوں تڑاخ سے۔ آج میرے ایک جملے نے دماغ کو درست کر ہی دیا ہوگا۔'

اسی ثانیے جوہی واش روم سے باہر نکل آئی۔ کرن کو دیکھ کر منہ دوسری طرف کر کے اُمڈے ہوئے سیلاب پر قابو پانے لگی۔

''آئی ایم ناٹ فیلنگ ویل ٹوڈے۔ کالج جانا بہت مشکل لگ رہا ہے۔''

''میری طرف دیکھو۔ رو رہی ہو؟'' کرن ہمدردی اور ترحم آمیز نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آج کی صبح ہم دونوں کے لئے بہت سے پیغام لے کر طلوع ہوئی ہے۔'' کرن نے آہ بھر کر کہا۔

''نہیں تو۔ ہاں، طبیعت بہت ناساز ہے۔ رات بھر سوئی نہیں۔'' جوہی آنکھیں چار کئے بغیر بولی۔

''مجھ سے اپنا درد کیوں چھپا رہی ہو؟ ابھی سے دل چھوٹا کرو گی تو دلِ ناتواں، مصطفیٰ کے کچوکے برداشت نہیں کر سکے گا۔'' کرن نے دکھ سے کہا مگر جوہی خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

''میں نے بھی صبح سویرے بہت کرارا اور چٹ پٹا ناشتہ کیا ہے، بمع صلواتوں کے۔ ہضم کرنا مشکل ہو رہا ہے۔'' وہ پھر بولی مگر دوسری طرف جامد خاموشی تھی۔

''مجھے مصطفیٰ بھائی ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ خوامخواہ دوسروں کی زندگی میں دخل اندازی کرنا، مشکلات کو کم کرنے کے بجائے بڑھاتے چلے جانا اور روکھا سوکھا، بے تکا رعب اور دبدبہ جھاڑنا۔ سمجھتے ہیں، اس سے وقار و تحریم بڑھتی ہے۔'' کرن نے بیزاری سے کہا۔

''بھائی جان تو بہت اچھے ہیں۔ ہم سب ان کو سمجھ ہی نہیں پائے۔'' وہ بھائی کے خلاف ایک لفظ سننے کو تیار نہیں تھی۔ چہرے کی رنگت متغیر تھی۔

''جانتی ہوں تمہارے بھائی کو۔ ویری اَن زیزن ایبل پرسن۔ اُس کی خصلتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش مت کرو۔ میں سب جانتی ہوں۔''

''چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ کالج چلتے ہیں۔ یہاں رہ کر سارا دن جلنے کُڑھنے سے مصطفیٰ بھائی کا مقصد پورا ہو جائے گا۔''

''ایسی بات نہیں۔ میں ہی جذباتی ہو گئی ہوں۔ وہ بے چارے بہت فکرمند ہیں میرے لئے۔ ان کا مسئلہ تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔'' وہ بھائی کی سائیڈ لے کر کھڑی ہو گئی۔ ''تم ٹھیک کہتی ہو۔ چلتے ہیں کالج۔ آج بہت اہم پریکٹیکل ہے۔''

''ذرا آئینے میں اپنی شکل مبارک ملاحظہ فرماؤ۔ قسم سے بارہ بج رہے ہیں۔ اور یہ لو کاجل۔ آج اپنے رنج والم میں اس کی بھی عزت افزائی کر دو۔ دوسروں کو دھوکا دینے میں کمال کا کام کرتا ہے۔'' کرن کھسیانی سی ہو کر بولی۔

جوہی ہلکا سا مسکرا کر لیب کوٹ پہنا کر اسکارف اوڑھ کر بیگ اٹھایا اور کرن کے ساتھ باہر نکل گئی۔ راستے بھر دکھ سے سوچتی رہی۔ بھائی جان! آپ کے اس ردِعمل کی تک نہیں بنتی۔ میری زندگی کے ہر اہم موڑ پر پیچ در پیچ پرابلمز مجھے ویلکم کہنے کے لئے بے تاب رہے آپ کی وجہ سے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہیں حل کرنے میں آپ کا رول ہمیشہ نگیٹو ہی رہا۔ اگر بھائی ایسے ہوتے ہیں تو کرن کتنی خوش نصیب ہے جو اس رشتے سے محروم ہے۔

کرن کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے سوچے جا رہی تھی کہ میں نہ تو بھائی کے رشتے کی چاشنی کو محسوس کر سکتی ہوں نہ ہی اس بارے میں لمبی چوڑی تمہید باندھ سکتی ہوں۔ شاید بہنوں کا پیار ایسا ہی کھرا اور سچا ہوتا ہو جیسا جوہی کا مصطفیٰ سے ہے۔ کیا

مجال کہ میرے منہ سے اس کے خلاف ایک لفظ بھی سن جائے۔ وہ اُس کی طرف دیکھ کر پھر بھاگتی ہوئی سڑک کی طرف دیکھنے لگی۔

دونوں کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ دونوں مختلف زاویے سے سوچے جا رہی تھیں۔ مگر چہرے کی خاموشی ان کی اندرونی کیفیات کی ترجمانی کر رہی تھی۔ نہ جانے کل کی صبح ان کے لئے کیسا سندیسہ لے کر آئے۔ دونوں اس سے بے خبر تھیں۔ مگر خدشات اور خوف اُن کی رگ رگ میں اُتر چکا تھا۔

کالج کا گیٹ نظر آیا تو جوہی نے اسے بے معنی نظروں سے کتنی دیر تک دیکھا، پھر عمارت کو گھورتی ہوئی کرن کے ساتھ اندر چلی گئی۔ بعض اوقات دکھ اور درد کا پیمانہ اتنا ہمہ گیر ہو جاتا ہے کہ پھر ذہن میں مثبت سوچ کا گزر تک نہیں ہوتا۔ اور دل کل کے تلخ ہونے کی گواہی دینے لگتا ہے۔ کچھ ایسا ہی حال جوہی کا تھا۔

❁❁❁

شاہ جی اور بی بی جی تہجد گزار کپل تھا۔ فجر کی نماز کے بعد بی بی جی اپنے ہاتھ سے ہلکا پھلکا ناشتہ بناتیں۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد دونوں سو جایا کرتے تھے اور پھر نماز چاشت کے لئے بیدار ہوتے اور دن کی روٹین شروع ہو جاتی۔

آج علی الصبح ہال میں شور شرابہ اُنہیں ہراساں کر گیا۔ شاہ جی تو مارے پریشانی کے بستر سے اُٹھ نہ سکے۔ بی بی جی عالمِ غنودگی میں لڑکھڑاتی ہوئی بمشکل باہر نکل تو آئیں مگر معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ سکیں۔

بی بی جی جہاندیدہ خاتون تھیں۔ مصطفیٰ کے غصے کی چنگاریوں کو ہوا دے کر پورے گھر کو آگ کی گرفت میں نہیں دینا چاہتی تھیں۔ صبر و تحمل کا دامن تھامے واپس کمرے میں جا کر پلنگ پر لیٹ گئیں۔ مگر ذہن تھا کہ کسی پل سوچوں سے عاری نہ ہوا۔ دل اپنی جگہ بے تحاشا پژمردگی میں گھرا رہا۔ اسی عالم میں دو ہفتے گزر گئے۔ ان دنوں میں شاہ جی اور بی بی جی کا چاہتے ہوئے بھی مصطفیٰ سے کھانے پر، نہ حجرے میں اور نہ ہی بڑے ہال میں آمنا سامنا ہوا تھا۔

حویلی کے باقی گھرانوں میں خوشیوں کا راج تھا۔ رونق تھی۔ گپ شپ کی بہار تھی۔ مگر ان کے گھر میں کاٹ کھانے والی خاموشی نے بسیرا کر لیا تھا۔ ایسی خاموشی کی

تہہ میں جان لیوا شوریدگی، ہلچل، توڑ پھوڑ ہر پل بڑھا کرتی ہے۔ اس میں کمی واقع نہیں ہوا کرتی۔ بظاہر ماحول میں سکوت اور ٹھہراؤ لگ رہا تھا۔ جوہی روزانہ اپنے کالج جا رہی تھی۔ ہر صبح جوہی جونہی ناشتے سے فارغ ہوتی، بی بی جی اسے لان تک چھوڑنے آتیں کہ کہیں پھر مصطفیٰ اُسے پریشان نہ کر دے۔

آخر کار بی بی جی کے صبر کا پیمانہ ایسے چھناکے سے ٹوٹا کہ جس کی کرچیاں پوری حویلی میں بکھر گئیں اور ہر ایک کی اپنی عقل و سمجھ کے مطابق قیاس آرائیاں اور پیشنگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کسی نے موردِ الزام جوہی کو ٹھہرایا تو کسی نے مصطفیٰ کے بی ہیو پر زبان دانتوں تلے دبا لی اور کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ استغفار کی گردان جپنا شروع کر دی۔

بی بی جی نے بیٹے کی ڈھٹائی سے بیزار ہو کر اُسے گوشۂ تنہائی میں بلانا چاہا تو ملازمہ تھر تھر کانپتے ہوئے بولی۔

''بی بی جی! مجھے معاف کر دیں۔ میں بلانے نہیں جاؤں گی۔ وہ تو بے عزتی کر دیتے ہیں فٹافٹ۔ اور من من بھاری گالیوں سے خاطر کر کے رکھ دیتے ہیں۔''

بی بی جی نے اسے تسلی دی اور قدرے خفگی سے کہا۔ ''میرا بیٹا کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ خوامخواہ ہر ایک نے بات ہی گھڑ لی ہے۔ خوامخواہ کے بہتان اور الزام۔ جاؤ! وہ تمہیں کھا نہیں جائے گا۔ اسے کہو کہ بی بی جی یاد کر رہی ہیں۔''

بی بی جی، ملازمہ کے انکار پر فوراً اپنے بگڑے ہوئے موڈ کو درست کر کے بولیں۔ آخر ماں تھیں۔ بیٹے کے بارے میں کسی کے منہ سے غلط الفاظ کیسے سن سکتی تھی؟ ایک امید کی کرن کے ساتھ خود ہی اُٹھیں اور مصطفیٰ کے کمرے کی طرف چل دیں۔

مصطفیٰ کمرے میں موبائل پر بزی تھا۔ ماں کو کمرے میں دیکھ کر اچنبھے سے فون ہی بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے ساتھ بوکھلاہٹ بھی پھیلنے لگی تھی۔ کیونکہ ماں کے تاثرات چہرے پر مرقسم تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ بالآخر اس کی کلاس لینے کا دن آ ہی گیا۔ جس سے یہ ہفتوں سے چھپتا پھر رہا تھا، وہ ابھی اسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ بی بی جی کی ملائمت سے بھرپور مگر الفاظ کی سختی لئے ہوئے آواز اُبھری۔

''بیٹا! بہن کی عزت اور بہتان بازی کے بعد کرن سے منہ ماری کرنا کس قدر غیر مہذب حرکت ہے۔ مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی۔ ایسا تم نے کیا سوچ کر کیا؟''

''میں نے آج تک تم جیسا بے صبرا اور غصیلا لڑکا اپنے خاندان میں نہیں دیکھا۔ حویلی میرے سسرالی شریکوں سے بھری ہوئی ہے۔ جانتے ہو ہمیں کس کس کی سننی نہیں پڑیں۔ اگر تمہارے یہی لچھن رہے تو گدی نشینی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ تمہارے چچیرے بھائی اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔''

''ان کا حق کہیں سے نہیں بنتا بی بی جی! شاہ جی اپنے والد کی بڑی اولاد ہیں اور آگے میں ان کی سب سے بڑی اولاد۔ گدی نشینی تو ہمارے نصیب میں لکھی گئی ہے۔'' وہ نرمی سے بولا مگر لہجے میں کبرّ و پندار کی جھلک نمایاں تھی جو اس کی گھٹی سے ہی اسے ملی تھی۔

''بس اسی خوش فہمی میں ہی رہنا۔ گھر والوں سے تو تمہاری بنتی نہیں۔ باہر والوں کی ذمہ داریاں کیسے اٹھاؤ گے؟ ایسی فطرت کے لوگوں کے ہاتھ میں فیض یابی نہیں ہوتی۔ ان کا ہر کلام بے اثر اور ہر دعا عرشِ بریں پر پہنچنے سے پہلے ہی واپس پلٹ آتی ہے۔'' وہ ناگواری سے بولیں۔

''بی بی جی! وکیل چاچا کا گھرانہ ہماری قدروں کو قطعاً نہیں جانتا۔ اس لئے تو مسائل دن بہ دن بڑھتے ہی گئے ہیں۔ آپ کرن کی وجہ سے جذباتی ہو رہی ہیں۔ ورنہ ایسا کیا گناہ کر ڈالا ہے کہ آپ دھمکیوں پر اُتر آئی ہیں؟'' وہ ماں سے مصالحت کا سوچ کر پست آواز میں بولا۔

''تمہارے خود ساختہ مسائل کا حل تو ہمارے پاس ہے نہیں۔ ہاں جہاں تک ہمارا اور جوہی کا معاملہ ہے اور کرن کے تعلق و ربط کا اعتراض ہے تو یہ سب تمہاری ذہنی اختراعات ہیں۔ بیٹے! ہمیں اس عمر میں پریشان کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ نہ جانے کتنی بیماریاں حملہ آور ہو جائیں گی۔ ہم پر رحم کرو۔ اور اپنی ذات سے غرور و تکبر کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکو۔ بس یوں سمجھو کہ تم نے جن کو کوزے میں بند کر لیا اور شیطان کو ایڑی سے کچل دیا۔'' وہ بھی پیار سے سمجھانے لگیں تو مصطفیٰ ایک دم اپنا کنٹرول کھو کر ماں کو دیکھنے لگا اور سوچتے ہوئے لبوں کو دانتوں کے نیچے دبانے لگا اور تھوڑے توقف کے بعد کوفت سے بھرپور لہجے میں بولا۔

''دراصل مجھے جویریہ کا کرن کے ساتھ ہر وقت کا اُٹھنا بیٹھنا پسند ہی نہیں۔ وہی تو

ہمارے تمام مسائل کی جڑ ہے۔ کم بخت نے جویریہ کو بھی اپنے جیسا کر ہی لیا ہے۔ بس اب ننگے سر پھرنے کی کسر باقی ہے۔ دوپٹے کی آڑ میں ہی تو آپ کو جھانسہ دے کر نہ جانے کیا کیا گل کھلاتی پھر رہی ہے۔''

''آج کے بعد تم نے ایسی بات منہ سے نکالی تو اس حویلی سے نکال دوں گی۔ بدتمیز کہیں کا۔ دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مصطفیٰ! وہم و شک کا کوئی علاج نہیں۔ خدا کے لئے اس خودساختہ بیماری سے باہر نکل آؤ اور کم از کم کرن کو منا لو جس کی تمہیں بے عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔'' وہ غصے سے کہہ کر افسردہ ہو گئیں۔ ''جانتے ہو مشکل وقت میں وہ کیسے ہمارے کام آئے تھے۔ ورنہ آج بہن کے رشتے سے محروم ہی ہوتے تم۔''

''کاش ایسا ہی ہوتا۔ وہ سر جھٹک کر ناگواری سے بولا۔ آنکھوں میں نفرت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

''بیٹا! اگر اس کے والدین کو پتہ چل گیا تو بہت برا ہو گا۔ مدتوں کے مراسم پل بھر میں ختم ہو جائیں گے۔'' وہ پریشان سی ہو کر بولیں۔

''خدا کی قسم! اگر کرن، وکیل چاچا کی بیٹی نہ ہوتی تو مجھ سے ایسی پٹتی کہ میرے سائے سے بھی پناہ مانگتی۔ ایسی بدزبان اور بے لحاظ لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اس کی قربت میں جویریہ کیسے مہذب رہ سکتی ہے؟ اور آپ فرما رہی ہیں کہ کرن کو منا لوں۔ یہ خوب رہی۔'' وہ نفرت و حقارت سے بولا۔

''ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے میری بات سنو۔'' وہ آہستگی سے بولیں تو مصطفیٰ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور تلخی سے بولا۔

''بی بی جی! میں جوان ہو گیا ہوں۔ اب مجھے نصیحتیں کرنا بند کریں۔ میں اپنا اچھا اور برا جانتا ہوں۔ جا کر اپنی بیٹی کی کلاس لیں جو راتوں کو گھر دیر سے آتی ہے۔ اب کون سے نئے کالج میں داخلہ لے لیا ہے، ذرا مجھے تو بتائے۔''

''خدا کا خوف کرو مصطفیٰ! ایسی غلط فہمیوں کو ہوا مت دو۔ ہمارے خاندان کے لئے بہت زوال کا سبب بنیں گی تمہاری یہ باتیں۔ ذکرِ الٰہی شروع کرو۔ تہجد سے تمہارا غصہ قابو میں آ جائے گا۔ درس و تدریس سے شیطانیت دُور ہوتی ہے۔ تمہارا غصہ تمہاری تمام اچھائیوں پر حاوی ہے اس وقت۔ اور تکبر تو ہے سراسر تباہی اور مفلسی۔'' وہ

تاسف بھرے لہجے میں بولیں۔

''اپنی عزت کو لٹتا ہوا دیکھ کر کیسے صبر کر جاؤں؟ کیسی انہونی بات کرتی ہیں آپ؟ اور اوپر سے شاہ جی کو بھی آپ نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھا ہے۔ وہ تو کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتے۔'' وہ بے بسی سے بولا۔

''ہمیں اپنی بچی پر پورا بھروسہ ہے۔'' وہ پُراعتماد لہجے میں بولیں۔

''آپ کی آنکھوں پر ممتا کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ آپ مجبور ہیں اپنے پیار کے ہاتھوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی خاموشی سے اس گھر کا تماشا بنتے دیکھوں؟ لیکن یاد رکھیں کہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ جویریہ کا کالج جانا بند ہے کل سے۔'' وہ بھڑکیلے انداز میں بولا۔

''تم اپنا فیصلہ اپنے پاس ہی رکھو۔ جویریہ کے شاہ جی اُس کے سر پر موجود ہیں۔ جیسے وہ تمہارے مستقبل کی بہتری کے بارے میں سوچتے ہیں، جویریہ کے لئے انہوں نے اپنی سوچ پر پہرے نہیں بٹھا رکھے کہ دوسرے اس کی آنے والی زندگی کے فیصلے کرنا اپنا حق سمجھنے لگ جائیں۔'' وہ بھی رعب سے بولیں۔

''بی بی جی! میری بات مان لیں۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ جب پانی سر سے گزر گیا تو ہوش میں آنے کا پھر کیا فائدہ؟ وہ خود تو ڈوبے گی ہی، ہمیں بھی لے ڈوبے گی، اپنی رسوائی اور بربادی کے ساتھ۔'' وہ دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

''کچھ نہیں ہونے والا۔ لگتا ہے تم بہن کو فطرتاً جانتے ہی نہیں ہو۔ میں چلتی ہوں۔ کوئی فائدہ نہیں تم جیسے جاہل سے بات کرنے کا۔''

وہ بے بسی سے کہہ کر کھڑی ہو گئیں تو مصطفیٰ نے اُنہیں پکڑ کر بٹھا لیا۔ ''آج اس موضوع پر بات چل ہی نکلی ہے تو ذرا اور سہی۔''

''بی بی جی! یہ پہاڑے تختیاں تو ختم ہوئیں خدا خدا کر کے۔ اب جویریہ کے ہاتھ میں چاقو چھریاں آ گئی ہیں۔ کاٹنا پیٹنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اسے خون دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے۔ ایک دن ہم پر بھی وار کرنے سے باز نہ آئے گی۔ انسانی خون کی اپنی ہی وحشت ہوتی ہے۔ کیوں کہا جاتا ہے کہ پہلے قتل کے بعد قاتل ایسا بے باک اور نڈر ہو جاتا ہے کہ بار بار قتل اُس کا مشغلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ جویریہ کو نہ خون

اور نہ ہی موت سے ڈر لگتا ہے۔ وہ ایمرجنسی وارڈ میں پریکٹیکل کر رہی ہے آج کل۔ کچھ خبر بھی ہے آپ کو؟''

''اُف! تم تو نرے احمق نکلے۔ میں نے مڈل پاس کیا تو شادی ہو گئی، اس کے بعد دنیا میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ مگر میں دنیا کے رنگ اور ڈھنگ محسوس کرتی ہوں۔ تمہارا واسطہ تو بھانت بھانت کے لوگوں سے پڑتا ہے ہر وقت۔ مگر افسوس کہ تم نے کچھ بھی نہ سیکھا۔ خون کی عادت اور موت سے مانوسیت کیا اُسے قاتل بنا دے گی ہمارا؟ کیا فضول سوچ ہے تمہاری۔ بے وقوف! اُس کا پیشہ تو خدمتِ خلق کے زمرے میں آتا ہے۔ کاش! تم پڑھ لکھ جاتے تو تمہارا دماغ ہر بات کو نفی کی طرف نہ لے جاتا۔'' وہ افسردگی اور پشیمانی سے بولیں۔

''بی بی جی! قانون اور اس کا جھوٹ سچ۔ واہ! کافی مہارت حاصل کر لی ہے آپ نے۔ یہ سب کیا دھرا اس وکیل گھرانے کا ہے۔ پہلے میری بہن کو، پھر میری ماں کو اندھا بہرا کر دیا۔ خدا کے لئے سب سے پہلے وکیل چاچا سے ختم کریں۔ سب درست ہو جائے گا۔ ابھی تو آگے دیکھئے گا، جب جویریہ کا رشتہ طے کرنے کا وقت آئے گا۔ وہ مان کے نہ دے گی۔ بولیں پھر کیا کریں گی آپ، جب اپنی پسند کا چھوکرا لے کر آ گئی آپ کے سامنے؟'' وہ زہریلے لہجے میں بولے جا رہا تھا۔

''میرا دل تو چاہتا ہے کہ تمہاری زبان، گُدی سے نکال دوں۔ بھلا کوئی بھائی، بہنوں کے لئے یوں بھی بولتا ہے؟ بھائی تو تحفظ اور ٹھنڈا سائبان ہوتے ہیں۔ کیوں اپنی ہی ضد پر اڑے ہوئے ہو؟ نہ جانے کل تم اپنی بیٹیوں کے ساتھ کیسے کیسے ظلم کرو گے۔ اور اگر ان کا بھائی تمہارے جیسا بے حس اور جابر نکل آیا تو سونے پر سہاگے کا کام ہو جائے گا۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولیں۔

''بی بی جی! آپ بد دُعا دے رہی ہیں مجھے۔ میرے گھر میں بیٹی کیونکر پیدا ہو گی؟ بڑے بڑے مانے ہوئے پیروں نے پیشین گوئی کی ہے کہ میرے آنگن میں سات بیٹے پل کر جوان ہوں گے، اپنے دادا کی طرح۔'' وہ تکبر سے اکڑ کر بولا اور ایسی ہی مسکراہٹ اُس کے چہرے پر پھیل گئی۔

''اللہ میاں! اس نادان کو معاف کر دینا۔ بڑے بول بولنے والے عقلمند کیسے ہو

سکتے ہیں؟ بس اس پاگل کی باتوں کو درگزر کر دینا میرے مولا!'' وہ اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑے بولتی ہوئی باہر نکل گئی۔ دل خوفِ خدا سے لرز رہا تھا۔ آنکھوں میں تاسف بھرے سائے لہرا رہے تھے۔ ٹانگوں سے جیسے جان ہی نکل رہی ہو۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ کمرے کی کھڑکی سے جویریہ نے دیکھ لیا۔ بھاگ کر باہر نکلی۔ اُنہیں تھام کر ہال میں ہی صوفے پر لٹا کر جلدی سے ملازمہ کو آواز دی۔ آواز ایسی تھی جیسے ایک چیخ ہال میں گونج گئی ہو۔ مصطفیٰ کے کانوں تک پہنچی۔ حالانکہ اس کا کمرہ ہال کے عقب میں کافی فاصلے پر تھا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ چہرے پر طنزیہ تاثرات کے ساتھ موبائل پر دوست کا نمبر ملانے لگا۔

❀❀❀

والدین، مصطفیٰ کی خودسری، بے لحاظی اور بدزبانی سے تنگ تو آ چکے تھے، پریشان حال دونوں ہال میں بیٹھے اُلجھی ہوئی گتھیاں سلجھا رہے تھے کہ مصطفیٰ سامنے سے آتا ہوا نظر آیا۔ وہی لال بھبھوکا چہرہ، آنکھوں میں جلال اور چال میں تفاخر لئے ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اُس کے اس انداز میں آمد کا مقصد اُنہیں فوراً سمجھ آ گیا۔ اُس کی طرف سے گفتگو کی پہل کے انتظار میں خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر اضطراری کیفیت سے دوچار ہوتا ہوا بولا۔

''آپ نے جویریہ کے لئے رشتے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ وہ لوگ دس چکر لگا چکے ہیں۔ آپ کو کس گھڑی کا انتظار ہے؟''

''بیٹا! بیٹی کی زندگی کا فیصلہ کرنا اتنا آسان نہیں، جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔'' شاہ جی نرمی سے بولے۔

''اب جویریہ کے لئے رشتہ آسمان سے اُترنے سے تو رہا۔ نہ جانے آپ کو فیصلہ کرنے میں اتنی دشواری کیوں ہو رہی ہے؟ پہلے رشتے پر ہی دعائے خیر کہنے کا قانون لاگو کرنے والے ہمارے دادا تھے جسے ابھی تک حویلی کا ہر فرد مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ آپ کو اپنے والد محترم کے کسی اصول کا پاس نہیں رہا۔'' وہ چڑ کر بولا۔

''وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر لڑکا بالکل ہی گیا گزرا ہے۔ نرا اَن پڑھ۔'' وہ سوچتے ہوئے بولے۔

''شاہ جی! سیّد گھرانے کا ہے۔ اور کیا چاہئے؟ آپ نے شاید غور نہیں کیا کہ سیّد خاندان میں ہر دوسرے گھر میں کنواری بیٹیاں اپنی جوانی سے نکل چکی ہیں۔ کیونکہ ان کے لئے اپنی برادری میں رشتہ ہی نہیں تھا۔ لڑکیوں کی بہتات ہے۔ لڑکے آٹے میں نمک کے برابر۔ ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اسی پریشانی کا شکار ہو جائیں۔'' اُس کے لہجے میں بے پناہ فکرمندی تھی۔

''تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ آج وہ لوگ ہمارا آخری فیصلہ سننے آ رہے ہیں۔ ابھی تک سوچ ہی رہے ہیں۔ بس دل نہیں مان رہا۔ کہیں جویریہ پر جلد بازی میں زیادتی ہی نہ کر بیٹھیں۔'' وہ تذبذب میں بولے۔

''جتنا سوچیں گے، معاملہ اُتنا ہی گمبھیر ہوتا چلا جائے گا۔'' وہ اُلجھ کر بولا۔

''جب تمہاری بیٹی ہوئی نا، تو پوچھوں گا کہ یہ دل کے کتنے قریب رہتی ہے۔ بے ضرر اور بے عذرسی۔ معصوم اور دوسروں کی ہر دم محتاج۔'' اُن کی آنکھوں میں شدتِ رحم سے آنسو بھر آئے۔

''ایسی منحوس باتیں چھوڑیں۔ بس آج آپ نے دعائے خیر کے ساتھ ہی شادی کی تاریخ مقرر کر دینی ہے۔'' وہ سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ''یہ نہ ہو کہ کل پچھتانا پڑ جائے۔''

''ہوں..... اگر ہاں کر دی تو ظاہر ہے شادی میں دیر کاہے کو؟ پہلا قدم تو خیریت سے اُٹھا لیں۔ وہی منوں بھاری ہو گیا ہے۔'' وہ فکرمندی سے بولے۔

''مصطفیٰ بیٹے! ہم پہلے ہی بہت پریشان ہیں۔ ہمیں دباؤ میں فیصلہ کرنے پر مجبور مت کرو۔ یہ گُڈی، گُڈے کا کھیل تو ہے نہیں۔ دو زندگیوں کی خوشیوں کا سوال ہے۔'' بی بی جو خاموش بیٹھی باپ بیٹے کی گفتگو سن رہی تھیں، شاہ جی کو بیزار دیکھ کر بولیں تو مصطفیٰ ہونٹ سکیڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

اسی ثانئے ملازمہ تیز تیز قدم اٹھاتی بی بی جی کے پاس آ کر کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کچھ بولی۔ چال اور چہرے پر خوشی اُمڈ اُمڈ کر قربان ہوئے جا رہی تھی۔

''اللہ خیر۔'' بی بی جی کان اس کے قریب کر کے بولیں۔

''مبارک ہو جی۔ زبیدہ تائی نے ابھی ابھی بتایا ہے کہ آپ دادی بننے والی ہیں۔

سنا ہے آپ نے شاہ جی! مصطفیٰ کے ہاں بچہ ہونے والا ہے۔'' وہ فکرمندی میں گھرے شاہ جی کو ہلا کر بولیں۔ ''آپ دادا بننے والے ہیں۔''

''یعنی..... ہمارا پوتا..... ہمارا وارث۔ میں نے کل رات پوتے کو اپنی جھولی میں کھیلتے دیکھا ہے۔ مصطفیٰ کی ماں! ہو نہ ہو، پوتا ہی آ رہا ہے۔'' وہ ایک دم سے تمام پریشانی بھول کر چہکتے ہوئے بولے۔

'اس کے کرتوتوں سے تو بیٹی کا گمان ہو رہا ہے۔' وہ دل ہی دل میں بولیں۔

''جاؤ مصطفیٰ کو بلا کر لاؤ۔ بے چارہ کتنا پریشان رہنے لگا ہے۔ میں خوشی سے کہیں مر ہی نہ جاؤں۔'' وہ اپنے دل کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''اللہ نہ کرے۔ نہ جانے تمہیں خوشی اور غمی میں مرنے کا شوق سر پر سوار کیوں ہو جاتا ہے؟ یہ عورت بھی ایک پہیلی ہی ہے۔'' وہ مسکرا کر بولے۔

''ہاں تو مصطفیٰ کی ماں! آج ہی حلوائی کو بلا کر مٹھائی بنوا لیتے ہیں۔ محلے میں تقسیم کرتے ہیں۔ مزار پر لنگر کھلواتے ہیں۔ صدقے خیرات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نظرِ بد سے محفوظ رکھے میرے بچے کو۔ اب تو دیری کی وجہ سے میں بھی فکرمند رہنے لگا تھا۔ اب اس کا دماغ بھی درست ہو جائے گا۔ چلو اُس کے پاس جا کر اپنے بچے کے چہرے پر خوشی کا رنگ دیکھ کر ہم باقی پریشانیوں کو بھول جانے کی کوشش کرتے ہیں۔'' دونوں مصطفیٰ کی طرف چل پڑے۔

❀❀❀

ایک نرالی سی دلربا خوشی نے چار سُو ڈیرے جما لئے تھے۔ شاہ جی اور بی بی جی کے وجود میں ایسی توانائی بھر گئی کہ لاغر چال میں جان آ گئی۔ اور اب وہ آنے والے مہمان کے بارے میں باتیں کئے جا رہے تھے کہ ملازمہ نے آ کر اطلاع دی کہ حجرے میں کچھ لوگ ملنے آئے ہیں۔ شاہ جی اُٹھ کر حجرے میں چلے گئے۔ وہاں مصطفیٰ پہلے سے موجود تھا۔ شاہ جی بڑے تپاک سے ملے۔ لڑکے والوں کی طرف سے لڑکے کا چھوٹا بھائی تھا۔ آنکھیں جھکی ہوئی اور چہرے پر ندامت کا احساس تھا۔

شاہ جی بھی ایک دم سے مضطرب ہو گئے۔ کیونکہ آج مغرب کے بعد انہیں فیصلہ سنایا جانا تھا۔ مگر شاہ جی تو اس خوشی میں سب کچھ ہی بھول گئے تھے۔

''کیسے آنا ہوا؟'' شاہ جی نے نہایت لگاوٹ سے پوچھا۔ ''آپ تو مغرب کے بعد آرہے تھے۔''

''ہمارا آج آنا مشکل لگ رہا ہے۔ کیونکہ.....'' وہ بات مکمل نہ کر سکا اور خاموش ہو گیا۔

''آپ پریشان لگ رہے ہیں۔ کیا کوئی مسئلہ ہے؟'' وہ نرمی سے بولے۔

''دراصل آپ کی صاحب زادی بہت پڑھی لکھی ہے۔ بھائی جان ذرا گھبرا رہے ہیں۔'' وہ سر جھکا کر بولا۔ ''وہ ابھی فیصلہ نہیں کر پائے۔ آپ کو بھی سوچنے کا وقت مل گیا ہے۔ بھائی جان بھی اچھی طرح سوچ لیں۔ یہی اطلاع دینے آیا ہوں۔''

''اچھا، تو یہ خوشخبری سنانے آئے ہو۔'' مصطفیٰ طنزیہ انداز میں بولا۔ ''مجھے بھی یہی بات کھائے جا رہی تھی کہ لڑکا بالکل ہی گیا گزرا ہے۔ بے جوڑ رشتوں میں خانہ آبادی زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ آپ لوگوں نے بہت اچھا سوچا۔ ویسے آپ لوگ کافی دُور پار کی سوچنے والے ثابت ہوئے ہیں۔ اچھا ہوا تم اکیلے ہی چلے آئے۔ تمہارے خاندان کی بھی عزت رہ گئی۔ ورنہ آج تو ہم بھی انکار کا ہی سوچ کر بیٹھے تھے۔'' مصطفیٰ نے تلخ لہجے میں کہا اور مونچھوں کو بل دیتا ہوا باہر نکل گیا۔

مہمان بھی اُٹھ گیا۔ شاہ جی سے مصافحہ کیا اور تیر کی مانند دروازے سے باہر نکل گیا۔

''جس کام کو دل نہ مانے، استخارہ بھی ڈانواں ڈول ہی نکلے، اس کے لئے دو دلیلہ ہونا ایمان کی کمزوری ہے۔ آج مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔'' شاہ جی بھی ہاتھ جوڑے بڑبڑاتے ہوئے باہر نکل گئے۔ دل کی پژمردگی اور بیزاری کی جگہ طمانیت اور سکون نے لے لی۔ کیونکہ آج مصطفیٰ نے ایسا کمال کر دکھایا تھا کہ اُن کی عزت رہ گئی۔ ورنہ ان کی طرف سے انکار پر اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے۔''

❀❀❀

''آج پھر تمہاری صبح جوار بھاٹے کے ہمراہ طلوع ہوئی ہے۔'' کرن نے ٹوسٹ کا بائٹ لے کر قدرے لاپروائی کا اظہار کیا۔ کیونکہ جوہی نائٹ سوٹ میں تھی۔ سخت پریشان و ہراساں۔ اس نے جواب نہ دیا۔ خاموشی سے کرن کو دیکھنے لگی۔

''ویسے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ شیطان کو جونہی یاد کرو، فوراً حاضری دیتا ہے۔'' وہ قہقہہ لگا کر اُٹھی اور پھر اس کے تاثرات کو محسوس کئے بغیر بولی۔ ''آؤ، ناشتہ کرو اور بتاؤ کہ آج پھر مصطفیٰ بھائی سے ٹاکرا ہو گیا ہے کیا؟''

''کرن! اس سے بھی بڑا ڈی زاسٹر.... جلدی چلو۔ لگتا ہے آج کالج سے چھٹی ہی کرنی پڑے گی۔'' وہ اس کے آگے سے ناشتہ ہٹاتے ہوئے بولی تو کرن چونک اُٹھی۔

''کیا ہوا؟'' وہ پھر لاپروائی سے بولی۔

''اُف! تم کس قدر بے حس ڈاکٹر ثابت ہو گی۔ پیشنٹ زندگی اور موت میں پڑا ہو گا۔ مگر تمہیں رتی بھر پروا نہ ہو گی۔ تم جیسے لوگوں کے لئے یہ پیشہ درست نہیں۔ جاؤ کسی اسٹیج پر کسی ڈرامے کا کردار بن جاؤ۔'' وہ خفگی سے بولی۔ ''یہاں بھی موت اور زندگی کا سوال ہے۔ مگر تم ہو کہ.....''

''اچھا بتاؤ، کیا مسئلہ ہے؟ ناؤ آئی ایم سیریس۔'' وہ ایک دم سے ایکٹنگ کے موڈ سے باہر نکل آئی۔

''یہاں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ تم میرے ساتھ چلو حویلی۔''

کرن جھٹکے سے کھڑی ہو گئی اور تذبذب کے عالم میں اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔

جوہی اُس کو ساتھ لئے مصطفیٰ کے کمرے کی طرف چل پڑی۔ کمرے سے باہر ہی

سٹنگ روم میں بی بی جی، جاءنماز پر بیٹھی نفل پڑھ رہی تھیں اور سارہ کی ماں دروازے کے ساتھ چپکی پنج سورہ پڑھ رہی تھیں۔ کمرے سے سارہ کے ہائے ہائے کی اور زبیدہ دائی کی گھبراہٹ سے بھرپور تسلی دینے کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں۔ سارہ کی ماں اضطراری اور بے قراری کے عالم میں دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ سارہ اپنے بیڈ پر نیم دراز تھی اور ہونٹ خشک تھے۔ دردِ زہ سے آنکھوں کے نیچے سیاہ گہرے حلقے تھے اور چہرے کی رنگت پیلی پڑ گئی تھی اور وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ اپنی تکلیف پر قابو پانے کے لئے ہونٹ دانتوں کے نیچے دبا لیتی۔ ماں نے اسے پیار کر کے دم کیا ہوا پانی پلا کر جسم پر پھونک ماری اور باہر نکل گئی۔

دروازہ کھلتے ہی کرن اور جوہی بھی اندر چلی گئیں جنہیں سارہ کی ماں نے تنبیہی نظروں سے گھورا اور زبیدہ دائی نے سرگوشی کے انداز میں کہا اور پھر ڈانٹ کر بولی۔

''جاؤ یہاں سے تم دونوں۔ بے وقوف کہیں کی۔''

''یہاں کنواری بچیوں کا کوئی کام نہیں۔ جھلّی نہ ہوں تو۔''

وہ نادم سی ہو کر بی بی جی کے پاس بیٹھ گئیں اور اُنہیں سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں کہ سارہ بھابی کو ہاسپٹل لے جاتے ہیں۔ اناڑی دائی سے ڈلیوری کرانا مناسب ہرگز نہیں۔ اس میں ماں اور بچے دونوں کی جان جا سکتی ہے۔

سارہ کی ماں اپنی پیشانی کا پسینہ صاف کرتی ہوئی باہر نکل آئی اور بی بی جی کے قریب آ کر تسلی بخش لہجے میں بولی۔

''زبیدہ دائی کہہ رہی ہے، آدھے گھنٹے کی بات ہے بس۔''

''دائی کچھ نہیں جانتی بی بی جی!..... دو دن سے یہی سننے میں آ رہا ہے کہ صرف آدھے گھنٹے کی بات ہے۔'' کرن قدرے ناراضگی سے بولی۔ ''ایک جاہل اور ناتجربہ کار دائی کی بات پر یقین کر لیا ہے۔ مگر یہاں ہماری سننے والا کوئی نہیں۔''

''تم، ہم اور سب، ہسپتالوں میں پیدا نہیں ہوئے۔ چپ رہو۔ اگر مصطفیٰ نے سن لیا تو ہم سب کی شامت آ جائے گی۔ خاص کر تمہاری۔'' بی بی جی نے تسبیح پڑھتے ہوئے غصے سے کہا تو دونوں کونے میں جا کر کھڑی ہو گئیں اور کھسر پھسر کرنے لگیں کہ کیا، کیا جائے۔

جونہی ایک فلک شگاف چیخ کے ساتھ بچے کے رونے کی آواز سے اُبھر کر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی گواہی دی، بی بی جی اور سارہ کی ماں فوراً وہیں سجدہ ریز ہو گئیں۔

کرن اور جوہی پھر بھاگ کر اندر چلی گئیں۔ کمرے میں بیڈ پر خون ہی خون تھا۔ سارہ آنکھیں بند کئے نڈھال پڑی تھی اور نومولود، دائی کے ہاتھوں میں تھا۔ وہیں بیڈ پر لٹا کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ منہ لٹکائے دونوں کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

''سناؤ خوشخبری۔ کیسا ہے میرا پوتا؟'' بی بی پورے وثوق سے بولیں۔

''لڑکی ہے جی۔'' زبیدہ دائی کی نگاہیں شرمندگی سے ایسے جھکی ہوئی تھیں کہ جیسے سارا قصور اسی کا ہے۔''

بی بی جی کے چہرے پر ایک رنگ آیا اور گزر گیا۔ فوراً خود پر قابو پا کر بولیں۔

''مبارک ہو نانی بننے کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے مقدر روشن کرے اور اپنے والدین کے لئے ذریعۂ نجات ثابت ہو۔''

مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر بی بی جی نے بہن کو دکھ بھری نگاہوں سے دیکھا۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔

''اری پگلی! اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصطفیٰ پر رحمتوں کے دروازے کھل گئے ہیں۔'' وہ تسلی دینے کے انداز میں بولیں مگر ساتھ ہی آنکھیں اُبل پڑیں کہ ان کی جنس میں ایک اور بے وقعت اور بے قیمت ہستی کا اضافہ ہو گیا ہے۔

❀❀❀

ہال میں شاہ جی اور مصطفیٰ بیٹھے خوشخبری کے انتظار میں چائے پر چائے پیئے جا رہے تھے۔ بی بی جی دھیمے قدموں اور مردنی سی شکل بنائے ان کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

دائی صاحبہ دو دن کی شب بیداری اور سو کالڈ مشقت کے بعد اتنی نڈھال ہو چکی تھیں کہ بچی کو تولیے میں لپیٹ کر فرش پر ہی ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھ گئی۔

دونوں نے مل کر سارہ کو صاف ستھرا کیا، بچی کو نہلایا، اس کے بیٹوں والے کپڑے پہنا کر جی بھر کر پیار کیا اور دائی کو ہلا کر اٹھایا اور خوش دلی سے کہا کہ بڑے شاہ جی کو بلا لاؤ، اذان کے لئے۔

وہ آنکھیں ملتی ہوئی رنجیدہ ہوتی باہر نکل گئی۔ آج اگر اس کے ہاتھوں بیٹے کی پیدائش ہوتی تو کیا ہی بات تھی۔ یہ لوگ اس کی کوٹھڑی کو رزق سے بھر دیتے۔ وہ سوچتی ہوئی ہال میں سر جھکائے ہوئے مصطفیٰ اور شاہ جی کے پاس پہنچ گئی۔ ان کو افسردہ دیکھ کر بی بی کے کان میں سرگوشی کے انداز میں بولی۔

''بچی کے کان میں اذان اور گھٹی کے لئے جویریہ بی بی، بڑے شاہ جی کو بلا رہی ہیں۔''

شاہ جی کی سماعتوں تک بات پہنچ گئی۔ آہ بھر کر مصطفیٰ کی طرف دیکھنے لگے اور پشیمانی سے منہ دوسری طرف موڑ کر بولے۔

''مصطفیٰ! جاؤ بچے۔ اذان کہو اپنی بچی کے کان میں۔ اور اپنی بی بی جی کو لے جاؤ گھٹی کے لئے۔ دادی سے اچھی خصلتیں کس کی ہوں گی؟'' ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ''اگر تمہیں اس پر اعتراض ہے تو گھٹی بھی تم ہی دے ڈالو۔'' لہجے میں بے زاری کے ساتھ بے پناہ دکھ تھا۔

''کیسی بات کرتے ہیں آپ شاہ جی؟ لڑکی ذات کو مرد کی گھٹی؟'' وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا اور سر جھکا لیا۔

''مصطفیٰ! ہمت کرو۔ جاؤ، سارہ کو اس وقت تمہاری توجہ اور پیار کی ضرورت ہے۔ بیٹا ہو یا بیٹی، ان کی پیدائش میں ماں کی تکلیف میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ وہ دونوں کی دفعہ موت کے منہ سے واپس آتی ہے۔'' وہ اس کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ''اگلی بار سہی۔ دل بڑا کرو۔''

''بیٹی کو میرا دل قبول نہیں کر رہا۔ میری اور آپ کی نکالی ہوئی ہر فال ناکام ہو گئی۔ اور بزرگوں کی پیشین گوئیاں۔ کہاں گئیں سب؟'' وہ تلخی سے بولا۔ ''میرے نصیب میں سات بیٹوں کی پرورش کرنا لکھا ہے۔ یہ سب کیسے اور کیوں ہو گیا؟''

''اب نیلی چھت والے سے جنگ کرو گے، نعوذ باللہ۔ ناشکری پر اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اُٹھو، بچی کے پاس چلتے ہیں ماں بیٹا۔'' بی بی جی پچکارتے ہوئے بولیں۔

''بی بی جی! منشی سے کہیں اذان دے دے۔ میں نے نہیں دیکھنی اُس کی شکل۔'' وہ سر گھٹنوں میں دے کر بولا۔ لہجے میں غم اور ندامت بھی تھی۔ بیزاری اور کوفت آمیزی

بھی تھی۔

''تو کیا زمانۂ جاہلیت کی طرح اسے زندہ درگور کر دو گے؟ ویسے یہی ہونا چاہئے۔ ہمیں دنیا کے ظلم و ستم جھیلنے کے لئے کیوں زندہ چھوڑ دیا جاتا ہے؟'' بی بی کا دُکھ سے جیسے کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ''اس قدر ظالمانہ ردّیہ بیٹی کی پیدائش پر۔ ہمیں کس گناہ کی پاداش میں حلقۂ انسانیت سے بے دردی سے خارج کر دیا جاتا ہے؟ سارا تمہارا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر یہ صدمہ جھیل نہ پائے گی۔ تم بچی کو قبول کرو یا نہ کرو، جملہ حقوق تمہارے نام ہی محفوظ رہیں گے۔ تم ہی اس کے ذمہ دار اور با اختیار وارث مانے جاؤ گے۔ طوعاً کرہاً تمہیں سرخم کرنا ہی پڑے گا۔ اس سچائی اور حقیقت سے تم کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتے۔ بہتر ہے اپنی ان سنگلاخ سوچوں سے باہر نکل آؤ۔'' وہ آزردگی سے بولے جا رہی تھیں اور احساسِ شکست خوردگی، مصطفیٰ کی پوری شخصیت پر حاوی ہو چکا تھا۔

''مردوں کو ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔ اور پھر کاتبِ تقدیر سے گلہ کرنا تو ہے ہی کفر۔ اُٹھو میرے لعل!'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی تو وہ اپنے وجود کو بمشکل سنبھالتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

''شاباش! اس ماں نے بے ہمت اور بزدل بچے پیدا نہیں کئے۔'' وہ فخر سے بولیں۔ ''دراصل ابھی تم ناتجربہ کار ہو۔ تم کیا جانو اس پھل کا مزہ۔ یہ خوش بخت تو بیٹوں سے بھی پیاری ہوتی ہیں۔''

پھر وہ سامنے سے آتی ہوئی ملازمہ کو آواز دے کر چند ہدایات دینے لگیں کہ شہد لے کر آؤ۔ مرتضیٰ کو جگاؤ۔ اور یہ مژدۂ راحت سب کو سناؤ۔

شاہ جی کو گہری نظروں سے دیکھ کر اُٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ مگر مصطفیٰ کے چہرے کے تاثرات میں رتی بھر تبدیلی نہ آئی۔ وہی مرجھایا ہوا پیلا چہرہ، آنکھوں میں پشیمانی اور چال میں بے بسی اور لاچارگی تھی۔

چار سُو ایک نہ ٹوٹنے والا سناٹا تھا۔ اتنے افراد کی موجودگی میں بھی ہُو کا عالم تھا۔ جوہی کے رشتے پر لڑکے والوں کا اعتراض اور انکار، گڑیا کی آمد کو اور بھی بے وقعت اور وحشت ناک کر گیا۔

اب جوہی کے لئے شاہ جی بھی بے حد فکرمند اور ہراساں سے رہنے لگے تھے۔

کیونکہ چھ مہینوں میں چھ رشتوں کے درمیان جوہی کی تعلیم آڑے آتی رہی اور ان کے پچھتاوؤں میں اضافہ کرتی چلی گئی۔ مصطفیٰ کا مشورہ اپنی جگہ استقامت پکڑتا گیا کہ جوہی کو کالج سے اُٹھوا لیا جائے۔ کئی بار شاہ جی نے سوچا اور میاں ارشد سے بات بھی کی مگر ہر بار اُن کے ٹھوس دلائل اُن کی سوچ بدل ڈالتے۔ جوہی ان حالات سے بے خبر اپنی تعلیم پر گہری توجہ سے بہترین مارکس لے کر ایک کے بعد دوسرا پراف ٹاپ کرتی چلی گئی۔

مصطفیٰ کی گڑیا بھی چھ مہینوں کی ہوگئی تھی۔ وہ کمرے میں بیڈ پر ہاتھ پاؤں مارتی، منہ سے تھوک کے بلبلے بناتی قلقاریاں کر رہی تھی۔ کمرے میں ٹینشن کے باوجود گہما گہمی کی فیلنگ تھی۔ ایک معصوم اور میٹھی سی رونق تھی۔ جب سے گڑیا پیدا ہوئی تھی، مصطفیٰ نے سارہ سے اپنا بستر ہی الگ کر لیا تھا۔ کمرے کی سائیڈ پر اپنا پلنگ بچھوا کر ماں بیٹی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ گڑیا کی ہلکی سی آواز پر رات کو بڑبڑا کر کروٹ بدل کر ناگواری کا اظہار کرنا روز کا معمول تھا۔ صبح اُس کی بیزار کن نظروں سے طلوع ہوا کرتی تھی۔ ہر وقت پیشانی پر شکنیں اُس کی اضطرابی کیفیت کو ظاہر کر کے سب کو پریشان کئے رکھتیں۔ جوہی بھی اب تو بھائی کے سامنے آنے سے کترانے لگ گئی تھی۔

بی بی جی ان کے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھیں۔ بچی کی غوں غاں کی آواز پر اندر چلی گئی۔ سارہ، مصطفیٰ کو خوشی سے کہہ رہی تھی کہ دیکھیں شاہ جی! ہماری گڑیا دن بہ دن خوب صورت اور گپلو بنتی جا رہی ہے۔

مصطفیٰ نے جواب دینے یا گڑیا کو دیکھنے کے بجائے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

بی بی جی کو دکھ تو ہوا مگر خوشگوار لہجے میں بولیں۔

''گڑیا رانی! تمہاری آواز سے مجھے یوں لگا جیسے مجھے بلایا جا رہا ہے۔ سو اندر چلی آئی۔'' انہوں نے اسے اٹھا لیا۔ مصطفیٰ نے ناگواری سے دیکھا اور خفگی سے کہا۔

''بیٹی نہ ہوئی جیسے آسمان کا تارا ہوگئی۔ ماں کو دیکھو، اور آپ بھی اس کے پیار میں پاگل ہیں۔ نہ جانے سب کو کیا ہوگیا ہے۔''

''تمہاری یہ حرکتیں دیکھ کر کہیں تمہارا رب تم سے ناراض نہ ہو جائے۔ استغفار کا وِرد کرو۔ توبہ توبہ۔ تم تو بالکل ہی..... کیا کہوں تمہیں؟ کیا نام دوں تمہیں؟'' وہ بیزاری

سے کہہ کر بچی کو چومنے لگیں۔

''آپ اسے اپنے کمرے میں ہی کیوں نہیں لے جاتیں؟ نہ دن کو چین لینے دیتی ہے، نہ ہی رات بھر سونے دیتی ہے۔ ہر وقت روتی رہتی ہے۔ ابھی سے اس کی عادت ہے رونا دھونا اور پیار و ہمدردی وصول کرنا۔'' وہ اُلجھ کر بولا۔

''سچ مچ تمہارا تو دماغ ہی چل گیا ہے۔ سارہ! بچی کو میرے کمرے میں سیٹ کر دو۔ ہم اسے پال لیں گے۔ یہاں باپ کی نفرت و حقارت میں اس بچی کی فطرت پر بہت برا اثر پڑے گا۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولیں۔ ''بے قدرا کہیں کا۔''

''خالہ بی بی! مجھے تو خود سمجھ نہیں آتی کہ کیا کروں؟ ان کا تو ہر وقت یہی حال ہے۔ کیا مجال کہ کبھی اسے پلٹ کر دیکھنے کی غلطی کی ہو انہوں نے۔ کئی بار مجھے اس بے زبان اور معصوم پر اتنا ترس آتا ہے کہ گھنٹوں روتی رہتی ہوں اور اللہ سے فریاد کر کے پوچھتی رہتی ہوں کہ ہمیں اس دنیا میں بھیجنے کا مقصد صرف خاوند کو خوش کرنا اور بچے پیدا کرنا ہی کیوں ہے؟'' وہ آنسو صاف کرنے لگی۔ مصطفیٰ منہ موڑے بیٹھا تھا۔

''اتنی بڑی ذات کو سوال نہیں کرتے بیٹا! اس نے تو عورت کو بہت اہم اور قابلِ فخر رول سونپا ہے۔ مرد ذات اس سے انکار کرتا ہے تو کرے۔ تم اپنی بیٹی کو پوری توجہ سے پال کر اس رول کے لئے تیار کرنے کے ساتھ اس دنیا میں سر اُٹھا کر چلنے کی بھی ٹریننگ دو، جیسے میں جوہی کے لئے ایک ڈھال بن گئی ہوں۔ گھبرانا نہیں۔ اپنی بیٹی کے لئے وہ کرنا، جو تم نہ کر سکی۔ اسے وہ دولت دینا، جس سے تمہاری تجوری خالی ہے۔'' بی بی جی نے نہایت ملائمت سے سمجھایا تو مصطفیٰ اُچھل پڑا۔

''آپ غلط پٹیاں اسے کیوں پڑھا رہی ہیں؟ آپ نے تو جوہی کی زندگی برباد کر دی۔ دیکھتا ہوں کہ اسے کون بیاہ کر لے جائے گا۔'' وہ حقارت سے بولا۔

''ایک پڑھا لکھا، جو اس کی تعلیم کی قدر کرے گا، اِنشاء اللہ وہی بیاہنے آئے گا۔ ہر وقت میری اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے۔'' وہ پُر اُمید لہجے میں بولی تو مصطفیٰ نے رُوکھائی سے کہا۔

''ٹھیک ہے، جس دن یہ معجزہ رونما ہو گیا تو مجھے بتانا نہیں بھولیے گا۔ اچھا مشورہ ہی دوں گا۔''

''میں اس کی ماں ہوں مصطفیٰ! صرف میرا مشورہ اور شاہ جی کا فیصلہ ہی کافی ہے۔ کیونکہ ہمیں تمہارے مشورے پر تب سے بھروسہ نہیں رہا، جب سے تم بیٹی کے باپ بنے ہو۔'' وہ ناراضگی سے بولیں۔

''آپ کس قدر عجیب وغریب والدین ہیں کہ مجھے سمجھ ہی نہیں پائے۔ ہمارے دادا نے جو اصول بنائے تھے، میں تو ان ہی پر چل کر ان کی یاد کو تازہ رکھتا ہوں۔ آپ نہ جانے سیّد ہو کر اور پھر گدی نشین ہو کر سب کچھ کیوں بھولتے جا رہے ہیں۔'' وہ زِچ ہو کر بولا۔

''ہم انہی اصولوں پر کاربند ہیں۔ لیکن بیٹی یعنی عورت کے لئے ہمارے اصول بدل گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں انسان بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اسے جانور کا مقام دینے والے۔ مگر میں دیکھ رہی ہوں تم نے اپنے زہر کا کچھ حصہ شاہ جی میں بھر کر انہیں پریشان کر دیا ہے۔ اب انہیں بھی فقط سیّد گھرانے کا گدی نشین لڑکا چاہئے۔ چاہے وہ ناکارہ ہی کیوں نہ ہو۔ ان کی سوچ پہلے بھی ڈانواں ڈول تو رہتی تھی، مگر افسوس کہ تمہاری ناراضگی کا ان پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا ہے۔ مگر مجھے اس کی فکر نہیں۔ میں مر نہیں گئی کہ جو دل میں آئے، کرتے رہیں۔ آخر میں بھی پڑھی لکھی ماں تو ہوں۔ اس کے لئے اچھا برا سب جانتی ہوں۔'' وہ مضبوطی سے بولیں۔

''آپ مڈل پاس ہیں تو ہمارے ماحول میں اتنی بڑی تبدیلی لے آئیں۔ جو ہی کا سوچیں۔ ایسے ہی تو بیسیوں رشتوں نے ہمارے منہ پر نہیں تھوکا۔ وجہ تو سامنے ہے نا۔ آپ دونوں غور سے سن لیں۔ میری بیٹی کو بخش دیں۔ بارہ سال کی ہونے دیں، شادی کر دوں گا۔'' وہ غصے سے بولا۔ ''اس گھر میں ایک لڑکی کا ہونا ہی عذاب بن گیا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے گھر میں بیٹی کا نام ونشان نہیں لیکن بیٹوں کی پلٹن موجود ہے۔''

''مجھے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا تم اوپر والے سے لکھوا کر لائے ہو کہ تمہارے ہاں صرف اور صرف بیٹے ہی پیدا ہوں گے؟ یا کوئی رشوت بھجوائی ہے تم نے؟'' بی بی جی بھی غصے سے بولیں اور سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔ گڑیا کو بستر پر لٹا دیا اور وہ اس شور میں بلّیاں نکال کر رونے لگی۔

رات کو ڈنر ٹیبل پر مرتضیٰ اور اس کی بیوی کے علاوہ سب موجود تھے۔ ماسوائے کٹلری اور برتنوں کی آواز کے سوا کسی ذی روح کی موجودگی کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ کھانے سے جونہی فارغ ہوئے تو شاہ جی نے سنجیدگی سے کہا۔

''مرتضیٰ بھی عجیب انسان ہے۔ صبح سے سسرال گیا ہوا ہے۔ اسے کہو، وہیں جا کر بس جائے۔ چھوڑ دے ہمیں ہمیشہ کے لئے۔''

''اُس کی پھوپھی کا گھر ہے۔ آتا ہی ہوگا۔'' بی بی جی مسکرا کر بولیں۔

''بی بی جی! مجھے لگتا ہے، بیوی کو ہسپتال لے کر گئے ہیں چیک اپ کے لئے۔ کیونکہ مرتضیٰ بھائی کو دائیوں وائیوں پر بالکل بھروسہ نہیں۔ بہت ماڈرن بنتے ہیں وہ۔'' سارہ کے لہجے میں جلن وحسد کے ساتھ پرلے درجے کی حسرت تھی۔

''خدا کا شکر ہے کہ میری کسی نے تو مانی۔'' جوہی نے خوشی کا اظہار کیا تو مصطفیٰ اس کی طرف غصے سے دیکھ کر باہر نکل گیا۔ وہ اسے جاتا دیکھ کر سوچنے لگی کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میری ہر جائز بات بھی انہیں لال بھبھوکا کر دیتی ہے۔ وہ سارہ کی آواز پر چونکی۔

''اگر خاندان کی عزت کا پاس نہ ہوتا تو کب کی اس گھر سے جا چکی ہوتی۔ ہر طرح کی پابندی اور روک ٹوک صرف میرے لئے ہے۔'' سارہ افسردگی سے بولی۔ جوہی نے ہمدردانہ نگاہ اس پر ڈالی۔ سارہ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

''سارہ بھابی! آپ فکر نہ کریں۔ اگلی بار میں آپ کو اغوا کر کے لے جاؤں گی۔ ڈھونڈتے رہیں مصطفیٰ بھائی۔'' وہ تسلی دیتے ہوئے بولی۔ شاہ جی کی نظروں میں بھی اس کے لئے رحم تھا۔

مرتضیٰ ہنستا مسکراتا، بال کی طرح اُچھلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ ہاتھوں میں شاپرز اُٹھائے بی بی جی کے نزدیک آ کر خوشگوار لہجے میں بولا۔ ''آپ سب کو مبارک ہو۔ منہ میٹھا کریں۔ مرینہ اور زرینہ بمع اپنی ماں کے بالکل ٹھیک ہیں۔''

''یہ سب کیسے اور کب ہوا؟ ہمیں بتا ہی دیا ہوتا۔ اور طرّہ یہ کہ نام بھی رکھ لئے، بڑوں کے مشورے کے بغیر۔'' سارہ جل کر بولی۔

''چیک اپ کے لئے لے کر گیا تھا۔ مگر ایمرجنسی میں آپریشن کرنا پڑ گیا۔ دوسرا

ماں کا پہلا حق بنتا ہے اپنی پسند کے نام رکھنے کا۔'' مرتضیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ دروازے میں کھڑا تمام بات سن کر دل سے مسکرایا اور ایک پُرتسکین طویل سانس لے کر مرتضیٰ کے قریب آ گیا۔

''بہت بہت مبارک ہو۔ دو دو بیٹیوں کے باپ بن گئے ہو۔''

سب نے چونک کر اُس کے پُرسکون اور شگفتہ چہرے کی طرف حیرت و اشتیاق سے دیکھ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ معاملہ سمجھ سے بالاتر تھا۔ مگر بی بی جی نہ حیران ہوئیں نہ ہی پریشان۔ مصطفیٰ کی سوچ پر ماتم کرتی رہ گئیں۔

کمرے میں واپس پہنچ کر سارہ، مصطفیٰ سے کچھ رُوٹھی ہوئی لگ رہی تھی۔ مگر خلافِ توقع مصطفیٰ اُس کی طرف وارفتگی سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم نے میری تعریف کا برا منا لیا۔ بہت معصوم ہو۔ بالکل اس گڑیا کی طرح۔''

سارہ کا دل چاہا، وہ گڑیا کو اس کی نظروں سے چھپا لے جس کی پیدائش آج تک ایک بہت بڑا گناہ تھا۔ آج یکدم سب کچھ کیسے بدل گیا؟

''غور و فکر کرنے والے، خدا کو بھی پا لیتے ہیں۔ میں نے تو صرف خوشی کا اظہار ہی کیا ہے نا۔ بی بی جی کی نگاہوں میں، میں نے بہت کچھ پڑھ لیا تھا۔ جوڑ توڑ اور غور و خوض کرنے والی خاتون ہیں۔ اُڑتی چڑیا کے پَر تک گن لیں۔ سامنا ہوتے ہی اگلے کے دل و دماغ کی سوچ اور ارادے کو پا لیں۔'' وہ شادی کے بعد پہلی بار اتنا خوش نظر آیا تھا۔ سارہ نے تھوک نگل کر مردنی آواز میں کہا۔

''بھتیجیوں کی پیدائش سوگ نہیں، مبارک کی خبر ہے۔ مجھے آج سمجھ آ گئی ہے کہ نہ تو میں آپ کو اچھی لگتی ہوں، نہ ہی میری اولاد۔ اس گھر میں کیوں پڑی ہوں بے قدروں کی طرح اتنی شدید نفرت و حقارت میں مزید زندگی نہیں گزار سکتی۔ آپ کو چھوڑ جاؤں گی۔''

''آج تمہیں خوشیاں منانی چاہئیں بے وقوف! ورنہ آج جڑواں میں سے ایک بھی بیٹا آ جاتا تو شاہ جی کی گدی کا جانشین مرتضیٰ ہوتا۔ سن رہی ہو نا؟..... اب تمہیں سمجھ آ گئی ہو گی کہ بیٹے کی خواہش نے میرا دن رات کا سکون کیوں غارت کر دیا ہے۔'' وہ اس کے قریب آ کر رازداری سے بولا۔

''مگر اس معصوم کا قصور تو بتا دیجئے شاہ جی!'' وہ رونے لگی تھی۔

''یہ پرایا دھن ہے۔ دوسروں کی امانت ہے۔ ان سے دل لگانے کا فائدہ بتاؤ۔ ان پر کیا مان اور کیا فخر؟ باپ کا شملہ انجانے لوگوں کے جوتوں کی دھول صاف کرنے کے کام آنے لگتا ہے۔ نظر کو نیچا اور سر کو خم کر دیتی ہیں یہ بیٹیاں۔'' وہ دُکھ بھرے لہجے میں بولا۔ ''مرتضیٰ تو احمق اور نادان ہے۔ بیٹیوں کی پیدائش پر مٹھائی تقسیم کرنے چلا ہے۔''

سارہ خاموش کھڑی رہی۔ اسے اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ سچائی سے بھرپور لگا تھا۔ کیونکہ اس نے بچپن سے ایسی ہی باتیں سنی تھیں۔ خود کو ہمیشہ بہت ادنیٰ جانا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے تضحیک اور بے حیثیت ہونے کا احساس کبھی ہوا ہی نہ تھا۔ جیسے شوہر کی ہر قسم کی گالی اور دھتکار پھٹکار اپنے مقدر میں لکھوا کر لائی تھی۔ جس پر غصہ کرنا، احتجاج کرنا اور ناراض ہو کر کنارہ کشی کرنا اس کے حقوق میں شامل نہ تھا۔ مقصدِ حیات سے بے بہرہ تھی۔ کیونکہ اسے ٹریننگ ہی ایسی ملی تھی۔

وہ اس کی غیر معمولی خوشی دیکھ کر پل بھر میں بہل گئی اور بے سکونی اور بیزاری فوراً رفو چکر ہو گئی اور سنگِ مرمر کی حویلی جو کسی وی آئی پی قید خانے سے کم ہرگز نہ تھی لیکن ہمیشہ کم عمری اور کم سمجھی کی وجہ سے اُسے جنت کا گہوارہ معلوم ہوتی تھی۔ بھلا اسے چھوڑ کر اپنے میکے تین کمروں کے گھر میں واپس کیونکر جاتی؟ وہ ہلکی سی تسلی پر ہی ریجھ کر چہکتی ہوئی بی بی جی کے کمرے کی طرف چل پڑی اور مصطفیٰ مونچھوں کو بل دیتا اپنے پلنگ پر لیٹ کر حسین سوچوں میں کھو گیا کہ خطرے کی ننگی تلوار جو لٹک کر مجھے ہر وقت خوفزدہ رکھتی تھی، اس آزمائش اور امتحان سے تو جان چھوٹی۔ اب کی بار اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربان ہو گا۔

گڑیا جاگ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ آنکھیں ملتے ہوئے اس نے چوسنی ڈھونڈی اور اپنے منہ میں ڈال کر ماں کو کمرے میں ڈھونڈا۔ نہ ملنے پر وہ بسورتی ہوئی بمشکل ہی بیڈ سے اُتری اور باپ کو ایک نظر دیکھ کر اگنور کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل کر بی بی جی کے کمرے کی طرف چل پڑی۔ بچے فیک نہیں ہوتے۔ وہ دنیا داری، لحاظ و مروّت اور صبر و تحمل کے تمام اصولوں سے عاری ہوتے ہیں۔ اسی لئے تو سچے اور کھرے ہوتے

ہیں۔ جہاں سے محبت و چاہت، چاکلیٹ، کھلونے ملتے ہیں، کسی بھی حرکت پر روک ٹوک نہیں ہوتی، وہ اُنہی کے ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں کی زبان پڑھنے اور چہرے کی مسکراہٹ کا مطلب سمجھنے میں خاصی مہارت رکھتے ہیں۔

مصطفیٰ نے اُس کی اس حرکت پر حیرت سے سوچا۔ اور پھر سر جھٹک کر ان سوچوں سے نکل آیا، جن کے بارے میں سوچنا فضول تھا۔

❀❀❀

''شاہ جی! اب تو جویریہ کے امتحان بھی ختم ہونے والے ہیں۔ رزلٹ آتا رہے بعد میں۔ سب سے پہلے اس کی شادی ہو جانی چاہئے۔'' مصطفیٰ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''بیٹا! مجھے خود اس کی فکر ہے۔ ایک سیّد گھرانے سے رشتہ آیا ہے۔ بس سوچ ہی رہے ہیں ہم دونوں۔'' وہ سوچتے ہوئے بولے۔

''پھر دیر کس بات کی؟ رشتے کا اعلان کریں اور ساتھ ہی شادی کی تاریخ مقرر کریں۔'' وہ بے چینی سے بولا۔

''میں نے محسوس کیا ہے کہ ماحول میں بہت فرق ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''شاہ جی! اب ایسی باتیں سوچنا چھوڑ دیں۔ پہلے ہی کتنے رشتوں نے انکار کر دیا۔ اب بات کو مت لٹکائیں۔ اللہ کا نام لے کر دعائے خیر کہہ ڈالیں۔'' وہ فکرمندی سے بولا۔

''مرتضیٰ! تمہارا کیا خیال ہے؟'' شاہ جی خاموش بیٹھے مرتضیٰ کی طرف دیکھ کر بولے۔

''بھائی جان ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ نیک کام میں دیر کیوں؟..... لیکن ذرا سوچ سمجھ کر۔'' مرتضیٰ نے فکرمندی سے کہا۔

''یار! اگر رشتہ آ ہی گیا ہے تو سوچتے سوچتے ہی اسے بھی نہ کھو دیں۔ ایسا نہ ہو کہ جویریہ کا ذہن اور طرف چل نکلے۔ اب ڈھیل دینا نادانی ہے۔'' وہ نخوت سے بولا۔

''اس نے ہماری ڈھیل سے کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا بھائی جان! آپ بھی بس.....'' وہ برا سا منہ بنا کر بولا اور اور بات ادھوری مگر مطلب سمجھا گیا۔

''کیا کرنا چاہتی تھی؟ ہماری عزت و ناموس ایسی بھی سستی نہیں کہ گھر کی بیٹی ہی

اسے بے دام نیلام کر دے۔'' مصطفیٰ نے ناگواری سے کہہ کر بھائی کو گھورا۔

''تم دونوں کو مشورہ لینے کی خاطر یہاں بلایا ہے نہ کہ سرد گرم ہونے کو۔'' بی بی جی بیزاری سے بولیں۔

''سردی گرمی کا ہے کی؟ بس یہ کہنا چاہتا ہوں، کل کلاں نوکری پر اَڑ گئی یا آگے پڑھنے پر تو پھر ہم سب کچھ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ وہ ضد کی پکی ہے اور آپ دونوں دل کے بے حد نرم ہیں۔'' مصطفیٰ نے خدشہ ظاہر کیا۔

''شادی اپنوں میں سوچے سمجھے بغیر اس لئے ہو جاتی ہے کہ سب ایک دوسرے کے حالات اور مزاج کو جانتے ہیں۔ باہر کے انجان لوگوں کے ساتھ رشتے میں جلد بازی نہیں ہو سکتی۔ ہماری اکلوتی بہن ہے۔ بہت ہی سوجھ بوجھ رکھنے والی۔'' مرتضیٰ نے نرمی سے کہا۔

''یہ لڑکا تو نہ جانے کس دنیا میں رہتا ہے۔ کچھ خبر رکھتے ہو کہ جویریہ کا ڈاکٹر بننا اور نامحرم لڑکوں کے بیچ رہ کر پڑھنا۔ ہماری سیّد برادری اور مرید برادری کو اس پر کتنا اعتراض ہے۔ لحاظ میں ہمارے سامنے چپ رہتے ہیں لیکن پیٹھ پیچھے وہ باتیں بناتے ہیں کہ الامان۔'' مصطفیٰ کانوں کو ہاتھ لگا کر بولا۔

''مجھے اس کی پروا نہیں۔ غیبت اور برائی تو انسانی فطرت کا حصہ بن چکی ہے۔ ہمارے نجی معاملات میں دخل اندازی کرنے والے ایرے غیرے کون ہوتے ہیں؟'' شاہ جی خفگی سے بولے۔

''سوچ لیں شاہ جی! مریدوں کی مخالفت بہت مہنگی پڑ سکتی ہے۔ ہم خود ہی غلط کام کریں گے تو انہیں سمجھانے کا حق کھو دیں گے۔'' وہ تلخی سے بولا۔ ''آپ نے جویریہ کی شادی کو مسئلہ بنا دیا ہے۔ اسی لئے تو پورا گھر اس مسئلے کی گرفت میں ہے۔''

''ایسی بات ہرگز نہیں۔ جویریہ جیسی نیک اور پاکباز بچیاں، ماں باپ کے لئے مسئلہ نہیں ہوتیں۔ بس انہیں خود سے دُور کرنا اور دوسروں کے ہاتھ میں دینا آسان کام نہیں۔ بس ہماری کوشش ہے کہ لڑکا اس کے جوڑ کا ہو اس لئے تو میرا دل ہے کہ جویریہ کو اس رشتے کے بارے میں بتا کر رضامندی لے لوں۔'' بی بی جی تحمل سے بولیں۔

''واہ واہ! کیا انوکھی بات کی ہے آپ نے۔ آج تک ہمارے خاندان میں ایسی

بے ہودگی نہ ہوئی ہے، نہ ہی اب ہوگی۔'' مصطفیٰ تلملا کر بولا۔

''نہیں ہوئی، مانتی ہوں۔ کیونکہ ہم اَن پڑھ لڑکیوں کو بیاہ کر لائے ہیں۔ جویریہ نے دنیا دیکھی ہے۔ ہر طرح کے ماحول میں پلنے والی لڑکیوں اور لڑکوں سے پالا پڑا ہے اس کا۔ وہ ایک عام سی لڑکی نہیں۔ ہمارے خاندان کی لڑکیوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس کے ساتھ ہم زبردستی نہیں کر سکتے۔'' بی بی جی دھیمے انداز میں بولیں۔

''مجھے اسی دن ڈر تھا بی بی جی! اب سمجھ آئی۔ مگر آپ نے تو مجھے اس کا دشمن قرار دے دیا ہے۔ اس گھر میں ہر فرد کا اعلیٰ مقام ہے۔ اور تو اور اس چھٹانک بھر کی گڑیا کا بھی جواب نہیں۔ لے دے کے میں ہی رہ گیا سب کی نفرتوں اور حقارتوں کا نشانہ بننے کو۔ قصور میرا کھرا پن ہے۔'' مصطفیٰ مضطرب ہو کر بولا۔ ''اب میں جویریہ کے بارے میں آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ آپ جانیں اور آپ کا کام۔ وہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ نہ کہ میری۔'' وہ چیختا چلاتا رہا۔ سب خاموش بیٹھے رہے۔

❀❀❀

''تمہاری اتنی موٹی کتابیں دیکھ کر پانچ سال اسی ڈر میں گزار دیئے کہ کہیں تمہارے بال سفید ہی نہ ہو جائیں۔ ابھی تو تمہاری زندگی کا ایک نیا موڑ سامنے کھڑا ہے، جسے عبور کرنے میں چاندی کے تار قدم آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ خوش بخت گھڑی بھی آن پہنچی۔'' بی بی جی اس کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے بولیں اور بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے جائزہ لینے لگیں۔

''زندگی کا نیا موڑ..... میں کچھ سمجھی نہیں، بی بی جی!..... خوش بخت گھڑی..... آپ یہ سب کیا کہہ رہی ہیں؟'' وہ کتاب سے نظریں ہٹا کر بولی۔

''وہی جو ہر لڑکی کی زندگی میں آتا ہے۔ میری لاڈو! جب دُلہن بن کر سسرال جائے گی تو مارے خوشی اور فخر کے سب قربان ہو جائیں گے۔ دِیا لے کر ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گی ایسی بہو۔'' وہ شگفتہ لہجے میں بولیں۔

''ابھی وہ وقت بہت دُور ہے بی بی جی! کل آخری وائیوا ہے۔ پھر سپیشلائزیشن کی باری ہے۔'' جوہی ان کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولی۔

''بالکل بھی نہیں۔ بیٹا! کل کے بعد شادی کی تیاریاں شروع۔'' بی بی جی خوشی سے

کہہ کر پاس بیٹھ گئیں۔ ''بیٹی کو وقت پر ہی اپنے گھر کا ہو جانا چاہئے۔ ورنہ ہر طرف سے طعنے و تشنے ہی ہیں۔ آج کل میں میری بیٹی کے نصیبوں کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔ اب کی بار ہم نہ تمہاری، نہ ہی تمہارے وکیل چاچا کی سنیں گے۔'' وہ رازداری سے بولیں۔

جوہی نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

''ہاں بیٹا! والدین کی نیندیں اُڑ جاتی ہیں، جب جوان بچی کو گھر میں چلتا پھرتا دیکھتے ہیں۔ کسی رشتے پر مصطفیٰ راضی نہیں تو کسی پر مرتضیٰ خوش نہیں۔ کوئی شاہ جی کو پسند نہیں آتا۔'' وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''اور آپ.....'' وہ پریشان ہو کر بولی۔

''میں نے نہ تو لڑکا اور نہ ہی اس کے گھر والے دیکھے ہیں، نہ ہی گھر بار کا علم رکھتی ہوں۔ ہمارے یہ رواج جو نہیں۔ باپ اور بھائی ہی دیکھ بھال کر فیصلہ کرنے کے سزاوار ہوتے ہیں۔'' وہ نرمی سے بولیں۔

جوہی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ چہرے پر بے پناہ اُداسی، آنکھوں میں ناگواری اور فکرمندی کے سائے گہرے ہونے لگے۔

''بیٹا! میں تمہارے لئے دودھ بادام لاتی ہوں۔ سب اسی کا کمال ہے کہ یادداشت بھی تیز رہی، بال بھی سفید ہونے سے بچ گئے۔ پی کر سو جانا۔ تاکہ صبح تازہ دم اُٹھو۔ تمہارا آخری پرچہ ٹھیک ہو جائے۔'' وہ پیار بھرے لہجے میں بولیں۔ مگر جوہی خاموشی سے دیکھتی ہی رہ گئی۔

وہ باہر نکل گئیں اور جوہی پڑھنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ بی بی جی تھوڑی دیر بعد دودھ کا گلاس لئے پھر وارد ہوئیں۔

''بیٹا! اب آرام کرو۔ آدھی رات ہو گئی ہے۔ میری تہجد بھی لیٹ ہو رہی ہے۔''

انہوں نے اس کے ہونٹوں سے دودھ کا گلاس لگایا تو وہ ان کا دل رکھتے ہوئے غٹاغٹ پی کر آہستگی سے بولی۔

''بی بی جی! شکریہ آپ کا۔''

بی بی جی نے اُس کے سر پر پیار بھرا ہاتھ پھیرا اور ٹیبل لیمپ آف کر کے بولیں۔

''ابھی سو جاؤ میری بچی! نیند پوری ہو گی تو پرچہ اچھا دے سکو گی۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئیں۔

جوہی نے ٹیبل لیمپ آن کیا اور بڑبڑائی۔ ''واہ! نیند اُڑا کر کہتی ہیں، سو جاؤ۔''

وہ تکیے پر سر رکھے گہری سوچ میں چلی گئی کہ اب تو اس کا بچاؤ مشکل لگ رہا ہے۔ وہ کسی ناآشنا کو کیسے قبول کر سکتی ہے؟ کیا ممکن نہیں کہ لڑکے سے مجھے ملوا دیا جائے..... اس سوچ سے گرمی کی شدت کے باوجود اس کا بدن کپکپی میں مبتلا ہو اٹھا۔ دانت بجنے لگے۔ اُٹھ کر فریج سے پانی نکال کر پینے لگی اور اس زوال پذیر خیال کو ذہن سے جھٹک کر لائٹ آف کی اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان پر چودھویں کے چاند کی آغوش میں تارے کی جگہ پر براجمان ہے۔ چاند کی روشنی میں اس کا بدن لشکارے مار رہا ہے۔

وہ ایک دم چونک کر بیدار ہو کر بیٹھ گئی۔ مؤذن کی آواز کانوں میں پڑی تو وہ یہ سوچ کر مطمئن سی ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی اس کے لئے سوچ رکھا ہے، بہتر ہی ہو گا۔ یا تو فائنل پراف میں ٹاپ کرے گی یا ٹاپ کلاس جیون ساتھی کی رفاقت میں زندگی گزارے گی۔

اپنے خواب کی خود ساختہ تعبیر پر وہ جھوم اُٹھی اور فجر کی نماز پڑھ کر پھر لیٹ گئی۔ اب دل طمانیت سے بھرپور اور روح سرشار تھی۔ یہ بھی اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد آئی تھی۔ ورنہ بی بی جی نے تو کام کر دکھایا تھا۔ ورنہ اتنی ٹینشن میں وائیوا کا بہترین ہونا ناممکن ہوتا۔

اُس نے پُرسکون ہو کر گہری اور میٹھی نیند میں جاتے ہوئے بڑبڑا کر کروٹ بدلی۔ 'اب سب لوگ ہر پل، ہر گھڑی میرا امتحان لیتے رہیں۔ میرا ربّ میرے لئے بہترین ہی فیصلہ کرتا آیا ہے۔ اب کی بار میں جوہی! غم نہ کھاؤ اور سو جاؤ۔'

❀❀❀

حسبِ معمول دونوں وائیوا کے لئے کالج چلی گئیں۔ جوہی کے چہرے پر گہری سوچ اور خاموشی کی چھاپ دیکھ کر کرن کچھ نہ بولی۔ سوچنے لگی کہ یہ اپنے والدین کی لاڈلی بیٹی ہونے کے باوجود کس قدر بدقسمت ہے کہ ہر وقت تختے پر موت کے خوف

نے اس کا بچپنا نگل لیا۔ اور اب جوانی جو کہ اُمڈ کر اسے کسی پرستان کی باسی بنائے جا رہی تھی، اس پر فخر ہونے کے بجائے اِک احساسِ جرم نے اُس کے من میں گھروندا بنا لیا تھا جس سے وہ کسی بھی وقت چھٹکارا نہ پا سکی تھی۔ گو کہ وہ اپنی زبان سے اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کرتی تھی مگر اس کے ہر انداز میں اندرونی یلغار کی غمازی ضرور تھی۔

حسین خواب کی خود ساختہ تعبیر کی تمام خوش فہمیاں رفو چکر ہو چکی تھیں۔ عارضی اور وقتی تسلی و تشفی نیند ٹوٹتے ہی پھر سے پریشانی میں بدل گئی تھی۔ وہ کالج پہنچ کر سیدھی لیب کی طرف چلی گئی۔ راستے میں کئی کلاس فیلوز سے ٹکراؤ بھی ہوا۔ انہوں نے سمائل بھی دی، بات کرنے کی کوشش بھی کی مگر اس کی زبان سے ایک لفظ تک ادا نہ ہو سکا۔ وہ آج کے اس آخری امتحان سے جلد از جلد جان چھڑا کر ری لیکس ہونا چاہتی تھی۔ وہ اس کھنچاؤ سے نکلنا چاہتی تھی، جو ہوش سنبھالتے ہی اس کے اعصاب پر بری طرح مسلط کر دیا گیا تھا۔ اب کچھ ہمت جواب سی دیتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کاریڈور کو عبور کرتے ہی وہ فوراً لیب میں چلی گئی۔ کرن کی موجودگی کا احساس کئے بغیر ہی مراق میں گُم پریکٹیکل سے فارغ ہو کر ایک تسکین بھرا لمبا سانس لے کر وہ باہر نکل آئی اور مین ڈور میں کھڑی ہو کر کرن کا انتظار کرنے لگی۔ فائنل ایئر کی تمام سٹوڈنٹس کے چہروں پر خوشی کی لالی بکھری ہوئی تھی۔ مگر جوہی کے چہرے پر اس کی ہلکی سی رمق بھی نہ تھی۔ اتنے طویل سالوں میں سزا سنانے کے ہر پل کے دھڑکے میں مبتلا، زندگی کی اگلی سیڑھی پر قدم رکھنے جا رہی تھی۔ ہم سفر کون ہو گا؟ کیسا ہو گا؟ اُس کے جذبات و احساسات کو جان بھی پائے گا کہ نہیں؟..... کچوکے لگاتی ہوئی سوچیں اور ڈر، اندیشہ اور نا اُمیدی کی سلگتی ہوئی چنگاریاں اُسے جھلسائے جا رہی تھیں۔ اس کا دل چاہا کہ وہ آج گھر نہ جائے، کہیں چھپ کر ان تمام کلفتوں سے آزاد ہو جائے۔ اسی اثنا میں کرن کی آواز پر چونک اُٹھی۔ اُس نے کرن کو رشک بھری نظروں سے دیکھا۔ وہ باقی کلاس فیلوز کی طرح بے پناہ خوش تھی جیسے ایک پنچھی قفس سے آزاد ہو کر کھلی فضاؤں کے مزے لوٹ رہا ہو۔

''جوہی! ہم سب ہائی ٹی کے لئے میریٹ جا رہے ہیں۔ سب خوش بھی ہیں، اُداس بھی بے تحاشا ہیں۔ آج کے بعد سب اس دنیا کے مختلف حصوں میں بکھر جائیں

گے۔ پھر نہ جانے ملنا ہوتا بھی ہے یا نہیں۔'' کرن یہ کہہ کر ایک لمحے کے لئے اُداس ہوگئی۔

'ٹھیک کہہ رہی ہے۔' اُس نے دل میں سرگوشی کی۔ 'اگر تمہیں اگلے امتحان کا خدشہ ہوتا، جس پر تمہاری حیات کا دارومدار ہوتا تو تم بھی میری طرح امید و بیم کے احساس میں بے بس اور مجبور کھڑی کلاس فیلوز کی جدائی پر نالاں نہ ہوتی۔ جیسے مریض کے سامنے کینسر کے بعد جسم کی ہر بیماری کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔'

اُس کے دکھ درد کا پیمانہ اتنا ہمہ گیر تھا کہ وہ اس سے باہر نکلنے کی کوشش میں ناکام ہو چکی تھی۔ کرن نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا اور اسے اس کی ذہنی کیفیت اور دل میں اُٹھنے والے طوفانوں کا اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی۔ اُس کا ہاتھ پکڑ کر لگاوٹ و اپنائیت سے بولی۔

''ہم دونوں کسی اور ریسٹورنٹ میں چلتی ہیں۔ تم بتاؤ کہ کہاں چلیں؟'' وہ اُس کی طرف سے جواب نہ ملنے پر اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ ''آج تم میری شوفر ہو۔'' وہ ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر مسکرا کر بولی اور جوہی کو پکڑ کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف دھکیل دیا۔

''آج نہیں۔'' وہ بمشکل کہہ پائی۔

''آج ہی۔ ٹریجک ہیروئن بننے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی مجھے یہ پسند ہے۔ شکر کرو کہ تمہاری تعلیم کا ایک اہم حصہ کمپلیٹ ہوا۔ ویسے جوہی! انسان کو اللہ تعالیٰ ایک نعمت کے بعد دوسری، پھر تیسری نعمت سے نوازتا چلا جاتا ہے۔ وہ پھر بھی ناشکرا ہی ثابت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی خوش نہیں رہتے۔ کیونکہ شیطان ان کے اندر وسوسوں اور خدشوں کے ہمراہ پوری طرح سے سرایت کر چکا ہوتا ہے۔ ہر خوشی کے بعد مستقبل کا ڈر اور خوف ان پر ایسے حاوی ہو جاتا ہے کہ کامیابی کا مزا اور ذائقہ زہر آلود ہو جاتا ہے۔ تم اس وقت اسی سچویشن کا شکار ہو چکی ہو۔''

جوہی خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر کے گھر کی طرف نکل گئی۔

کرن کے گھر کے پورچ میں گاڑی پارک کر کے بے اعتنائی سے باہر نکلی تو کرن

اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر کے اندر داخل ہو گئی اور لان کراس کرتی پچھلی سائیڈ سے جوہی کے گھر کی طرف جاتے ہوئے حیرت و تجسس سے بولی۔

''بی بی جی بتا سکیں گی کہ معاملہ کیا ہے؟ تمہارے ہونٹوں پر نہ ٹوٹنے والی خاموشی کی وجہ بے انتہا خوشی ہے یا کسی انہونی خبر کا شاک ہے؟''

خاموشی پھر بھی نہ ٹوٹی۔ وہ اُس کا ہاتھ چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور کرن، بی بی جی کو کچن سے باہر دیکھ کر ان کی طرف بڑھ گئی۔

انسان بھی کیسا کمزور ہے کہ رنج و الم میں ایک طویل مدت کے لئے نہیں رہ سکتا۔ خود ہی ان ناگفتہ بہ حالات سے نکلنے کی تگ و دو کرتا ہے۔ اعصابی اور ذہنی تناؤ سے نکلنے کے تمام حربے استعمال کر کے عارضی سکون کو حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش ضرور کرتا ہے۔ جوہی کئی دنوں سے بے سکون تو تھی ہی، آخر بکھرے ہوئے کمرے میں اپنی آشفتہ ہمت کو یکجا کر کے تہیہ کرتے ہوئے اُٹھی کہ آج کے بعد جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔ فی الحال سب سے پہلے ان تمام خود ساختہ وسوسوں سے باہر نکلنا چاہئے۔ ممکنات میں سے ہے کہ ان کا کوئی سر پیر ہی نہ ہو۔ خوامخواہ اپنی زندگی حرام کر رکھی ہے۔

'سب سے پہلے اپنی جائے سکون کو درست کیا جائے۔' وہ بڑبڑاتی ہوئی اُٹھی اور اپنے کمرے کو سلیقے سے سنبھالنے لگی۔ اسی مصروفیت میں دن کے گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ آخر میں الماری سے تمام فالتو کپڑے نوکرانیوں کی بچیوں کے لئے نکال کر کمرے سے باہر رکھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل کے بعد لان کا جوڑا پہن کر کرن کو فون کیا۔ کرن کا کئی دنوں سے شعوری طور پر اس کی طرف چکر نہ لگا تھا۔ وہ اس کے چپ کے روزے سے تنگ آ چکی تھی۔ موبائل پر اس کا نمبر دیکھ کر اس نے فون بند کر دیا۔

'نخرہ تو دیکھو محترمہ کا۔'

اس نے پھر فون ملایا تو اس نے پھر فون اٹھا کر غیریت کا اظہار کیا۔ جوہی فون رکھ کر اس کے گھر کی جانب چل پڑی۔

اسے دیکھتے ہی کرن نے اسے اُچھل کر گلے لگا لیا۔

''ظالم! اتنے دنوں بعد میری یاد آئی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم میرے بغیر با آسانی رہ سکتی ہو۔''

''بالکل صحیح سمجھی ہو۔'' جوہی مسکرا کر بولی۔

دونوں اِدھر اُدھر کی باتوں میں مگن ہو گئیں۔ ڈنر کا وقت ہوا چلا تھا۔ کرن نے بی بی جی کو فون کر کے میکڈونلڈز جانے کی اجازت لے لی اور دونوں خراماں خراماں باہر نکل گئیں۔

''جب تک رزلٹ نہیں آتا، خوب موج مستی کریں گے۔'' کرن چہک کر بولی۔

''مثلاً؟ تمہاری موج مستی کا کرائے ٹیریا میں بھی تو سنوں۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''یار! زیادہ دُور تک جا نہیں سکتیں۔ یہی کبھی لنچ، کبھی ڈنر باہر۔ اور کچھ دنوں بعد اپنے فارم ہاؤس چلیں گے۔'' وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔

''ہم دونوں وہاں جا کر کیا کریں گی؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''مجھے تو اعتراض نہیں۔ ہاں، تمہارے لئے کچھ خاطر خواہ انتظام کرنا پڑے گا۔'' وہ چھیڑنے لگی تو جوہی نے اسے چپت لگائی۔

''یار! تمہارا ذہن کافی اُلجھا ہوا ہے۔ ہر بات کا الگ مطلب نکال لیتی ہو۔ دو چار کلاس فیلوز کو اپنے ساتھ لے لیں گے۔ نہر کا کنارہ ہوگا، آم ہوں گے اور ہم ہوں گے۔'' وہ مزے لے کر بولی۔ ''بولو..... اس سے بڑھ کر کیا چاہتی ہو؟..... اگر کوئی کلاس فیلوٹر کا دل کو بھا گیا ہے تو اسے بھی انوائٹ کر لیتے ہیں۔''

''بہت بدتمیز ہو۔ جو منہ میں آتا ہے، بکے چلی جاتی ہو۔ یہ بتاؤ کہ واپسی کا پلین ہے کہ نہیں؟'' جوہی ہنستے ہوئے بولی۔ ''یا نہر میں ڈوب مرنے کا پروگرام ہے؟''

''واپسی شام ڈھلے۔'' کرن کے لہجے میں شوخی تھی۔

''میرا خیال ہے، تم مصطفیٰ بھائی کو بھول گئی ہو۔'' جوہی تھوڑا سہم کر بولی۔

''ان کی پروا کرنا چھوڑ دو۔ آج کل بیٹے کی جستجو میں ہیں، ہمیں بھول چکے ہیں۔'' کرن لاپروائی سے بولی۔

''آج کل چلّہ کاٹ رہے ہیں۔'' جوہی نے مسکرا کر کہا۔

''اس لئے تو گھر میں سکون ہے۔ انہیں کسی اور شہر جا کر پیری مریدی کرنی چاہئے۔'' کرن سنجیدگی سے بولی۔

''ہائے کرن! بھائی جان کے لئے یوں تو مت بولو۔'' وہ لجاجت سے بولی۔

''کیوں نہ بولوں؟ میرا بھی وہ بھائی ہے۔ اُس پر میرا بھی حق ہے۔'' کرن اُلجھ کر بولی۔

''تو پھر ان کے لئے بھلا بولا کرو۔ بھائی جیسے بھی ہوں، وہ بہنوں کی آنکھ کا تارا اور دل کا سکون ہوتے ہیں۔ تم کیا جانو؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''یار! زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا، مگر تمہارا خاندان ابھی تک اسٹون ایج میں بسر اوقات کر رہا ہے۔ الٹرا ساؤنڈ کروا دو بھابی کا۔ تسلی ہو جائے گی سب کو۔'' کرن سوچتے ہوئے بیزاری سے بولی۔

''ذرا مشکل ہے۔ میں پہلے سے ہی سوچ چکی ہوں۔ ناممکن ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''مشکل کیوں؟'' کرن نے میکڈونلڈز کی پارکنگ میں گاڑی روکی۔

''اگر بیٹا ہوا تو ماں خوشی سے ویسے ہی جان دیدے گی۔ اگر سیکس بیٹی کی ہوئی تو سے فوری طور پر دائی زبیدہ کے ذریعے اس دنیا پر آنے سے روک دیا جائے گا۔ سوچو کہ ماں بے چاری کا کیا حال ہوگا۔ بچ گئی تو ڈپریشن میں چلی جائے گی۔ اگر رخصت وگئی تو بہت نقصان ہو جائے گا ہم سب کا۔'' وہ دکھ بھرے لہجے میں بولی۔ ''تم سچ کہتی وکہ میرا خاندان دنیا کی اس دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔''

''او مائی گاڈ..... ڈِس گسٹنگ۔'' کرن نے افسردگی سے کہا۔

''بس دیکھ لو کہ اس معاشرے میں یہ ہے ہماری حیثیت کہ بس چلے تو اللہ کے ں فوری طور پر واپس بھیج دیئے جائیں۔'' جوہی نے آہستگی سے کہا اور کاؤنٹر کی طرف ھ گئی۔

❀❀❀

بیٹی کا موڈ دیکھ کر والدین کو قدرے تسلی تو ہوگئی مگر ان کے لئے دوبارہ رشتے کے ے میں بتانا مناسب نہ لگ رہا تھا۔ مصطفیٰ چلّے سے اُٹھ گیا تھا۔ کافی ہشاش بشاش پُر اُمید لگ رہا تھا۔ گھر کا پژمردہ ماحول بھی بہتر ہو گیا تھا۔ اس لئے والدین نے ے ہی غنیمت جان کر کوئی بھی نیا مسئلہ منظرِ عام پر لانا مناسب نہ سمجھا۔

لی لی جی کچن میں اپنے بچوں کے لئے [illegible]

گھی کے پراٹھے، دیسی انڈوں کا آملیٹ، چکن قیمہ کے کباب اور ساتھ ٹھنڈی لسی۔ جوہی بھی کچن میں پہنچ کر ماں کا ہاتھ بٹانا چاہ رہی تھی۔ مگر بی بی نے اس کے سر پر پیار کر کے روک دیا۔

''اب بیٹا! تم اس گھر میں چند ہفتے یا چند مہینوں کی مہمان ہو۔ اب روزانہ میں اپنی مہمان بیٹی کے لئے اپنے ہاتھ سے کھانا بنایا کروں گی۔'' وہ اُداس سی ہو کر بولیں۔

''مہمان..... بی بی جی! مجھے چین کا سانس نہ لینے دیں۔ میرے لئے کچھ نہ پکائیں اس گرم کچن میں۔ آئیں میرے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ کچھ حدود اربعہ تو بتائیں۔'' وہ بے قراری اور فکرمندی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کی طرف لے گئی۔

''اب تم اپنی تعلیم سے بھی فارغ ہو گئی ہو۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سیّد برادری سے بے حد شریف اور نیک لڑکا مل گیا ہے۔ گدی نشین خاندان سے تو نہیں، مگر نہ جانے کتنے ہی حج اور عمرے کر چکا ہے۔ تمہارے شاہ جی کو بہت پسند آیا ہے۔ جبکہ مصطفیٰ نے طوعاً و کرہاً ہی ہاں کی ہے۔'' بی بی جی اس کے پاس بیٹھ کر رازداری سے بولیں۔

''فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے لڑکے سے ملوا دیجئے گا۔'' وہ شاک میں اتنی آسانی سے کہہ گئی کہ اسے اپنے لفظوں پر یقین نہ آیا۔ فوراً ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر نظریں جھکا لیں۔

''بی بی جی تو جیسے کسی طوفان کی زد میں آ گئی ہوں۔

''خدا کا خوف کرو جویریہ! کیوں ہماری ناک کٹوانے لگی ہو؟ جب بھی رشتے کی بات ہوتی ہے، تمہارے چہرے پر مردنی چھا جاتی ہے۔ کیا بات ہے؟ کہیں کسی کو پسند تو نہیں کر لیا؟'' بی بی جی کانپ رہی تھیں۔ جوہی کے چہرے پر ندامت کی سیاہی چھا گئی اور پلکیں جھک گئیں۔

''کیا یہ دن دیکھنے کے لئے تمہیں پڑھایا تھا؟ مصطفیٰ کو بھی ناراض کیا، خاندان والوں کے طعنے بھی ہنس کر سہہ لئے۔ تمہاری خوشی کی خاطر۔ اب کسی نئی خواہش سے ہمیں دنیا جہان کے سامنے شرمندہ نہ کر دینا۔'' وہ بے بسی سے بولیں۔

''[illegible] فضول [illegible] لائی تو [illegible] پیار کرنے والی ماں تم

سے ہمیشہ کے لئے رُوٹھ جائے گی۔''

جوہی نے بے بسی سے ماں کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''حد کر دی ہے تم نے۔ میرے پاؤں کے نیچے کی زمین سرک گئی ہے۔ مصطفیٰ کو پتہ چلا نا تمہارے یہ خیالات تو تمہارے ساتھ تو جو کرے گا، اس کی مجھے خبر ہے، ہمیں بھی نہیں بخشے گا۔''

جوہی نے کوئی جواب نہ دیا لیکن روتی چلی گئی۔ ماں کا دل دُکھ گیا۔ نرم پڑتے ہوئے ایک دم سے اسٹرانگ ہو کر بولیں۔ ''میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ شاہ جی کی دُور اندیشی اور دانش مندی میں ہونے والا فیصلہ سو فیصد درست ہے۔

''میرے شعور کی راہوں میں مشعل بننے والی ہستی آپ ہیں آج اتنی کٹھور دل بن گئیں کہ میری زندگی کے فیصلے پر آپ نے اعتراض کیوں نہ کیا؟'' وہ بے ساختہ بولی۔

''اس لئے کہ شاہ جی مجھ سے عمر میں کافی بڑے ہونے کے ساتھ جہاں دیدہ بھی ہیں بیٹی! اگر تمہیں کوئی لڑکا پسند بھی ہے تو منہ سے ایک لفظ نہ نکالنا۔ میری تربیت اور تمہیں پڑھانے کا فیصلہ ہمارے لئے عمر بھر کے لئے کبھی نہ مٹنے والا داغ بن جائے گا۔ جوانی میں محبت ایک نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ احمق لوگوں کے دل کی صدا ہے جسے ذہن قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ دل غلطی کر سکتا ہے مگر تم جیسی باشعور لڑکی کے ذہن میں اتنی بڑی خطا سما نہیں سکتی۔'' وہ دکھ سے بول کر اشکبار ہو گئیں۔

''ایسا کچھ نہیں بی بی جی! ورنہ آپ کو سب سے پہلے انفارم کر دیتی۔ یہ زیادتی ہے کہ مجھے.....'' وہ کہہ کر رک گئی۔ پھر التجائیہ انداز میں بولی۔ ''میری زندگی کو جوئے میں مت ہاریں بی بی جی!..... میں انسان ہوں، حیوان نہیں۔'' وہ دکھی لہجے میں کہہ کر ماں کے گلے لگ کر رونے لگی۔ ماں اُسے افسردگی سے دیکھتی ہی رہ گئی۔

❀❀❀

رات دو بجے سارہ نے جڑواں بچوں کو پیدا کیا۔ بی بی جی دو دن سے سو نہ سکی تھیں۔ مصطفیٰ اپنی ہی ضد پر قائم و دائم تھا کہ ڈلیوری گھر پر ہو گی۔ بی بی جی تخت پوش پر اونگھ رہی تھیں۔ مصطفیٰ ان کے قریب ہی جا نماز پر بیٹھا ذکرِ الٰہی میں مصروف تھا کہ زبیدہ دائی بھاگتی ہوئی بی بی جی کے پاس آ کر بے تابی سے اُنہیں جھنجھوڑ کر جگانے لگی۔

''کیا ہوا؟'' وہ چونک کر آس پاس کا جائزہ لے کر عالم وحشت میں بولی۔

''جڑواں بچے تھے۔ بیٹا تو پیدا ہوتے ہی.....اور بیٹی بالکل خیریت سے ہے۔ لیکن سارہ بی بی کی حالت بہت نازک ہے۔ بلیڈنگ رُکنے کا نام نہیں لے رہی۔ کچھ کریں بی بی جی! کہیں سارہ بی بی.....اللہ نہ کرے۔''

مصطفیٰ کے کانوں میں جیسے سیسہ انڈیل دیا گیا ہو۔ وہ درد کی شدت سے کراہ اُٹھا اور ہکا بکا ماں کو اور کبھی دائی کو دیکھنے لگا۔ زبان گنگ تھی۔ اولادِ نرینہ جس کے لئے وہ ترس رہا تھا، چند منٹوں کے لئے اس کی پناہ گاہ میں سانس لے کر اس کی نا اہلی پر روٹھ گئی تھی۔ بی بی جی ہمت کر کے اُٹھیں۔ حالانکہ وہ سوکھے پتے کی طرح لرز رہی تھیں۔

''زبیدہ! جویریہ کو جگاؤ۔ مصطفیٰ! حوصلہ کرو۔ جلدی سے گاڑی نکالو۔ مرتضیٰ کو جگاؤ، سارہ کو جلدی سے ہسپتال لے جائے۔'' وہ وہیں پر سر تخت پوش پر رکھ کر بے بسی اور تیزی سے بولے جا رہی تھیں۔

❀❀❀

''جوہی! تمہارے سوگ منانے سے حالات سدھر سکتے ہیں تو پھر میں بھی تمہارا ساتھ دے سکتی ہوں۔ یہ مسئلہ خاموش رہنے سے حل ہونے سے تو رہا سویٹ ہارٹ۔'' کرن، جوہی کی افسردگی دیکھ کر بولی۔

''تو کیا کروں؟ بی بی جی کے سامنے اب لمبی چوڑی تمہید نہیں باندھنا چاہتی۔ بحث و مباحثہ کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔'' وہ بے بسی سے بولی۔ ''انہیں بہت کچھ سمجھا لیا۔ مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔''

''روؤ.....خوب واویلا کرو جانِ من۔ احمق نہ ہو تو۔ کس لئے تعلیم حاصل کی تھی؟ اگر ایک نادان اور اَن پڑھ لڑکی کی طرح قربانی کا بکرا بننا ہی تھا تو کیوں اپنے وقت اور پیسے کا زیاں کیا۔'' اُس نے خفگی سے کہہ کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

''مجھے لگتا ہے بی بی جی کی خاطر خاموشی سے اس جہنم میں کودنا پڑے گا۔ وہ ہر وقت میری ڈھال بن کر مجھے ہر ایک کے نشتر سے بچاتی رہی ہیں، اب مجھے ان کی ڈھال بننا ہوگا۔'' وہ اُداسی و مایوسی سے بولی۔

''بے وقوف! ایک بار تم اس گھر سے رخصت ہوگئی تو پھر یہی پیار کرنے والی ماں اور جان نثار کرنے والا باپ، یہاں کے تمام حقوق سے تمہیں عاق کر دیں گے۔ اپنے گھر کے دروازوں پر منوں بھاری تالے لگا کر دلوں کو بھی مقفل کر لیں گے۔ بتاؤ کہاں گئی تمہاری قربانی، فرمانبرداری اور اس کی قیمت؟ کیا روایتی اور بے حقیقت مدح سرائی کے لئے تاحیات گُڑھ گُڑھ کر جینا چاہتی ہو؟'' کرن کی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے۔ مترحم نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''یہ تمہارا لیک آف کونفی ڈینس تمہیں مروا دے گا۔ اگر تم اپنے حقوق کے لئے آج اپنے قدموں پر کھڑی نہ ہوئی تو یاد رکھو! میں تم سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کشی اختیار کر لوں گی۔ تم جانتی ہو کہ مجھے بزدل اور ڈرپوک لوگ قطعاً پسند نہیں ہیں۔ پھر تم کسی ویران اور اُجڑے ہوئے کنوئیں میں گرو یا آگ میں کُودو۔ مجھے کوئی سروکار نہیں ہو گا۔ جو بھی ہو گا، میری آنکھ سے اوجھل ہو گا۔ نہ دیکھوں گی، نہ ہی پشیمانی ہو گی۔'' کرن سنجیدگی سے اسے سمجھانے لگی۔

''ایسا ندیدہ پن تو فلموں اور ڈراموں میں ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ حقیقی زندگی تو اس سے بہت مختلف ہے کرن! بھلا میں ایسا کرنے کی ہمت رکھتی ہوں؟'' جوہی تڑپ کر بولی۔

''ٹھیک ہے۔ جاؤ، جو دل میں آئے کرو۔ آج سے آئی ایم آؤٹ آف یور لائف۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں کہہ کر موبائل پر اپنی فرینڈ سے گفتگو کرتی ہوئی اسے ٹوٹلی اگنور کرنے لگی جیسے اس کمرے میں اُس کے سوا دوسرے کی موجودگی سرے سے ہے ہی نہیں۔

جوہی خاموشی سے وہاں سے اُٹھ کر اپنی حویلی کی طرف بھاری قدموں اور بوجھل دل کے ساتھ چل دی۔

وہ سیدھی بی بی جی کے کمرے میں پہنچی۔ دیکھا کہ شاہ جی بھی وہاں موجود ہیں۔ میاں بیوی کو خاصے مطمئن دیکھ کر اسے آگ ہی تو لگ گئی کہ وہ کتنی راتوں سے سو نہیں پائی۔ بی بی جی کو بھی اپنے اعتراض کی وجہ بتائی ہے مگر ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ وہ چند منٹ رکنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی۔ کئی دنوں تک وہ اپنی زندگی میں رونما ہونے والے سانحے کے بارے میں سوچتی رہی۔ کرن نے بھی رابطہ کیا، نہ ہی حویلی کا چکر لگایا۔ آخر جوہی ایک ریولوشنری فیصلہ کر کے کرن کو خوشخبری سنانے پہنچی تو اس نے لفٹ ہی نہ کرائی، رُکھائی سے بولی۔

''تم کون ہو؟ میں تمہیں نہیں جانتی۔ انجان لوگوں کو بغیر اجازت کے میرے گھر آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟''

''خفا ہو کر مجھے ہرٹ نہ کرو کرن! میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں'' وہ اس کا ہاتھ

پکڑ کر بولی۔

''پریشانی ہر وقت کی خدشہ اور خوف پل پل کا۔ یہ ہے تمہاری زندگی۔ کیا اس دن کے لئے میں نے تمہیں سپورٹ کیا تھا؟ جاؤ، ایک بے زبان جانور کی طرح ذبح ہو کر دوسروں کی لذت کا سامان بن جاؤ۔ اور ایک بات پھر سے تمہیں کہے دیتی ہوں۔ آئندہ مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ سر پر بے وجہ نیک سیرت اور فرمانبردار بیٹی بننے کا جو بھوت سوار ہے، جب اُتر گیا تو پھر میرے پاس چلی آنا۔'' کرن کے لہجے میں افسردگی کُوٹ کُوٹ کر بھری گئی تھی۔

''وہ بھوت اُتر چکا ہے۔ یہی تو عرض کرنے آئی ہوں۔'' جوہی اُس کے کندھے پر سر رکھ کر اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے خود اعتمادی سے بولی۔

''ناممکن..... مجھے بالکل تم پر بھروسہ نہیں۔'' وہ ایک دم سے بولی۔

''کرن! میری بات کا یقین کرو کہ جب سے میرے گھر والوں نے اپنی جہالت اور ظلم وستم کی مثال قائم کی ہے، میری آنکھوں پر لحاظ اور رکھ رکھاؤ کی جو پٹی بندھی ہوئی تھی، یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اُتر گئی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ سارہ بھابی کی جان بچ گئی۔ اور آئندہ کے لئے اس زیادتی سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا بھی پا گئی۔ کیونکہ یوٹرس ریموو کئے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔'' جوہی کا لہجہ دُکھی تھا اور آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ بیڈ پر ہی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''ماما تو بتا رہی تھیں کہ مصطفیٰ بھائی، یوٹرس ریموو کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔'' وہ اس کے چہرے پر نظریں گاڑ کر بولی۔

''ہاں کرن! ایسا ہی ہوا تھا۔ خوش قسمتی سے شاہ جی سمجھ داری کر گئے۔ اور دوسرا میں نے ماما سے اپنی خواہش کا ذکر کیا تھا مگر ان پر اس کا رتی بھر اثر نہیں ہوا۔ خوش باش مگن ہیں اپنے پروگراموں میں۔ ان کی بے حسی نے مجھے بیدار کر دیا ہے کرن!'' وہ کرب سے بولی۔

''ویری گُڈ..... آج ہی اُن سے بات کرو۔'' وہ اُچھل کر بولی۔

''تم شاہ جی سے .....'' وہ ابھی بات مکمل بھی نہ کر سکی تھی کہ کرن نے جملہ اُچک کر کہا۔ بات کرو۔ یہی کہنا چاہتی ہو نا؟ اب کی بار تم اپنے حقوق کے لئے خود فائٹ

کرو گی۔ تمہیں کم ہمت، ڈرپوک بنانے میں میرا بہت بڑا رول ہے۔ بس اب تو یہی سمجھ لو کہ کرن مر گئی ہے۔'' اس نے اتنی سختی سے کہا کہ جوہی حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''ٹھیک ہے۔ اب تمہارا احسان نہیں لوں گی۔''

❀❀❀

شاہ جی کے بلاوے پر وہ ڈرتی سہمتی ہوئی ان کے کمرے کی طرف جا رہی تھی اور اپنی ہمت کو بحال کئے جا رہی تھی۔ کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھتی ہے کہ شاہ جی اپنے پلنگ پر سر جھکائے بیٹھے تھے۔ بی بی جی اپنے پلنگ پر نیم دراز تھے۔ کمرے کی فضا میں پریشانی اور غصے کی بُو آ رہی تھی۔ دونوں کے چہرے لٹکے ہوئے تھے، آنکھوں میں سوچ تھی۔ ٹیبل پر رکھی ہوئی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ دونوں اس حد تک ساکت و جامد تھے کہ جوہی کے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی۔

''بی بی جی! آپ نے یاد فرمایا ہے؟'' وہ ہمت کر کے ان کا ہاتھ پکڑ کر پاس بیٹھی۔

''ہاں۔ تمہاری ماں نے مجھے تمہاری خودسری کی اطلاع پہنچا دی ہے۔ کان کھول کر سن لو! ہمارا فیصلہ نہیں بدلے گا۔ ہمیشہ کی طرح۔'' شاہ جی کی آواز اتنی گرج دار تھی کہ وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر لرز گئی۔

کرن کی آواز اُس کے کانوں میں گونجی۔ 'بزدل کہیں کی۔ والدین سے بات نہیں منوا سکتی تو کل شوہر سے اپنے حقوق کیسے حاصل کرو گی؟ تمہارے جیسی کم گو اور سوبر لڑکیوں پر تیل چھڑک کر سسرالی جلا دیتے ہیں۔'

وہ حوصلہ بلند کئے شاہ جی کی غصے میں لال اور اُبلتی ہوئی آنکھوں میں جھانک کر ڈگمگائی، دوپٹہ درست کیا۔ کبھی ہاتھ ملتی اور کبھی پیشانی پر ہاتھ پھیرتی ہوئی دل کی تیز دھڑکن اور سانس کی تیزی پر کنٹرول پا کر خود اعتمادی سے بولی۔

''شاہ جی! گستاخی معاف۔ آپ نے جو بھی بی بی جی سے سنا ہے، سو فیصد درست سنا ہے۔ آپ کا فیصلہ اپنی جگہ بجا اور قابلِ احترام سہی۔ مگر میرا فیصلہ بھی اٹل ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر سردی میں بھی پسینے سے شرابور ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ شاہ جی اور بی بی جی لعن طعن سے نوازتے، اپنی عزت کی بھیک مانگتے اور آخر میں اپنی محبت سے عاق کرنے کی ایموشنل دھمکی دیتے، وہ ایک جھٹکے سے اُٹھی اور باہر نکل گئی۔

''یہ بے باکی اور بے حیائی اس تعلیم نے اسے سکھائی ہے۔ افسوس کی بات ہے۔ کاش ہم مصطفیٰ کے مشورے کو اہمیت ہی دے دیتے۔'' شاہ جی وہیں سینے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے اور بی بی جی نے پانی کا گلاس ان کے ہونٹوں کو لگا کر کہا۔

''شاہ جی! آپ تو ہمت ہارنے والے انسان نہیں ہیں۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں آپ۔ ہمت کریں۔''

''مصطفیٰ کی ماں! یہ جو اولاد ہے نا، فرمانبردار ہو تو جنت ہے اس دنیا میں۔ اگر خودسر نکل آئے تو دو جہانوں کا جہنم ہے۔ اس نے تو میری کمر ہی توڑ کر رکھ دی ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بول کر پلنگ پر دراز ہو گئے۔

گھر میں اِک ہُو کا عالم تھا۔ مصطفیٰ تک ابھی جویریہ کا یہ باغیانہ پن ظاہر نہیں ہوا تھا۔ والدین نے بھی جوہی سے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ نہ اسے کھانے پر بلایا جاتا، نہ ہی وہ کمرے سے باہر نکلتی۔ اسی عالم خاموشی میں مہینہ گزر گیا۔

یکدم ماحول میں تبدیلی رونما ہوئی۔ بی بی جی، جویریہ کو کھانے کے لئے خود بلانے کمرے میں آ گئیں۔ اُسے پچکارتے ہوئے اپنے ساتھ ڈرائنگ رُوم میں لے گئیں۔ حالانکہ بی بی جی کے چہرے پر بلا کی اُداسی میں جھریاں بڑھ گئی تھیں۔ کھانے کی ٹیبل پر شاہ جی نے بہت پیار سے اسے خوش آمدید کہا۔ جوہی کی حیرت کی انتہا تھی کہ ایک مہینے کی ہڑتال نے اتنا بڑا کام کر دیا۔

'میں پہلے ہی اپنے پیرنٹس کی مینٹیلٹی کیوں نہ سمجھ سکی؟ ماضی منتیں کرتے ہی گزر گیا۔ کرن کی راہنمائی بہت کارگر ثابت ہوئی ہے۔ بہت چالاک ہو گئی ہے۔ واہ! کیسے میرے باغیانہ پن کو فراموش کر کے انہوں نے مجھے سینے سے لگا لیا ہے۔' چہرے پر حیرت کے ساتھ خوشی بھی تھی۔ فتح مندی کا احساس بھی تھا۔

جونہی کھانے سے فارغ ہوئے، جوہی سیدھی کرن کے گھر آ گئی۔ تمام حالات اس کے گوش گزار کرنے کے بعد دونوں نے ایک مسرت سے بھرپور نعرہ لگایا۔

''مجھے مان جاؤ جوہی! دیکھا تم نے، بہادر اور مستقل مزاج لوگوں کے سامنے اُونچے شملوں والے بھی سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے، تم نے میری بات مان لی اور اپنے فیصلے پر ڈٹی رہی ہو۔ اب مجھے الہام ہوا ہے کہ اگلا مرحلہ ہو گا، جیجا جی کے

دیدار اور ملن کا..... ذرا انتظار فرمائیے۔ اتنی بے چینی اچھی نہیں۔''

جوہی نے کچھ شرما کر اُس کی طرف فتح مندی سے دیکھا۔ کمرے میں قہقہے گونج اُٹھے۔

بی بی جی دن بہ دن ڈاؤن ہوتی جا رہی تھیں۔ ہر وقت لیٹی رہتیں۔ گفتگو میں بھی کمی آ گئی۔ تمام مشورے اور نصیحتیں دھری کی دھری رہ گئیں۔

''جان ہے تو جہان ہے۔ ورنہ زندگی بیکار ہے۔'' وہ آہ بھر کر سب کو مطمئن کر دیتی تھیں۔ حالانکہ معاملہ صحت سے وابستہ نہیں تھا۔ یہ تو دل کا معاملہ تھا۔ وجود میں بکھری ہوئی رگوں میں سرایت کرنے والی مامتا کا مسئلہ تھا۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ کیسا بھیانک کھیل کھیلنے جا رہے تھے۔ شاہ جی کا یہ ردعمل اُس سے ہضم کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

وہ حویلی کے پچھلے صحن میں تخت پوش دھوپ میں بچھا کر لیٹی ہوئی تھیں۔ ملازمہ اُن کے پاؤں دبا رہی تھی۔ ساتھ اپنے چرسی خاوند کے ظلم کی داستان سنائے جا رہی تھی جس پر بی بی جی کی قطعاً توجہ نہ تھی۔ چہرہ دوپٹے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ ہاتھ میں تسبیح تھی اور ہاتھ سینے پر تھے۔ ہاتھ کی ہلکی سی جنبش سے ان کی بیداری کا گمان ہو رہا تھا۔ وہ گہری سوچ میں تسبیح کے دانوں کو وقفے سے گرا رہی تھیں کہ شاہ جی نمودار ہوئے تو ملازمہ احتراماً کھڑی ہو گئی۔ وہ برآمدے سے کرسی اور ٹیبل لا کر تخت پوش کے سامنے رکھ کر شاہ جی کے اشارے سے غائب ہو گئی۔

''مصطفیٰ کی ماں! تم نے ہمارے کئے گئے فیصلے کو ضرورت سے زیادہ ہی دل کو لگا لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ تمہیں بچپن سے جانتا ہوں۔ صبر تو کر گئی ہو، مگر شکر سے بہرہ اندوز نہیں ہو۔'' وہ اُس کے چہرے سے دوپٹہ ہٹاتے ہوئے بولے۔ بی بی جی کی آنکھوں میں اُداسی دیکھ کر دُکھی ہو گئے۔

''تمہارے لئے خوشخبری لایا ہوں۔ جویریہ نے بتانے سے منع کیا ہے۔ وہ خود بتانا چاہ رہی ہے۔''

''پاس ہو گئی ہو گی۔'' وہ آہستہ سے بولیں۔

''ہاں۔ تمہاری بیٹی آج ڈاکٹر بن گئی ہے۔ بے پناہ خوش ہے۔ آتی ہی ہو گی تمہیں اپنی کامیابی کی خبر سنانے۔'' وہ مسرت آگیں لہجے میں بولے۔

''پہلے بات کچھ اور تھی۔ مگر آج دل خوش نہیں ہوا۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بیٹھ گئیں۔

''کیوں؟..... مصطفیٰ کی ماں! ہم نے تو آج کے دن کا بے چینی سے انتظار کیا تھا۔'' وہ حیرت سے بولے۔

''کاش! ہم اسے سوچنے سمجھنے کی قوت سے نا آشنا رکھتے۔ بہت بڑا ظلم کر دیا ہے اس پر۔'' وہ مرے ہوئے لہجے میں بولیں۔ ''اُس نے محض لڑکے سے ملنے کی خواہش کی تھی جو جائز تھی۔ مگر ہم نے اُسے گناہِ کبیرہ کے زمرے میں لکھ دیا۔ جیسے وہ اپنی پسند کا لڑکا ہمارے سامنے لے آئی ہو۔''

''خدا کے لئے مصطفیٰ کی ماں! اب میں تمہارے منہ سے ایسی بات نہ سنوں۔ تم تو بہت عقل مند عورت ہو۔ مجھے بھی تو جویریہ بہت پیاری ہے۔ مگر کچھ فیصلوں کے لئے محبتوں کو آڑے نہیں آنا چاہئے۔'' وہ نرمی سے بولے۔ ''کہیں تم ہمیں دغا نہ دے جانا۔ ورنہ عزت خاک میں مل جائے گی۔ بس خاموشی ہی لاعلاج مرض کے لئے فائدہ مند ہے۔''

''شاہ جی! آپ بے فکر رہیں۔ لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ہم دونوں نے ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ ہر مشکل اور ہر آسانی میں دیا ہے۔ آج آپ اور میں جدا ہو گئے ہیں۔ دونوں کہیں کھو گئے ہیں۔'' وہ درد بھرے لہجے میں بولیں تو شاہ جی انہیں دیکھتے ہی رہ گئے۔ سوچنے کے بعد لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے بولے۔

''اُٹھو مصطفیٰ کی ماں! بچی کی کامیابی پر بزرگوں کے مزار پر قوالی اور میلاد کی محفل سجاتے ہیں۔ لنگر کھلوا کر غریبوں اور مسکینوں کی دعائیں لیتے ہیں اور اپنی بچی کے نصیبوں کے کئے گئے فیصلے کے لئے دُعا گو ہوتے ہیں کہ جویریہ کے لئے چاروں طرف سے بہتری ہو۔ کامیابی اور خوشی ہو۔''

❀❀❀

''میرا کام تو ہوا ختم..... ٹاپ کرنے والوں کو یہ معمولی سا کام مکمل کرنے کے لئے پوری رات چاہئے۔'' کرن نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے شگفتہ لہجے میں کہا۔

''جی سرکار! یہ ہوا میرا کام تمام۔'' جوہی بھی مسکرا کر لیپ ٹاپ ایک طرف رکھ کر

شوخی سے بولی۔

''خدا کے لئے اب زیادہ ہی سچی اور کھری بننے کی ایکٹنگ مت کرنا۔ سن رہی ہو نا، میری مان کر چلنے میں کتنے فوائد ہیں۔ اب تو انکار نہیں کر سکتی نا؟'' کرن اُسے چھیڑتے ہوئے بولی۔

''کسی نے پوچھ لیا تو جھوٹ نہیں بولوں گی۔ بتا دوں گی کہ میں نے کرن کے ساتھ ہاؤس جاب کے لئے اپلائی کر دیا ہے۔ مجھے دلیری کا تحفہ دے کر پھر سے بزدل کیوں بنانے لگی ہو؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''تم نہیں سیکھو گی۔ بے وقت کی سچائی تمہیں مروائے گی جانِ جاناں!'' کرن ہنستے ہوئے بولی۔

''میں بہت حیران ہوتی ہوں، تمہاری اخلاقیات سے گری ہوئی باتیں سن کر۔ حالانکہ تم تو بہت اوینیسٹ اور لائیل لڑکی ہو۔ ہر رشتے کو جس خوش اسلوبی سے نبھاتی ہو اس کا جواب ہی نہیں۔ تمہاری اور میری دوستی اور بہناپے کی یہی تو سٹرینتھ ہے۔ پھر وقتاً فوقتاً چیٹنگ کا لیکچر کیوں دیتی ہو؟'' جوہی قدرے خفگی سے بولی۔

''دراصل بات یہ ہے کہ میں نے آج تک اپنا کوئی پروگرام والدین سے چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور اُنہی کے مشورے اور نصیحت پر تمہیں ساتھ لے کر چلتی ہوں۔ میں تمہاری بونگیوں سے خوف زدہ رہتی ہوں ہر وقت۔ تمہارے لئے خاموشی ہی بھلی ہے بھئی۔ کچھ سمجھ آیا کہ نہیں؟'' وہ اُس کے سر پر ہلکی سی چپت مار کر بولی۔

''یار! تم مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھتی ہو؟ میں جانتی ہوں کہ تم چاہتی ہو، پہلے ہاؤس جاب میں کامیابی اور پھر دھماکہ خیز اعلان۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہاں۔ اعلان در اعلان۔ ڈھول باجوں سے۔ جسٹ ویٹ اینڈ سی۔'' وہ خوشی سے سرشار ہو کر بولی۔ ''اور ساتھ ہی یو ایس ایمبلی کی تیاری شروع۔''

''بالکل صحیح۔ خدا کا شکر ہے کہ فی الحال شادی کا جن تو بوتل میں بند ہوا۔'' جوہی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اس نے جب بھی باہر نکلنے کی کوشش کی نا تو کان سے پکڑ کر پھر سے قید کر دیں گے۔'' کرن بھی ہنستے ہوئے بولی۔

❀❀❀

''میڈم! یہ بھی خوب رہی کہ جس نے گائیڈ کیا، وہ منہ لٹکائے بیٹھی انتظار کی گھڑیاں گن رہی ہے اور جسے شادی کرا کے بچے پیدا کرنے اور گھر بسانے کا شوق ہے، اسے دس ہاسپٹلز سے ہاؤس جابز آفر ہو گئیں۔ اسے ہی تو کہتے ہیں قسمت کا لکھا۔ لیکن میں بھی کرن ہوں۔ اللہ میاں سے منوا کر نہ چھوڑا تو پھر زندگی کا مزا ہی کیا؟'' کرن تلملا کر بولی تو جوہی ہنسنے لگی۔

''لیکن ایک بات مت بھولنا۔ تمہیں ہاؤس جاب نہیں کرنے دوں گی۔ میرا ساتھ بہت اہم ہے تمہارے لئے۔ بائی گاڈ میری پروٹیکشن میں بچی ہوئی ہو۔ ورنہ تمہارے اس حُسن کو کب کا گرہن لگ چکا ہوتا۔'' کرن نے اسے چھیڑا۔

''فار گاڈ سیک کرن! میں ایسی بھی میٹھی نہیں ہوں کہ کوئی فوراً مجھے منہ میں ڈال لے گا۔ ایک تو تمہیں خود پر مان بہت ہے۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''وہ تو ہے۔ کیونکہ آئی لو یو..... یو لو می۔ لیکن ہاؤس جاب کے لئے علیحدگی نامنظور، نامنظور۔'' وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔

''اسی طرح ہو گا۔ بھلا میں تمہارے بغیر کہیں جا سکتی ہوں؟ پہلی بات یہ کہ شاہ جی اجازت ہی نہیں دیں گے۔ دوسری بات بھی سن لو کان کھول کر میں خود بھی تو اکیلے نہیں جانا چاہوں گی۔'' وہ بھی شیریں لہجے میں بولی۔

اسی اثناء میں فرحت کمرے میں داخل ہوئیں۔ چہرے کے تاثرات سے نہ تو خوشی کا اظہار ہوتا تھا نہ ہی کسی دکھ کا۔ کچھ سپاٹ سا چہرہ تھا۔ ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا۔

دونوں نے حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات سے ڈبے کو غور سے دیکھا۔

''آہا..... لگتا ہے مجھے ہاؤس جاب مل گئی۔ پاپا کی کوشش رنگ لے آئی۔'' کرن نے اُچھل کر کہا۔ مگر فرحت، مٹھائی کا ڈبہ کھولنے میں مصروف رہی۔

''کیوں بی بی خالہ! یہی خوشخبری ہے نا؟'' جوہی نے شگفتہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں بیٹا! اس سے بڑی خبر ہے۔'' وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بناوٹی خوشی سے بولی۔

''ماما! بتا بھی دیں۔ کیا سسپنس پھیلا دیا ہے آپ نے؟'' کرن بے قراری سے

بولی۔

''منہ میٹھا کرو۔تمہاری دوست کے نکاح کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے۔''

''کون سی دوست بی بی خالہ؟'' جوہی نے تجسّس سے پوچھا۔

''چلو اب تم بھی منہ میٹھا کرو۔'' فرحت مسکرا کر کرن سے بولی۔

''ماما! بتا تو دیں پہلے۔'' کرن بے چینی سے بولی۔

''بدھو!..... یہ جو تمہاری بغل میں بیٹھی ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''یعنی جوہی؟..... ناممکن.....'' کرن حیرت سے بولی۔

''ایسا نہیں ہوسکتا۔ بی بی جی مجھے ضرور بتا دیتیں۔'' جوہی نے ماننے سے انکار کر دیا۔مگر چہرے پر بارہ بج چکے تھے۔دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

''اس میں پریشانی کی بات نہیں بلکہ خوشی کی خبر ہے۔'' فرحت، کرن کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔''کل ہمارے گھر بھی خیر سے تمہیں دیکھنے لوگ آرہے ہیں۔ہم بھی شاہ جی کی طرح جھٹ نکاح پٹ بیاہ کا منصوبہ بنانے کا سوچ رہے ہیں۔''

''ماما! آپ اتنی ظالم نہیں ہوسکتیں۔ بی بی جی سے تو مجھے ایسا کرنے کی توقع ہے مگر آپ .....سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور پھر پاپا کی جان مجھ میں اٹکی ہوئی ہے ماما! میری رضامندی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔'' کرن یقین سے بولی۔

''اگر مجھ پر یہ ظلم اور بے انصافی مسلط کر دی گئی تو میں مر جاؤں گی زہر کھا کر۔'' جوہی نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

''بیٹا! بچیاں پرایا دھن ہوتی ہیں۔انہیں ایک نہ ایک دن تو ہمیں چھوڑ کر جانا ہی ہے۔اور پھر والدین کے فیصلے ہمیشہ بہترین ہوتے ہیں۔کیونکہ ان کی عمریں اس دنیا کی تجربہ گاہ میں نشیب و فراز دیکھتے ہوئے گزرتی ہیں۔ جوہی! تم دل برا نہ کرو۔سب کچھ درست ہی ہوگا۔'' فرحت نے اسے پیار کیا تو وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''بی بی خالہ! کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ یہ کھچڑی نہ جانے کب سے اندر ہی اندر پک رہی تھی۔ مجھ تک ہلکی سی خوشبو بھی نہ پہنچی۔میری شادی کا فیصلہ مجھ سے پردہ داری میں کب ہوا؟ میں نہیں جان پائی۔کیا یہ میرے ساتھ انصاف ہو رہا ہے یا سراسر زیادتی؟''

''تم فوراً انکار کر دو۔ یہ تو حد ہے بھئی۔'' کرن تیز لہجے میں بولی۔فرحت نے

آنکھ کے اشارے سے اسے چپ رہنے کو کہا تو وہ حیرت سے ماں کو دیکھنے لگی۔

''زیادتی ہرگز نہیں۔ ابھی بھی زیادہ تر والدین اپنے بچوں کا ہر فیصلہ خود کرتے ہیں۔ پرسوں جمعہ کی نماز سے پہلے نکاح ہے۔ کرن! اپنی بہن کو پارلر لے جاؤ۔'' فرحت نرمی سے بولی۔ ''اُٹھو میرا بیٹا۔''

''میں کہیں نہیں جا رہی۔'' جوہی نے بے بسی سے کہا۔

''یوں پریشان ہونے سے شاہ جی کا فیصلہ تو بدلنے سے رہا۔ بہتر ہے کہ اپنی نئی زندگی کو آگے بڑھ کر ویلکم کہو۔'' فرحت نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

''بی بی خالہ! میں تو ہاؤس جاب کا سوچ رہی تھی۔'' وہ تڑپ کر بولی۔

''ہاؤس جاب سے کون منع کرے گا؟ تمہارے وکیل چاچا ہیں نا۔ فکر مت کرو بیٹا!''

'کتنی آسانی سے کہہ دیا کہ فکر نہ کروں۔ میری زندگی تباہی کی جانب چل پڑی ہے اور میں آنسو بھی نہ بہاؤں۔ اس ڈیزاسٹر کو بڑھ کر سینے سے لگا لوں۔ یہ خوب رہی۔' وہ دل ہی دل میں کہے جا رہی تھی۔

کرن معاملہ سمجھ چکی تھی کہ ماما کے سمجھانے میں بھی درد اور افسوس کیوں ہے۔ بے بسی اور لاچارگی کا اظہار کر کے وہ جوہی کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کرن نے بھی سوچتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کیونکہ اس حساس معاملے کو عقل کی نظر سے دیکھ کر جوہی کو تسلی دینا لازم تھا۔ نہ کہ اسے بھڑکانا، تڑپانا اور رُلانا اہم تھا۔

''تم فکر کیوں کرتی ہو؟ اب وہ زمانہ گیا جب لڑکی شادی کے بعد اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتی تھی۔'' کرن نرم لہجے میں بولی تو فرحت اپنی بیٹی کی ذہانت پر مسکرا اُٹھی۔

''شاہ جی اور بی بی جی پر یہ کہاوت خوب فٹ آتی ہے کہ دایاں دکھا کے بائیں کے کرتب۔ انہوں نے تو مجھے پیار کی مار میں ہی دھوکا دے ڈالا۔'' جوہی تاسف بھرے لہجے میں بولی۔

''پھر وہی افسوس اور گلے شکوے..... یار! پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ ایسی باتیں تمہیں قطعاً زیب نہیں دیتیں۔'' کرن نے مسکرا کر کہا۔

''اُف! تم بھی ساتھ چھوڑ گئی ہو۔'' جوہی نے سر پکڑ لیا۔

''بھئی وہ ماں باپ ہیں۔ غلط فیصلہ کیونکر کریں گے؟'' کرن نے تسلی دینے کے

انداز میں کہا۔

''بیٹا! جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں۔ ہم تو ایک وسیلہ ہیں۔ کاتبِ تقدیر نے تمہارے لئے جس کا انتخاب کیا ہے، اس میں کوئی بھی قصور وار نہیں۔'' فرحت نے سنجیدگی سے کہا۔

''دیکھو نا۔ اب کل مجھے بھی تو لوگ دیکھنے آ رہے ہیں۔ ماما، پاپا میرے لئے بہتر ہی فیصلہ کریں گے۔'' کرن نے فکرمندی کے بغیر ہی کہا تو جوہی طنزیہ مسکرا اُٹھی۔

''دراصل میری کم گوئی کی وجہ سے سب مجھے بہت نادان اور بے وقوف سمجھتے ہیں۔ میں جانتی ہوں سب باتیں۔ مجھے چکمہ دے کر پھنسانے میں تم بھی بی بی خالہ کی زبان بولنے لگی ہو۔'' جوہی طنزیہ مسکرا کر اُس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''کم گو لوگ بہت گہرے ہوتے ہیں۔ سمندر کی مانند۔ بھلا تم بے وقوف کیسے بن سکتی ہو؟'' کرن نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کل رات رسمِ حنا گھر کی خواتین کے ہمراہ ہی منائی جائے گی۔ کیونکہ دادی بی بی کی خواہش کو تو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ وہ ہاتھوں پر سہاگ کی مہندی لگائے بغیر نکاح پڑھانے کو بدشگونی سمجھتی ہیں۔'' فرحت نے آہستگی سے کہا۔

'سہاگ کی مہندی۔ سب کا دماغ چل گیا ہے۔' جوہی دل ہی دل میں بولی۔

''بکرے کو قربانی سے پہلے مہندی لگا کر اور پھندے پہنا کر عقیدت و خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ تم تو سب ہی بھول گئی۔ پلیز گیٹ اَپ۔ اپنا منہ سیدھا کرو۔ پرسوں دن ہے قربانی کا۔ ابھی سے تیاری پکڑیں گے تو بات بنے گی۔'' کرن، ماحول کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرنے لگی۔

''اس وقت تمہارا مذاق مجھے زہر لگ رہا ہے۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''کرن! تم باز آ جاؤ۔'' فرحت نے اُسے گھور کر کہا تو وہ کھسیانی سی ہنس پڑی۔

''میری بیٹی کے لئے مہندی کا خوب صورت سا ڈریس خریدنے چلتے ہیں۔ کیوں کرن؟'' فرحت نے مسکرا کر کہا۔

''بی بی خالہ! اس کی ضرورت نہیں۔ ہمارے گھروں میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ بیٹی کی شادی پر تو نہ جانے کیوں ندامت کا احساس سب کو سوگوار کر جاتا ہے؟'' جوہی نے

ھرے لہجے میں کہا۔

''ماما! کچھ لڑکے کے بارے میں تو بتائیں۔ ہوسکتا ہے، جوہی کو قدرے تسلی ہو ئے۔'' کرن سنجیدگی سے بولی۔

''سیّد گھرانے کا لڑکا ہے۔ سنا ہے، گدی نشینی سے دُور پار کا واسطہ نہیں۔ اس لئے فی مخالفت بھی کر رہا تھا اور حمایت میں بھی پیش پیش تھا۔'' فرحت نے سنجیدگی سے ''اس سے آگے میں کچھ نہیں جانتی۔''

'مصطفیٰ بھائی تو مجھے سر سے اُتارنا چاہ رہے ہیں۔' جوہی نے دکھ سے سوچا۔ ے لئے جو رشتہ انہیں پسند آ گیا، بس یوں سمجھو کہ گٹر کا ڈھکنا ہی اُٹھا دیا۔ لگتا ہے ے ساتھ یہی کچھ ہوا ہے۔ بھائی نے میرے خلاف پراپیگنڈہ تو ہمیشہ سے ہی بنا تھا، اب کام پایۂ تکمیل تک پہنچ کر رہے گا۔ تمہارے بولنے کا کسی پر رتی بھر اثر نہ بلکہ مجھے نافرمان اور خودسر کے خطاب سے نواز کر بھی وہی کچھ ہوگا جو دوسرے چاہیں گے۔ جیسے شادی میری نہیں، ان سب کی ہے۔'

وہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ خاموشی سے وہاں سے اُٹھ کر حویلی کی طرف چل ۔ فرحت نے روکا، نہ ہی کرن نے واپس بلانے کی کوشش کی۔ بس اس حسرت و کی مورتی کو جاتے ہوئے پژمردگی سے دیکھتی رہ گئیں۔

''زمانہ بدل گیا۔ نہ بدلے تو یہ حویلی والے شاہ جی نہ بدلے۔ بیٹی کو اچھی بشن دلانے کے بعد بھی ان کے وہی پرانے اور فرسودہ اصول نہ ٹوٹے۔ فیصلہ نہ پتھر پر لکیر بن گیا۔'' فرحت نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''ماما! کس قدر بے حس لوگ ہیں۔ ان کے فیصلوں میں پیار اور جذبات کا ہلکا سا تک تو ہوتا نہیں۔'' کرن کی آنکھیں بھر آئیں۔

''بے چاری ٹوٹ ہی تو گئی سنتے ہی۔ یہ تو اُس کی قسمت نے یاوری کی ہے کہ ری میری مان کر اسے ڈاکٹر بننے کی اجازت مل گئی۔'' فرحت بھی رو پڑی۔

''کچھ لڑکے کے بارے میں آپ کو علم ہے کہ کیسا ہے؟'' کرن فکرمندی سے بولی۔

''جوہی کی ماں تک کو خبر نہیں بیٹا! میں کیا جانوں بھلا؟'' فرحت آہ بھر کر بولی۔ ں کرن! تمہارا فرض ہے کہ جوہی کو تسلی و تشفی دیتی رہنا۔ کہیں کچھ کر ہی نہ بیٹھے۔''

''ہے تو بہت ہمت والی۔ مگر آج کچھ ڈھے سی گئی ہے۔'' کرن پشیمانی میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ بے بس اور مجبور۔ جو آج اُس کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

''کرن! آج رات تم اس کے پاس ہی چلی جانا۔ بے چاری کو کچھ تو ڈھارس ہو ہی جائے گی تمہارے ساتھ۔'' فرحت بہت افسردہ لگ رہی تھی۔ آخر اسی جوہی نے کرن کے ساتھ اس کی گود میں چھپن چھپائی کھیلی تھی۔ اُس کی تکلیف اور دُکھ کا احساس اُس کے چہرے پر نمایاں تھا۔ مگر وہ اُن کے ذاتی معاملے میں انٹرفیئرنس کیسے کرتی؟ صبر تو کر گئی مگر دل کو چین نہیں آ رہا تھا۔

بجھے ہوئے دل سے دونوں تیار ہوئیں اور لبرٹی چلی گئیں۔ جوہی کے لئے مہندی کا ڈریس خریدنے میں بہت وقت لگا۔ آخر کرن نے لائٹ گرین کلر میں شفون کا فراک اور چوڑی دار پاجامہ خرید لیا۔ ہلکا سا کامدانی کام گرین کلر پر بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔ گھر پہنچتے ہی کرن سیدھی جوہی کے پاس چلی گئی۔ وہ اپنے کمرے میں خاموش بیٹھی دیوار پر نظریں جمائے سوچ میں غرق تھی۔

''اے حسینۂ عالم! کہاں ہو؟..... کس کی بانہوں میں جھول رہی ہو؟ ذرا ہم بھی تو سنیں۔'' کرن نے قریب جا کر لگاوٹ سے کہا اور ڈریس اُس کے سامنے پھیلا دیا۔ وہ بے معنی سی نظروں سے دیکھتی رہی لیکن کچھ بول نہ پائی۔

''جوہی دیکھو، ایسی بھی لوٹ نہیں مچی ہوئی کہ شاہ جی تمہیں کسی اناڑی سے باندھ دیں گے۔ ہمت کرو میری جان! خود کو سنبھالو۔ تم اس وقت والدین کے فیصلے کو ہرگز بدل نہیں سکو گی۔ کیونکہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں۔ اپنی نئی زندگی کو ہنستے مسکراتے ویلکم کہو۔ اس نکاح کو انجوائے کرو۔ ہو سکتا ہے اس جوئے میں تمہاری جیت ہو جائے۔'' کرن دل پر جبر کر کے بولے جا رہی تھی۔

''تم کیا سمجھتی ہو کہ موڈ کا کنکشن ایک سوئچ سے وابستہ ہے، جب دل چاہے آن کر لو اور اپنی مرضی سے آف کر دو۔'' جوہی نے بے چارگی سے کہا۔

''موڈ کو خوشگوار رکھے بغیر اور کوئی راستہ جو نظر نہیں آ رہا۔ زندگی میں شادی صرف ایک بار ہی تو ہوتی ہے۔ پھر کیوں نہ راضی بہ رضا ہو کر مستقبل کے روشن دنوں کی اُمید میں رونا دھونا بھول جاؤ۔ تمہاری فطرت کی لڑکی اپنی تقدیر خود لکھوا کر لاتی ہے۔ میرا

دل کہتا ہے کہ سب درست ہی ہو رہا ہے۔ تمہاری فیور میں جائے گا یہ سب کچھ۔'' وہ تسلی دیئے جا رہی تھی۔ جوہی تڑپ اُٹھی اور خشمگیں نظروں سے دیکھ کر خفگی سے بولی۔

''بہت عجیب ہو تم۔ نہ تمہارا دین سچا اور نہ ہی ایمان مضبوط۔ پہلے مجھے بزدل اور ڈرپوک کہہ کر ماں کے سامنے میرا منہ کھلوایا۔ اب محترمہ فرماتی ہیں کہ اپنی ہوش وخرد پر پہرے بٹھا کر انجوائے کرو۔''

''وقت اور حالات کے مطابق خود کو ڈھال لینا ہی تو عورت کی عظمت ہے یار! میں تمہیں بہت لا اُبالی لگتی ہوں مگر دل میں عورت کی تحریم کا ایک خاکہ نقش ہے۔ اگر مجھ پر بھی ایسی کٹھن آزمائش آپڑے تو میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر دل کے ہر گوشے سے فکر وغم اور پریشانی کو نکال پھینکوں۔'' کرن سنجیدگی سے بولی۔

''میں تمہاری ایکٹنگ کو خوب جانتی ہوں۔ ہر پل اس کا رنگ اور روپ بدل جاتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں کس پاگل کتے نے کاٹا تھا کہ ڈاکٹر بن گئی؟ مائرہ خان تمہاری آئیڈیل ہے۔ اسی جیسے ڈریسز، وہی بالوں کا اسٹائل اور ویسی ہی تمہاری باتیں۔ تمہاری ایکٹنگ نے مجھے مروا ڈالا ہے۔ ایسی منہ کی کھائی ہے کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تم نے۔ پہلے ساتھ دیا، پھر بیچ منجدھار چھوڑ دیا۔ میری زندگی کو بھی تم نے ایک ڈرامے کا ہی روپ دے ڈالا۔ اب پل بھر میں اپنا کردار ہی بدل لیا ہے تم نے۔ ٹون ہی بدل گئی ہے۔ اب جو بھی ہو رہا ہے، سب فیئر ہے۔''

''خدا کے لئے کرن! لیو می الون۔ مجھے نہ تو تمہاری نصیحتوں کی ضرورت ہے، نہ ہی مشوروں کی۔ جو بھی میرے ساتھ ہونا تھا، جس کا ہر وقت مجھے اندیشہ رہتا تھا، وہ تو ہو گیا۔ تم جاؤ اپنی خوشیوں میں مگن ہو جاؤ۔'' جوہی زچ ہو کر بولی۔

''جوہی! آئی ایم ایکسٹریملی سوری۔ میں نے تمہارا انجانے میں دل دُکھا دیا۔ یار! مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہاری بات کو یہ لوگ قطعاً اہمیت نہیں دیں گے۔ اس لئے تو کہتی ہوں کہ یہاں بولنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک بار نکاح تو ہو جانے دو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری قسمت پلٹا ہی کھا جائے۔ پچھتاوؤں کی جگہ خوشیاں لے لیں۔'' کرن بے بسی سے بولی۔ ''مے بی ایک مشرقی لڑکی کی طرح تمہارے لو کا آغاز نکاح کے بعد ہی ہونا مقصود ہو۔''

''ہو سکتا ہے..... مے بی.....اب اس کی گردان چھوڑ دو۔'' جوہی اُلجھ کر بولی۔

''ٹھیک ہے۔ اب کچھ نہیں کہوں گی۔ ہاں، جب بھی من میں لڈو پھوٹے تو مجھے انفارم ضرور کر دینا میری دلی تسلی کے لئے۔'' کرن نے ڈھٹائی سے کہا۔

''تم پانچ منٹ سے زیادہ سنجیدہ رہ ہی نہیں سکتی۔ تمہارے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگتے ہیں۔ جاؤ کسی ڈرامے کی ہیروئن بننے کے بجائے رنگیلا بن جاؤ۔ بنی پھرتی ہے ڈاکٹر۔'' جوہی کڑواہٹ سے بھرپور لہجے میں بولی اور گرین ڈریس کرسی پر پھینک کر تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ کرن اُس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرنے لگی۔

❀❀❀

''اُٹھو جوہی! اپنی حالت درست کرو۔ باہر تمہاری دقیانوسی چاچیاں، مامیاں اور جاہل کزنز آ چکی ہیں۔ اس سے پہلے کہ یہاں ہونقوں کی طرح دھاوا بول دیں، اِٹ اِز بیٹر ٹو گیٹ ریڈی۔ سسرال سے پیلا جوڑا تو آیا ہی ہوگا۔'' کرن کچھ چڑ کر، کچھ ہمدردی میں بولی۔

''پیلا جوڑا..... وائے ڈونٹ یو انڈر اسٹینڈ کرن! یہ ہندوانہ کلر ہے۔ اُن کے مندروں میں داسیوں اور دیوتاؤں کے پہناوے کا رنگ۔ حویلی میں اس کا دخل کیونکر ہوگا؟ بھول گئی ہو، ہمارے خاندان کی شادیوں کی تمام رسموں اور رواجوں کو۔'' جوہی تلخی سے بولی۔

''ہاں۔ سب یاد ہے۔ بھلا کیسے بھول سکتی ہوں، مصطفیٰ اور مرتضیٰ بھائی کی شادیوں کو۔ دراصل میں اس خوش فہمی میں رہی کہ تم اپنے خاندان سے باہر جا رہی ہو، کچھ تو فرق ہی ہوگا۔'' کرن سنجیدگی سے بولی۔

''بھئی یہ مت بھولو کہ سیّد فیملی میں سب ہی کوئی چھوٹا شاہ تو کوئی بڑا شاہ ہوتے ہیں۔ وہ بھی تو ایسے ہی اصولوں کا گھرانہ ہوگا۔ ورنہ ہمارے خاندان میں کیونکر آتے؟'' جوہی نے افسردگی سے کہا۔ ''اگر ایسا ہی دھماکا قسم کا رشتہ ہوتا تو مجھے خبردار ضرور کر دیا جاتا۔ یوں اچانک بم بلاسٹ نہ ہوتا۔''

''سمپلسٹی کی اپنی ہی بیوٹی ہے۔'' کرن نے لاپروائی ظاہر کی۔

''دل کو بہلانے کو خیال اچھا ہے۔'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''ڈونٹ بی ڈپریس۔ میری شادی پر اپنے تمام ارمان پورے کر لینا۔'' کرن نے اپنائیت سے کہا۔

''سو نائس آف یو کرن! تم کتنی اچھی ہو۔ تمہارا ساتھ، تمہاری ہمدردی اور پیار کبھی نہیں بھولے گا۔'' وہ ممنونیت سے بولی۔ چہرے پر دکھ اور درد کے سائے اور گہرے ہو گئے۔

''لیکن آج تو ناکام ہو گئی۔ تمہارے خاندان سیٹ اَپ کے سامنے بے بس اور مجبور سی ہو کر رہ گئی ہوں۔ شاہ جی نے دوسری بات کرنے کی گنجائش ہی نہ چھوڑی۔ چلو چھوڑو ان باتوں کو۔ اُٹھو تیار ہو جاؤ۔ تمہیں مہندی کے لئے بلاوا آنے ہی والا ہے۔ یہ دیکھو تو تم پر یہ ڈریس کتنا اُٹھے گا۔ خوب ریسرچ کرنے کے بعد خرید پائی ہوں۔''

کرن نے اُس کے سر پر دوپٹہ ڈالا تو سچ مچ وہ گرین کلر میں ایک کھلے ہوئے گلاب کی مانند بھرپور شگفتگی کے ساتھ نکھر کر سامنے آ گئی۔

''بہت خوب صورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن کرن! میں پہن نہیں پاؤں گی۔'' وہ دوپٹہ اُتارتے ہوئے درد بھرے لہجے میں بولی۔

''کیوں؟..... کیا تمہیں ہیوی لگ رہا ہے؟'' کرن نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ باہر بیٹھی ہوئی تمام میری رشتہ دار خواتین سو سو باتیں بنائیں گی۔ اور بی بی جی کو سب کے سامنے بہت سبکی ہو گی۔ تم سب کچھ جانتے بوجھتے کیوں انجان بن رہی ہو؟'' جوہی سنجیدگی سے بولی۔

''تم اپنے خاندان کی ہر لڑکی سے مختلف ہو جوہی! وہ اپنی سہاگ کی مہندی میلے کچیلے کپڑوں میں سیلیبریٹ کرتی ہیں تو کریں۔ ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں۔ مگر تم ایسا نہیں کرو گی۔ اُٹھو جلدی سے کپڑے بدلو۔ میں تمہیں خود باہر لے کر جاؤں گی اور سب کے درمیان بٹھا کر مہندی کی رسم ادا کی جائے گی۔ میرے طریقے سے۔'' کرن نے سختی سے کہا۔

''بس تم تو پاگل ہو گئی ہو۔ یہ ڈریس گھر چھوڑ آؤ۔ کسی دن تمہیں پہن کر دکھا دوں گی۔ وعدہ رہا۔'' جوہی نرمی سے بول کر اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

''مہندی کی رسم آج ہے اور ڈریس بعد میں مجھے پہن کر دکھائے گی۔ پگلی کہیں

کی۔'' کرن نے طنز سے کہا۔

''بس خاموشی سے میرے مقدر کا جنازہ اُٹھتے دیکھو۔ ورنہ ہم دونوں کی بے حیائی اور بے باکی کے جھنڈے گاڑ دیئے جائیں گے۔'' جوہی نے ڈرتے ہوئے کہا۔

''میں نے محسوس کیا ہے کہ چوہا پھر سے بلی کے ڈر سے بل میں جا گھسا ہے۔ ویری بیڈ۔ اپنی نئی زندگی کا آغاز خوشی سے کرنے میں قباحت ہی کیا ہے؟ بولو! کیوں خوفزدہ ہوگئی ہو؟ کہاں رخصت کر دیا ہے تم نے اپنا کونفی ڈینس؟'' کرن نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''سب کچھ اپنے کالج کو تحفے کی صورت میں سونپ آئی ہوں۔ اپنی تمام ڈگریوں اور انعامات سمیت۔'' اتنا کہہ کر وہ رو پڑی۔

اتنے میں باہر دروازہ پٹنے لگا۔ کچھ آوازیں اُبھرنے لگیں کہ بی بی جی کی آواز پر دونوں چونک اُٹھیں۔ کرن نے دروازہ کھول دیا۔

''کرن بیٹا! بہت دیر ہوگئی ہے۔ جویریہ کو لے کر باہر آ جاؤ۔ دادی بی بی کی طبیعت درست نہیں۔ وہ سونا چاہتی ہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے الماری سے چکن کی سفید رنگ کی چادر نکالی اور اس کے اوپر پھیلا کر باہر نکل گئیں۔

''بے اصولی اور دھاندلی کو ڈائجسٹ کرنا کتنا مشکل ہے۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے ہونٹوں پر سکاش ٹیپ لگا لینی چاہئے۔'' کرن نے دکھ سے کہا۔

''کرن! جب میں نے ہی اپنے آئیڈیل کو اپنے ذہن و قلب سے کھرچ کر نکال دیا ہے تو تم بھی راضی برضا کا قاعدہ اپنا لو اور اسی اصول پر قائم رہو جو تم نے اس خبر کے سننے پر میرے گوش گزارے تھے۔'' جوہی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ویسے تم صحیح کہہ رہی ہو۔ اس سفید چادر میں رونی سی شکل بناؤ اور اپنی ان رشتہ دار خواتین پر میکہ چھوڑنے کی غمزدگی کا تاثر چھوڑ کر جہان بھر کی ہمدردیاں وصول کر کے ڈولی چڑھ جاؤ۔'' کرن نے مذاقاً کہا۔

''ڈولی مت کہو..... سُولی چڑھ جاؤ۔ درست رہے گا۔'' جوہی بے اختیار سی ہو کر ہنس پڑی۔

''ویسے تمہاری متورم سرخ آنکھیں میکہ چھوڑنے کی داستان پیش کرتی ہوئی کتنی

حسین لگ رہی ہیں۔'' کرن نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' جوہی نے ہنس کر کہا اور کرن کے گلے لگ کر دل کا تمام درد آنکھوں سے اُنڈیل دیا۔

❀❀❀

''جوہی! مجھے ڈر ہے، تم بیمار پڑ جاؤ گی۔ رات بھر تم نہ سوئی ہو، نہ ہی مجھے سونے دیا ہے۔ آج تیسرا دن ہے، بغیر کھائے پیئے مر جاؤ گی۔ کس کو بھوک ہڑتال سے اذیت پہنچانا چاہتی ہو؟ سب بے حس ہو چکے ہیں یہاں۔ اب تو بی بی جی بھی غیریت دکھا رہی ہیں۔'' کرن نے جوہی کو سمجھاتے ہوئے کہا اور فریج سے جوس کا ڈبہ نکالا اور اُسے پلانے لگی۔ وہ چھوٹے چھوٹے سِپ لینے لگی۔

اسی سمے بی بی جی کے ساتھ ملازمہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ڈبے تھے اور وہ جھجکتی ہوئی کرن کے قریب آ گئی۔ بی بی جی کے چہرے پر بلا کی اُداسی تھی۔ آنکھیں رونے کی وجہ سے سُوجی ہوئی تھیں۔ ڈبے کرن کی طرف بڑھا کر جوہی کو نظر انداز کر کے سنجیدگی سے بولیں۔ جویریہ کے سسرال کی طرف سے یہ جوڑا اور زیور آئے ہیں، اسے پہنا دو۔ پرانے کپڑوں میں نکاح پڑھنا سخت بدشگونی ہے۔ اسے اچھا سا تیار بھی کر دینا۔ ہوسکتا ہے ساس نندیں وغیرہ سلامی دینے کی خواہش کریں۔''

''آپ فکر نہ کریں بی بی جی!'' کرن نے اُن کی حالتِ غیر کا اندازہ لگا کر تسلی دی۔

''آہ! میری بچی آج سے پرائے لوگوں کی دنیا میں چلی گئی۔'' وہ آہ بھر کر بولیں اور جوہی کو دیکھے بغیر ہی باہر نکل گئیں۔ ملازمہ شوخی سے بولی۔

''کرن بی بی نوں سوہنا جیہا تیار کر دو۔ کیونکہ نکاح توں بعد خطبہ، فیر جمعہ دی نماز تے دعا ہووے گی۔''

''جانتی ہوں۔'' کرن نے سنجیدگی سے کہا۔ ''تم جاؤ، مہمانوں کو دیکھو۔''

''کرن بی بی! کیا چمکارے مارتا ہوا زیور اور کپڑے ہیں جی۔ ساری بیبیاں دیکھ کر جل بھن گئی ہیں۔ بڑی گندی باتیں کر رہی ہیں جی۔'' وہ اُنگلی پر دوپٹے کا کونہ لپیٹتے ہوئے بولی۔

''کیسی باتیں؟ مجھے بھی تو بتاؤ۔'' کرن نے کریدنے کے انداز میں کہا۔

''یہی کہ رشتہ جویریہ بی بی ہی ڈھونڈ کر لائی ہیں۔ میرا نام نہ لینا کرن بی بی! دادی بی بی چھٹی کر دیں گی میری۔'' وہ ڈرتے ہوئے بولی۔ ''میرے بچوں کا کیا بنے گا؟''

''اور کیا کہہ رہی تھیں؟'' کرن نے اُسے سو کا نوٹ پکڑاتے ہوئے کہا۔

''تُسی بتا تو نہیں دیو گے؟'' وہ سہم گئی۔

''کیوں بتاؤں گی؟'' کرن نے نرمی سے کہا۔

''سب کہہ رہی ہیں کہ یہی وہ لڑکا ہے جس کی وجہ سے سے جویریہ بی بی گھر لیٹ آندی سی۔ تے چھوٹے شاہ جی ایس گل پر تم دونوں سے ناراض ہیں اجے تک۔''

وہ تیزی سے اُردو پنجابی مکس کرتی ہوئی بھاگ گئی۔

''یعنی محترمہ کی لو میرج ہے.... یار! مجھے ہی بتا دیا ہوتا۔'' کرن، جوہی کو چھیڑنے لگی۔

''ایسے گیٹس ہوتے تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔'' جوہی نے آہ بھر کر کہا۔

کرن نے جیولری کا ڈبہ کھولا تو بے اختیار ہو کر بولی۔ ''واہ واہ!..... بے حد قیمتی اور ایلی گینٹ ڈائمنڈ کے کڑے اور دوسرے بلیک مخملیں ڈبے میں ڈائمنڈ کا خوب صورت سیٹ۔ کس قدر نزاکت ہے اس میں جوہی!.....اور یہ ڈریس دیکھو۔ موقع اور فنکشن کی مناسبت سے ڈیزائن کیا ہوا۔ کسی عام گھرانے کی پسند معلوم نہیں ہو رہی۔ یونیک اور منفرد اسٹائل۔'' کرن امپریس ہو گئی تھی۔ جوتے اور پرس بھی ڈیزائنر ہی تھے۔ میک اَپ کا سامان جس وینٹی بکس میں سجا ہوا تھا، اس کا جواب ہی نہ تھا۔

''کرن! میں میٹریلسٹک نہیں ہوں۔ چاہے سب کچھ نقلی ہی کیوں نہ ہوتا، لوگوں کا اصلی پن میرے لئے بہت اہم ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک بار پہننے کے بعد دوبارہ بھلا کون استعمال کرتا ہے؟ اس لئے اُس پہناوے کی بات کرو جو میرا تحفظ اور راحتِ جاں ہوگا۔'' جوہی نے تمام چیزوں پر سرسری نظر ڈال کر حسرت سے کہا۔

''تم سمجھی نہیں میری بات۔'' کرن نے آہستگی سے کہا۔ ''مجھے اُمید ہے، لوگ پڑھے لکھے، مہذب اور سلجھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اپنے منفرد اسٹائل سے۔'' لہجے میں شوخی تھی۔ اُس کی تسکین جو چہرے سے عیاں ہو رہی تھی، دیدنی تھی۔ جوہی اسے

حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔ ''اس حسین صورت کے ساتھ مقدر بھی ایسا ہی لکھوا کر لائی ہو۔ فکر نہ کرو۔'' وہ سرشار سی ہو کر بولی۔

''تم باتھ روم جاؤ، کپڑے بدلو۔ میں ذرا تمہاری سسرالی خواتین کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا چاہتی ہو کہ کس پلینٹ سے تشریف آوری ہوئی ہے۔'' کرن کپڑے اور زیور بیڈ پر ہی چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں مسرت کے مارے چمک اُٹھی تھیں۔ وجہ قیمتی اشیاء نہیں تھیں بلکہ ایک اِن فیشن اور ماڈرن چوائس تھی، جسے دیکھ کر اُس نے اُس خاندان کے رکھ رکھاؤ اور سلیقے و قرینے کو بھانپ لیا تھا۔

''بس میں ابھی آئی۔ پھر تمہیں تیار کیے دیتی ہوں۔ بائی گاڈ! آج تو کسی کے دل پر چھریاں چلا دو گی۔ اپنا مطیع کر لو گی۔ بھلا نہیں دینا جی بھلا نہیں دینا۔ زمانہ خراب ہے بھلا نہیں دینا، مجھے بھلا نہیں دینا..... یاد رکھنا یہ۔'' وہ چہک رہی تھی۔

''ویسے کافی جذباتی واقع ہوئی ہو۔ ذرا سوچو تو اگر اُن کا لڑکا ڈھنگ کا ہوتا تو اپنے ہونے والے جیون ساتھی سے ملنے کا اصرار ضرور کرتا۔ ہوگا بے چارہ ماٹھا اور فارغ قسم کا۔ لیکن تم ہو کہ ظاہری چمک دمک دیکھ کر ہی ریجھ گئی ہو۔'' وہ سنجیدگی سے بول کر حقارت سے سسرال کی جانب سے آئی ہوئی چیزوں کو دیکھنے لگی۔

''تم نے بہت سمجھ داری کی بات کی ہے۔'' کرن ایک دم سے بیٹھ گئی۔

''کرن! معصوم بچیوں کو بہلانے پھسلانے کے یہی تو رنگ ڈھنگ ہیں ان سسرال والوں کے۔ جب لڑکی پریکٹیکل لائف میں قدم رکھتی ہے تو پھر اُسے سمجھ آتی ہے کہ اصل تو نقل ہے۔ فریب اور سراب ہے۔ اور اصل جو پہنے کھڑی ہے، اُس کی تو اس کی زندگی میں اتنی سی اہمیت ہے کہ وہ وقتی طور پر عام لڑکی سے ہٹ کر خاص ہو جاتی ہے اور عارضی طور پر سسرال کی منظورِ نظر اور فخر و غرور کا باعث بن جاتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔''

''جو ہی! تمہاری سوچ کس قدر گہرائی اور سچائی پر مبنی ہے۔ میری سوچ اتنی ''شیلو'' کیوں ہے؟ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے کہ مجھے تمہاری فکر نہیں کرنی چاہئے۔ تم ایک دن اپنی زندگی میں خوش بختی کی چاشنی بھر کر اپنی من پسند خواہشات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر چھوڑو گی۔ اور میں جھٹ پٹ بغیر سوچے سمجھے آخری فیصلے پر پہنچ کر دھوکے کا شکار

ہونے والی بدقسمت ہستی۔'' کرن ایک دم سے بجھ گئی۔

''تمہارے منہ میں خاک۔ مت کرو ایسی فضول پیشین گوئیاں۔ خود کو انڈر ایسٹی میٹ کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ تم تو ہو ہی بے مثال۔'' جوہی نے اتنے پیار سے کہا کہ کرن مسکرا اُٹھی۔

''میں تمہارے کپڑے اِستری کرتی ہوں۔ جلدی سے باتھ روم سے ہو کر آؤ۔ دیر ہو رہی ہے۔ بی بی جی سے ڈانٹ نہ پڑوا دینا۔''

وہ تیزی سے کپڑے اُٹھا کر آئرن اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی اور جوہی باتھ روم میں چلی گئی۔ کرن نے کپڑے استری کر کے بیڈ پر پھیلا دیئے۔ اتنے میں اس کی ماما، فرحت کمرے میں اس کے قریب آ کر سرگوشی میں بولی۔

''جوہی کہاں ہے؟'' لہجے میں تیزی تھی۔

''وہ باتھ روم میں ہے۔ کیوں ماما! خیریت تو ہے؟ بہت خوش نظر آ رہی ہیں آپ۔'' کرن نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔'' وہ اُس کے کان میں دو منٹ تک دھیمی آواز میں بات کرتی رہی۔ چہرے پر مسرت رقصاں تھی۔ کرن نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر ماما کی طرف دیکھا اور پھر ان کے گلے لگ کر ان کے چہرے پر بے اختیار سی ہو کر پیار کرنے لگی۔ فرحت مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی اور کرن کمرے میں دائرے میں گھومتی، چہرہ اوپر کئے ''سبحان اللہ'' کا وِرد کرنے لگی۔

'سچ ہے، جوڑے کا انتخاب تُو ہی کرتا ہے۔ اس میں اس کمتر اور ناچیز انسان کا کوئی کمال نہیں۔ واہ میرے رب! تیرا وعدہ سچا ہوا کہ تُو صبر کرنے والوں کا ساتھ ضرور دیتا ہے۔'

❀❀❀

''جوہی! میری بات کا یقین کرنا۔ پرستان کے دیس سے گہرا رشتہ ہے تمہارا۔ کیا غضب ڈھا رہی ہو۔ آج تو دُولہا میاں..... اوہو، بے چارہ تمہارے دیدار سے محروم ہی واپس چلا جائے گا۔ دِس از ناٹ فیئر جوہی! ملاپ نہ سہی، آنکھ مچولی کا کھیل تو ہو ہی جانا چاہئے۔'' وہ اُس کی تصویریں کھینچتے ہوئے شوخی سے بولی۔

''تم زیادہ ہی پھیلتی جا رہی ہو۔ میں خود کو بے گانہ سا محسوس کر رہی ہوں۔ میں، جویریہ کہیں سے بھی نہیں لگ رہی۔'' جوہی آئینے میں اپنا جائزہ لے کر سنجیدگی سے بولی تو بی بی جی کمرے میں آ گئیں۔ اسے بغیر دیکھے کرن کو کہنے لگیں۔

''اسے اس کرسی پر بٹھا کر اس کے اوپر یہ سفید چادر ڈال دینا۔ اس کے شاہ جی اپنے بھائیوں اور مولوی جی کے ساتھ تھوڑی دیر میں نکاح کے لئے آنے والے ہیں۔ جوہی! ذرا سر نیچا ہی رکھنا، مجھے شرمندہ نہ کرا دینا تمام شریکوں کے سامنے۔''

''بی بی جی! یہ سب کچھ پہن کر، ڈیکوریشن پیس بن کر غیروں کا سامنا کرنا بہت چھچھورا پن لگ رہا ہے۔'' وہ خود کو آئینے میں دیکھ کر بولی۔ ''لان کا نیا جوڑا ہفتہ پہلے ہی تو سل کر آیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو وہ پہن لوں؟''

''تم اپنا مشورہ اپنے تک ہی محدود رکھو اور خاموش رہو۔ ہم سب کے لئے یہی بہتر ہے۔ اب تمہارے منہ سے سوائے ''قبول ہے'' کے کوئی اور لفظ نہ سنوں۔ ناک میں دم کر دیا ہے تمہاری پڑھائی نے۔ سوچا تھا، عقل بڑھے گی۔ اُلٹا پہلے کی بھی دفعان ہو گئی۔ اُس کی پھوپھیاں، مامیاں اور چاچیاں اُس کے پاس آنا چاہ رہی ہیں۔ کس مشکل سے اُنہیں روک رکھا ہے میں نے۔ بہت شاطر عورتیں ہیں یہ۔ پل بھر میں اس نگوڑی کے موڈ کو سمجھ جائیں گی۔'' بی بی جی نے سنجیدگی سے کہا۔

'سب کو بھیج دیں۔ انہیں قہقہے لگاتی ہوئی ملوں گی۔ تاکہ ان کا شک، یقین میں بدل سکوں کہ یہ لڑکا تو میں پکڑ کر لائی ہوں۔' اُس نے دل ہی دل میں ان کا جواب دیا اور سر جھکا کر آئینے کے سامنے سے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گئی تو بی بی جی نے ایک پیار اور دکھ سے بھرپور نظر اس پر ڈالی اور باہر نکل گئیں۔

''اُف! ہونق لگ رہی ہوں اس روپ میں۔'' جوہی نے کرن کی طرف بے بسی سے دیکھ کر کہا۔ ''مجھے ایسے کپڑوں اور جیولری کی عادت نہیں کرن!''

''پہلے نکاح بھی تو نہیں ہوا جانِ من! آج تو تمہاری زندگی کا اسپیشل ڈے ہے۔ اس کی خاطر ہی سر خم کر لو یار! حسینۂ عالم لگ رہی ہو۔ تمہاری سسرالی رشتہ دار خواتین تمہیں دیکھ کر سکتے میں چلی جائیں گی کہ آسمان سے چاند زمین پر کیسے اُتر آیا؟'' کرن نے چہکتے ہوئے کہا۔

''آج تو تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ ویری سیڈ۔'' جوہی نے پژمردگی سے کہا۔

دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی مصطفیٰ چند بزرگوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ کرن نے جوہی کے اوپر چادر ڈال دی اور اپنا سر بھی دوپٹے سے ڈھانپ کر چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ بی بی جی، جویریہ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ مولوی صاحب ساتھ والی کرسی پر براجمان ہو گئے اور چند سورتیں پڑھ کر سوال کرنے لگے۔ سیّد کاظم علی شاہ کے صاحبزادے، سیّد حمزہ علی شاہ شرعی حق مہر سکہ رائج الوقت پانچ سو روپے کے عوض بمعہ پردہ تا حیات کے قبول ہے؟''

اس سے پہلے کہ جواب جوہی دیتی، بی بی جی نے اس کے سر کو دبا کر نیچے کر دیا۔ جس کا مطلب قبولیت کا تھا۔ وہ حیران و پریشان سوچ ہی رہی تھی کہ مصطفیٰ اور چچا نے نکاح نامہ سامنے رکھ دیا اور انگلی کے اشارے سے دستخط کی جگہ بتائی۔ اس نے سائن کئے اور آناً فاناً تمام لوگ کمرے سے باہر نکل گئے۔ بی بی جی نے جوہی کو گلے لگا لیا اور آنسو بہتے چلے گئے۔ نکاح کا یہ طریقہ اس سوسائٹی میں مدتوں سے چلا آ رہا تھا۔ اس کے خاندان نے بھی یہی طریقہ اپنا رکھا تھا۔ جوہی ہمیشہ اس طریقے پر کھول جایا کرتی تھی۔ خاموش طبع ہونے کی وجہ سے کبھی احتجاج نہ کرتی۔ شاہ جی سے سوال نہ کرتی کہ حق مہر کی فوری طور پر ادائیگی مالی حیثیت کے مطابق ہونی چاہئے، جسے لڑکی کی سکیورٹی کہا گیا ہے۔ پانچ سو روپے کو شرعی حق مہر قرار دے کر لڑکی کو اپنی حاکمیت و ملکیت میں لینا کہاں کا انصاف ہے؟ اور لڑکی کے منہ سے لفظ ''قبول ہے'' نکلنے سے پہلے ہی اس کے سر کو جھکا دیا جاتا ہے اور دستخط کروانے کو بھائی سر پر ننگی تلوار لئے کھڑے جیسے دھمکی دے رہے ہوں۔ نان سینس۔ اور پھر سیّد گھرانے میں پردے کی شرط نکاح کے وقت بیان کرنا بھی ضروری نہیں۔ کیا لڑکی اور لڑکے کی پسندیدگی بالکل ہی بے معنی و لاحاصل ہے۔ جو اس قسم کی قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ایسی زیادتی نہیں کر سکتا۔ نکاح کی اصلی صورت بھی بدل چکی ہے۔ وہ ایسی باتیں سوچ کر خاموشی میں عافیت سمجھتی۔ مگر آج تو یہ باتیں دل پر ایسی حملہ آور ہوئیں کہ دل میں کوئی اُمنگ اُبھر نہ سکی۔ کسی خواہش نے سر نہ نکالا۔ وہ اسی کشمکش میں مبتلا تھی کہ اس کی بھابیوں کے ہمراہ چند سسرالی خواتین اس کے دیدار کو پہنچ گئیں۔ ساس نے فوراً اس کے

سر سے چادر اُتار کر بیڈ پر پھینک دی اور اس کا جھکا ہوا چہرہ اٹھا کر خوشی سے مغلوب ہو کر بولی۔

''چاند کا ٹکڑا ہے ماشاء اللہ۔ وہ تو میں پہلے سے ہی جانتی تھی۔''

''آنٹی! پہلے سے کیسے؟'' کرن نے حیرت سے پوچھا۔

''یہاں آ کر دیکھنے کی اجازت تو تھی نہیں۔ میں اپنی بچی کو کالج میں دیکھنے چلی گئی تھی۔'' ساس نے کرن سے سرگوشی کی جس کی آواز کوئی بھی نہ سن سکا۔ مگر جوہی کی سماعتوں میں سرگوشی سما گئی۔

''آنٹی! یُو آر ٹو مچ۔'' کرن نے تعریفی انداز میں کہا اور اس کے گلے لگ گئی۔

جوہی نے نگاہیں اٹھا کر اپنی ساس کو دیکھا تو چونک گئی۔ کیونکہ وہ اس کے خاندان کی تمام خواتین سے بالکل مختلف تھی۔ سلم اور سمارٹ، خوب صورت لباس پہنے اپنی عمر سے بہت کم لگ رہی تھی۔ بالوں کا اسٹائل بھی جچ رہا تھا۔ گو کہ شفون کے دوپٹے سے سر کو ڈھانپ رکھا تھا۔

ایک سوال اس کے ذہن میں اُبھرنے لگتا۔ 'میں انہیں کیسے پسند آ گئی؟ وہ بھی کالج کے حلیے میں؟.....لڑکا ہو نہ ہو ہینڈی کیپ ہی ہو گا۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ ماڈرن دور کی جیتی جاگتی مثال۔ میں کیسے اور کیوں بھا گئی؟' اُس سے معمہ حل نہ ہا۔

''جویریہ پتر! آج سے یہ تمہاری بی بی ہیں۔ ان کو سلام کرو۔'' ماں کی آواز پر وہ چونک اُٹھی۔

''آداب عرض!'' اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

''بہو! جیتی رہو۔ سدا سہاگن رہو۔ بہن جی! آپ نے یہ ہیرا میری جھولی میں ڈال کر جو احسان کیا ہے، تا قیامت ہم یاد رکھیں گے۔'' لہجہ بہت تشکر آمیز تھا۔

''آپ کی امانت اللہ تعالیٰ نے ہمیں سونپ دی تھی۔ خدا کا شکر ہے، بخیر و عافیت آپ تک پہنچ گئی۔ آج ہی نیاز دوں گی۔ لنگر کا کھانا بڑھا دوں گی۔ مزار پر چادر کا چڑھاوا بھی چڑھاؤں گی کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

''سچ مچ بھابی! آپ کا تو جواب نہیں۔ بھیا نے دیکھ لیا تو بے قابو ہو جائیں

گے۔ ابھی اور اسی وقت ساتھ لے جانے کی ضد پر اُتر آئیں گے۔'' ایک بہن نے پیار سے کہا۔

''ہمارے دیور جی بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ یوں سمجھئے کہ ایک سیر ہے تو دوسرا ہے سوا سیر۔ ماشاء اللہ! اللہ نظرِ بد سے محفوظ رکھے۔'' جیٹھانی نے بھی لگاوٹ سے کہا۔

وہ اُس کے قریب ہی بیٹھ کر چھیڑ خانیاں کرنے لگیں اور جوہی تذبذب میں سب کچھ سنتی رہی۔ کرن نے موقع غنیمت جانا تو بی بی جی کو آہستہ سے دوسری طرف لے گئی اور مؤدبانہ انداز میں بولی۔

''بی بی جی! اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو دُولہا بھائی کو بھی یہاں بلوا لوں۔ سب دیکھ بھی لیں گی، ملاقات بھی ہو جائے گی۔ آخر کو وہ ہیں تو ہمارے محرم۔ اب تو کسی کو بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔''

''تم لوگ مجھے عمر کے اس حصے میں طلاق دلوا کر ہی دم لو گے۔ ہمارے ہاں یہ رواج نہیں ہے۔ چند ماہ کی بات ہے، جویریہ نے تمام عمر اسی کے ساتھ ہی تو بِتانی ہے۔ اسے بھی یہ چھچھوری حرکتیں ہرگز پسند نہیں ہیں۔'' بی بی جی ناگواری سے بولیں۔

''بی بی جی! ان کے موبائل پر بات کرنے پر بھی پابندی ہے کیا؟'' وہ ڈھٹائی سے بولی۔

''بیٹا جی! زیادہ ہی پردھان منتری بننے کی کوشش مت کرو۔ پہلے ہی مصطفیٰ اندر ہی اندر کھول رہا ہے کہ یہ لوگ ہم سے مختلف ہیں۔ اوپر سے تم نئی حماقت نہ کر بیٹھنا۔ شامت آ جائے گی ہم سب کی۔ تم جویریہ کے پاس جاؤ۔ سب میں گھری پریشان ہو رہی ہو گی۔'' وہ بیزاری سے بولیں اور جوہی پر نظریں جما کر کھڑی ہو گئیں۔

''کرن بی بی! چھوٹی بی بی آپ کو بلا رہی ہیں۔'' ملازمہ نے قریب آ کر چہکتے ہوئے کہا۔ ''ان کے سسرال والے بڑے مزے دے نیں۔''

''ہاں وہ تو ہے۔ تم ایک کام کرو گی؟..... انعام دوں گی۔'' کرن رازداری سے بولی اور اسے دوسری جانب لے گئی۔

''کیوں نہیں بی بی جی! بغیر انعام دے ہی جو کہو، کراں گی۔ بولو جی۔'' وہ فرمانبرداری سے بولی۔

''کسی طرح دُولہا بھائی سے موبائل نمبر لا دو۔'' وہ سرگوشی سے بولی۔

''نہیں بی بی! مردان خانے وِچ نہیں جا سکدی۔'' وہ کانوں کو ہاتھ لگاتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی۔

کرن سوچ میں ڈوب گئی۔ اور آخر دُولہا کی بہن سے اُس کا موبائل نمبر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ مارے مسرت کے کرن کے پاؤں زمین پر ٹِک نہیں رہے تھے۔ وہ بال کی مانند اُچھلتی کودتی، مہمان خواتین کی خاطر مدارات میں مصروف تھی۔ یکدم ہی کرن کے بی ہیویئر سے گھر کے اندرونِ خانہ کی گھٹن اور سوگوار پن میں کمی آ گئی۔ جسے جویریہ نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ مگر وہ خاموشی سے فیس رِیڈنگ کرنے میں مگن تھی۔

خوشگوار لمحات میں وقت کے گزرنے کا احساس تب ہوتا ہے، جب سورج ڈھل کر ماحول میں تاریکی اور سیاہی بکھیرنے لگے۔ جویریہ کے سسرال، کھانے سے فارغ ہوئے تو چائے کا دور چل پڑا۔ جب شام نے اپنا سانولا سلونا چہرہ دکھا کر سب کو چونکا دیا تو سب جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

اُنہیں عزت و احترام سے رخصت کر کے شاہ جی اور بی بی جی مغرب کی نماز پڑھ کر تسبیح لے کر کمر سیدھی کرنے اپنے پلنگ پر نیم دراز سے ہو گئے۔ دن بھر کی تھکن اور ٹینشن کی وجہ سے پل بھر میں ایسی آنکھ لگی کہ عشاء بھی گئی۔ تہجد کا وقت بھی بے رحمی سے نکل گیا مگر آنکھ نہ کھلی۔ شاید دل و دماغ پر بیٹی کے رشتے کا جو بوجھ تھا، وہ کم ہونے کی وجہ سے اعصاب اتنے ریلیکس ہو چکے تھے کہ دونوں گھوڑے بیچ کر سوئے تو کسی نے جگانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔

❀❀❀

تمام مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد جوہی نے کپڑے اُتار کر بیڈ پر پھینکے، جیولری اُتار کر ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں رکھ کر لاک لگایا اور مغرب کی نماز پڑھنے لگی۔

دو نفل حاجت اور شکرانے کے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے شریکِ حیات کے بہترین ہونے کی دعا کرنے لگی کہ کرن نے دروازہ کھولا اور اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

''یہ بتاؤ کہ سسرالی کیسے لگے؟'' لہجے میں خوشی تھی۔

''ویل ایجوکیٹڈ اور بے حد سلجھے ہوئے۔'' وہ جاءنماز سے اُٹھتے ہوئے بولی۔

''کچھ تو تسلی ہو گئی ہو گی تمہیں۔'' کرن مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہے تو سہی مگر.....'' وہ چپ ہو گئی۔

''تقدیر میں فیوچر کیسا درج کیا گیا ہے، اس پر فکرمند ہو؟'' کرن سنجیدگی سے بولی۔

''ہاں۔'' اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیونکہ ابھی تک حمزہ صاحب کا دیدار جو نہیں ہو پایا۔'' کرن چھیڑتے ہوئے بولی۔

''نہ جانے وہ کیسا ہے؟ اُس نے کیا پڑھا ہے؟..... اگر جاب کرتا ہے تو وہ کس لیول کی ہے؟ مزاجاً کیسا ہے؟..... سوبر ہے یا شوخ ہے؟ طبعاً نرم ہے یا گرم؟..... مجھے کچھ بھی معلوم نہیں اس کے بارے میں۔ کیا تم کچھ جان پائی ہو؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''نہیں۔'' وہ نفی میں سر ہلا کر بولی۔

''بھئی چار حج کئے ہوئے ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے۔ سُچی داڑھی سے چہرہ

پُرنور ہے اور شلوار ٹخنوں سے اوپر اُس کے بہترین مسلمان ہونے کا ثبوت ہے۔ اور کیا جاننا چاہتی ہو؟..... شاہ جی اور مصطفیٰ بھائی کو ایسا ہی رشتہ چاہئے تھا۔ سو وہ اُنہیں گھر بیٹھے بٹھائے مل گیا۔ باقی انفارمیشن ایسی بھی ضروری نہیں۔'' کرن نے کندھے اُچکا کر لاپروائی کا اظہار کیا۔

''یعنی کہ اُس کی تعلیم اور جاب سب غیر ضروری ہے۔ فیملی تو اچھی خاصی گرومڈ لگ رہی تھی۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔ ''اگر میاں بیوی کی ذہنی ہم آہنگی ہو تو زندگی بہتر گزر جاتی ہے۔ مسلمان تو ہم سب ہیں۔ حج، عمرے، روزے، نمازیں، تہجد، زکوٰۃ و صدقات ہمیں پیدائش سے انعام کی صورت میں عطا کی گئی ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ موصوف نے تعلیم کہاں تک حاصل کی ہے۔''

''وہ تو رخصتی کے بعد ہی معلوم کر پاؤ گی۔ اب خاموشی سے عرس مبارک کا انتظار کرو۔ کیونکہ وہی تمہاری شادی کی ڈیٹ مقرر ہوئی ہے۔ یعنی آٹھ مہینے بعد ہی کے امکانات ہیں۔'' کرن کا لہجہ بے حد نارمل تھا۔ جوہی نے اُس کی برہم نگاہوں کو غور سے دیکھا۔

وہ اُس سے نظریں چرا کر بولی۔ ''آج میری طرف ہی آ جاؤ۔ ماما بھی یاد کر رہی تھیں۔ ویسے وہ کافی مطمئن نظر آ رہی ہیں۔ پاپا بھی خوش ہیں۔ مجھے گمان ہو رہا ہے کہ اُنہیں تمہارا دُولہا پسند آ گیا ہے۔''

دُولہا پسند آ گیا ہے..... عجیب بات ہے کہ جس کو تسکین و طمانیت کی اشد ضرورت ہے، اُسے دُولہا میاں کے بارے میں کچھ خبر ہی نہیں۔'' وہ حیرت و تجسس سے بولی۔

''چلو، ماما کو پکڑتے ہیں کہ وہ اتنی پُرسکون کس بات پر ہیں۔'' کرن مسکرا کر بولی اور جوہی دوپٹہ لپیٹ کر اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔

گھر پہنچ کر کرن نے اسے کمرے کی طرف ہلکا سا دھکیلا اور مسکرا کر بولی۔ ''ملازم کو کافی کا کہہ کر آتی ہوں۔ تم کمرے میں چلو۔ ٹی وی آن کرو۔ بس میں گئی اور آئی۔''

جوہی اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی تو ایک انجان شخص کو صوفے پر براجمان دیکھ کر تیزی سے واپسی کے لئے مڑی ہی تھی کہ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ لاک کر دیا اور ہاتھ اُس کی طرف بڑھا کر اپنائیت سے بولا۔

''آئی ایم حمزہ علی۔''

وہ چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ بلیک سوٹ، سفید شرٹ اور میرون چیک دار ٹائی میں وہ بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ مردانہ وجاہت کے اس شکار کو خدا تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا تحفہ تسلیم کرتے ہوئے اُس کی آنکھیں بھر گئیں۔ وہ ابھی بھی ہاتھ اُس کے سامنے بڑھائے کھڑا دلنشین مسکراہٹ اور محبت بھری نظروں سے اپنے دل میں اُس کی مکمل شخصیت کو سمونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور جو ہی اُس کی قربت کے سحر میں گُم خالی الذہنی اور خود سے بالکل ہی بیگانہ اور لاتعلق ہو چکی تھی۔ جب حمزہ نے اُس کے کندھے پر اپنے دونوں بازو رکھے تو وہ چونک کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر حمزہ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ بے بسی سے اُسے دیکھنے لگی۔ اب وہ پوری آب و تاب سے لاشعوری دنیا سے واپس شعور میں آ چکی تھی۔ چہرے پر حیا کی لالی نے اُس کے نکھرے اُجلے چہرے کو ایسی جلا بخشی تھی کہ حمزہ بھی اس کی خمار آلود آنکھوں میں کھو سا گیا۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ پچھلے تین دن اس کو تین صدیوں کے برابر معلوم ہوئے تھے۔ اپنی بدنصیبی کا ڈر، جذبات کے کچلے جانے کا خوف، ایک ناشناسا کے سنگ جیون بتانے کا جان لیوا احساس اور اس کو وفا کا رنگ دینے کا عہد..... ہر پل سُولی پر لٹک کر موت کی آمد کی آہٹ پر تڑپ، کسک اور خلش نے دل کی دھڑکن پر بھی غلبہ پا لیا تھا۔

'مجھے کیا معلوم تھا کہ خوش بختی تو میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ تم پہلی نظر اور پہلی ملاقات میں میرے اپنے سے لگے ہو۔ بالکل ویسے، جسے میں نے اپنے خوابوں کا شہزادہ بنا کر جستجو کی تھی، دعائیں مانگی تھیں۔'

''جویریہ!'' لہجے میں بے پناہ لگاوٹ تھی۔

''جی۔'' وہ نظریں جھکا کر بولی۔

''مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔ ماما نے جو نقشہ میرے سامنے کھینچا تھا، تم تو اس سے ہزار گنا زیادہ حسین اور بھرپور جمال کی مالک نکلی۔''

وہ ابھی بھی اُس کی باہوں کے حصار میں تھی۔

''مجھے چھوڑیئے تو۔'' وہ بمشکل کہہ پائی۔

''کیوں بھئی؟ شرعی طور پر میری بیوی ہو۔ اور جانتی ہو شریعت میں نکاح کے بعد

کے احکامات۔'' وہ شریر لہجے میں بولا۔

''نہیں۔'' وہ اُس کی آنکھوں کی حدت کو محسوس کرتے ہوئے بولی۔

''رخصتی کے بعد کے احکامات آپ کو جاننے کی ضرورت ہے۔''

''نہ جانے کرن کہاں رہ گئی؟'' وہ اُس کے بازوؤں کی گرفت سے نکل گئی۔

''عجیب لڑکی ہے۔ ڈاکٹر بن گئی مگر بچپنا نہ گیا۔ آج اس کی یہی خوبی تو ہمارا کام کر گئی۔ اگر گیان دھیان کرنے والی لڑکی ہوتی تو ہم دونوں عرس تک ایک انجانی سی کیفیت میں مبتلا رہتے۔'' وہ مسکرا کر بولا تو وہ بھی نظریں جھکائے مسکراہٹ پر قابو پانے لگی۔

''جویریہ! تیار ہو جایئے۔ کرن نے ڈنر کا پروگرام بنا رکھا ہے۔'' وہ اُس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

''میرا آپ کے ساتھ جانا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ میں بی بی جی کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''ہم میاں بیوی ہیں جوہی! اب کسی اجازت نامے کی ضرورت نہیں رہی۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ''یہ ہاتھ چھوڑنے کے لئے نہیں تھاما۔

''کسی نے دیکھ لیا تو؟'' وہ سہم کر بولی۔

''ارے کون دیکھے گا رات کے وقت؟ سب تھک تھکا کر سو چکے ہیں۔'' وہ تسلی دینے کے انداز میں بولا۔

کرن نے آہستگی سے دروازے پر دستک دی تو جوہی نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا۔

''ملاقات کا سمے ختم ہوا چاہتا ہے۔ اس لئے اجازت چاہتی ہوں۔ اللہ حافظ!'' کرن شرارت سے بولی۔

''تمہاری آج کی.....''

''شرارت ہٹ ہوگئی۔ یہی کہنا چاہتی ہو نا؟'' کرن نے جوہی کی بات اُچک کر کہا۔

''ناقابل فراموش اور شاکنگ حرکت۔'' حمزہ نے احسان مندی سے کہا۔

''یہ آپ دونوں کو صبر کا ثمر ملا ہے۔ میرا تو کوئی کمال نہیں۔'' کرن نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ ''تو پھر میری جوہی نائٹ سوٹ میں ہی پسند آ گئی۔''

''اللہ نے انہیں میری قسمت کی لکیروں میں پیوست کر دیا ہے۔ اب میں ہاتھ پاؤں ماروں یا چیخ چلاّ کر دنیا اکٹھی کرلوں۔ اب کہیں شنوائی نہیں ہوگی۔'' وہ چھیڑنے کے انداز میں بولا۔ ''جیسی بھی ہے، قبول تو کر ہی لی ہے۔''

''اللہ مسبب الاسباب ہے۔ اُس نے پہلے بھی آپ دونوں کی فریادیں و التجائیں سن کر جوڑی بنا ڈالی۔ اب اس تک رسائی بہترین اور فائدہ مند حصول کے لئے ہوسکتی ہے۔ یہ گناہ نہیں۔ ملاقات لازم ہے۔ اب جدائی کا لفظ تم دونوں کی زندگیوں سے خارج ہو چکا ہے۔ اب وقت ہے انڈر اسٹینڈنگ کا۔ کچھ سمجھ آئی؟ ..... جوہی! یہ ڈریس آج کے ڈنر کے لئے خریدا گیا تھا۔ واہ میرے مولا! میں جانتی نہیں تھی۔'' کرن ڈبے سے مہندی کے لئے خریدا ہوا شفون کا لائٹ گرین ڈریس نکالتے ہوئے بولی۔ ''جلدی سے تیار ہو جاؤ اور اس جڑے ہوئے بندھن کو کھرے اور سچے پیار و لگاؤ کی آمیزش سے امر کر دو۔ آج تم پر پسند کی زندگی گزارنے کی تمام راہیں وا ہو چکی ہیں۔''

جوہی اُس کے بولنے پر بھونچکا ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''تم ہمارے ساتھ چلو گی؟'' جوہی کپڑے پکڑ کر آہستہ سے بولی۔

''یعنی کباب میں ہڈی..... محترمہ! میں ایسے شوق ہرگز نہیں رکھتی۔ آپ دونوں چپکے سے تشریف لے جایئے۔ میں نے پی سی میں بکنگ کروا دی ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''کرن! بعض اوقات ہڈی چونکا دینے کا کام کرتی ہے۔ انسان کیئرفل ہو جاتا ہے۔'' وہ جوہی کے معصوم اور بھولے بھالے چہرے کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''آج کباب میں ہڈی کی شمولیت باعث افتخار ہوگی۔''

''نہیں حمزہ بھائی! آج نہیں۔ پھر کبھی سہی۔ چلو جوہی! جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں بعد میں تمام مسائل سنبھال لوں گی۔ اوّل تو کوئی بھی اس طرف نہیں آئے گا۔ سب اس فیصلے پر مطمئن اور خوش ہو کر خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں۔'' وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔ ''آپ دونوں کو ملن کا راستہ دکھا دیا ہے۔ اس پر چلنا اور پھولوں سے اس کی زیبائش کرنا اب آپ دونوں کا کام ہے۔''

جوہی کپڑے اُٹھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔ شیشے میں اپنا حلیہ دیکھ کر کرن پر پیار

ساتھ غصہ بھی آیا کہ حمزہ سے فرسٹ ملاقات اس شکل میں ہوئی۔ کاش! کرن بتا ہی
ی۔

وہ سوچے جا رہی تھی اور تیار ہو رہی تھی۔ دل میں جیسے کلیاں چٹخ گئی ہوں۔ روح
ں کی معطر خوشبو سے مدہوش سی ہوتی ہوئی معلوم ہوئی۔ اور چار سُو اس نئے رشتے کی
سائی کی خوشبو پھیل گئی۔

'واہ میرے رب! تُو دیتا ہے تو چھپڑ پھاڑ کر اپنی نوازشات و عنایات اپنے بے
ے اور ناشکرے بندے کو وافر مقدار میں بخش کر اپنے ہونے کا ثبوت بن جاتا
۔ نہ دینے کی ٹھان لے تو پھر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر شب و روز عبادت کرنے
ے بھی فرق نہیں پڑتا۔ دعائیں بے اثر اور آہ و فغاں بے معنی و لاحاصل ہو جاتی ہیں
ح ملاقات کی ان چند خوبصورت گھڑیوں نے دل کی دبی ہوئی اُمنگوں کو جگا دیا۔
ن ہوتا ہے جیسے ہم تو جنم جنم سے ایک دوسرے کے لئے شناسا ہیں۔ غیریت،
نگی اور تکلف ہمارے آڑے ہی نہ آیا۔ اِک دِیا سا جل اُٹھا ہے دل کے نہاں
وں میں۔ اسی کی لَو کی گائیڈنس میں ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے زندگی میں آنے
ی آزمائشوں کو ہنس کر برداشت کر لیں گے۔'

دروازے پر دستک ہوئی تو چونک گئی اور دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ کرن جا چکی
ی اور اس وقت دونوں پھر تنہا تھے۔ حمزہ نے گرین ڈریس میں اسے دیکھا تو بے اختیار
ہو کر بولا۔

''بھئی بندۂ خاکی پر ظلم ڈھانے کی ہرگز کوشش نہیں ہو رہی۔''

وہ ذرا سا منہ مسکرا کر منہ دوسری طرف کر کے کھڑی ہو گئی۔

''اس منہ زور جوانی اور بے قابو جذبوں کو کس قید خانے میں بند کر دوں؟ آخر تم
ذ میری بیوی۔ تمہارا حُسن و جمال مجھے غارت کر دے گا۔'' وہ اس کے قریب آ گیا۔

''ایسی باتیں مت کیجئے۔ ورنہ آپ کے ساتھ اکیلی نہیں جاؤں گی۔ آپ پر بھروسہ
ں کروں گی۔'' وہ اس سے تھوڑا سا دور ہو کر بولی۔ ''بے لگام جذبات سچے اور
یزہ رشتوں کو کھوکھلا کر دیتے ہیں اور ضمیر کی ڈراؤنی آواز دہلا کر رکھ دیتی ہے۔ اللہ
لیٰ نے ہمیں ایک سنہری موقع بخشا ہے ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھنے کا۔ یہ خوش

قسمتی ہے ہماری۔ ہمیں اس وقت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ نہ کہ کمزوری کے شکنجے میں پھنس کر ندامت سے لبریز زندگی گزار جائیں۔ دلوں کو تسکین وطمانیت دینے والی اوپر کی ذات پر مجھے پورا بھروسہ ہے۔'' وہ نہایت شائستگی سے بولے جا رہی تھی اور حمزہ اُس کے حُسن کے قصیدے دل ہی دل میں پڑھ رہا تھا۔ اُس کا دل چاہا اس اپسرا کی مدح سرائی میں زمین آسمان یکجا کر دے اور اس بات کا اعتراف کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ نعمت اور رحمت بخش دی ہے، جس کا یہ حقدار نہ تھا۔ جس کا اس نے خواب میں بھی تصور نہ کیا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے خود سے ہی سوال جواب کئے جا رہے تھے کہ کرن ہلکی سی دستک دے کر اندر آ گئی۔ جوہی کو دیکھ کر خوشی سے کھل اُٹھی۔ حمزہ پر نظر دوڑائی تو جھوم اُٹھی۔

'خوبصورت اور بے مثال جوڑی۔ واہ..... اللہ! تیری شان کے انوکھے رنگ۔ جو دکھ کے بعد خوشی اور مشکل کے بعد آسانی فراہم کرتا ہے۔ جس کی رونق اور تمام تر توانائی انگ انگ سے پھوٹ کر نمایاں ہو کر رہتی ہے۔ آج کی جوہی، کل سے بالکل ہی مختلف ہے۔'

''کرن! آپ کس سوچ میں پڑ گئیں؟'' حمزہ نے لگاوٹ سے کہا تو وہ ایسے اُچھلی جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ نادم سی ہو کر گویا ہوئی۔

''آپ دونوں پر نظر نہیں ٹھہرتی۔ ماشاء اللہ! اسی فسوں کا اثر ہے حمزہ بھائی! آپ بہت لکی ہیں جنہیں جوہی جیسی حسین، ذہین وفطین ہم سفر کی رفاقت نصیب ہوئی ہے۔ اور جوہی! تمہاری Luck کا بھی جواب نہیں۔ آپ دونوں کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اللہ میاں نے فارغ وقت میں بیٹھ کر نہایت لگن اور پیار سے آپ دونوں کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے۔''

''اب قصیدہ گوئی ختم ہو جانی چاہئے۔'' جوہی دھیمے لہجے میں مسکرا کر بولی۔

''ضرور، ضرور۔ میں سمجھ گئی۔'' کرن نے قہقہہ لگایا۔ ''ایسی ندیدی دُلہن میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ حمزہ بھائی! آپ دونوں تشریف لے جائیے۔ ورنہ یہ رو پڑے گی۔ ہاں، ذرا رات کو ٹائم سے واپس آ جائیے گا۔ کیونکہ شریعت کا مسئلہ نہیں، کلچر آپ

دونوں کے بیچ ایک مستحکم آڑ ہے۔ یہ مت بھولیے گا۔''

''اسی لئے تو عرض کی تھی کہ آڑ آپ ہی بن جایئے۔'' حمزہ نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں کرن!'' جوہی نے سر ہلا کر اسے آمادہ کرنا چاہا۔

''آج نہیں۔ پھر کسی وقت۔ پلیز!'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''ٹھیک ہے۔ بیگم صاحبہ! چلئے، اکیلے ہی سڑکیں ناپ کر آتے ہیں۔'' حمزہ نے خوشگوار لہجے میں کہا تو جوہی نے دوپٹے میں خود کو اچھی طرح لپیٹ لیا۔ اسکارف اُس کی سوچ اور نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ کرن یہ دیکھ کر مسکرانے لگی۔ دونوں کو پورچ میں چھوڑ کر داخلی دروازے کی چابی، جوہی کو پکڑا کر بولی۔

''بیل کئے بغیر دروازہ کھولنا اور سیدھی میرے کمرے میں چلی آنا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی۔ بے فکری سے جاؤ اور خوب انجوائے کرو۔ پچھلے تین دنوں کے غم، فکر، پریشانی اور تجسس کی کسر پوری کرنے کے بعد لوٹ کر آنا، ہنستی مسکراتی اور قلابیں بھرتی ہوئی۔ ہے نا؟'' کرن نے اسے گلے لگا کر کہا تو حمزہ، کرن کی طرف حیرت و مسرت سے دیکھنے لگا۔ حیرانی اس کی محبت اور وفا کی۔ خوشی اس کی قربت اور بے ریا دوستی کی۔ جس کا اس نفسانفسی کے جہان میں فقدان ہو چکا تھا۔ جو ڈھونڈے سے بھی نہ ملے۔

''واٹ اے گرل۔'' حمزہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

''میری دوست تو ہے ہی مگر میری رضاعی بہن بھی ہے۔'' وہ فخر سے بولی۔

''یعنی میری سالی۔ آدھے گھر والی۔'' وہ شوخی سے بولا۔

گاڑی میں خاموشی چھا گئی۔ گاڑی، پی سی کی پارکنگ میں کھڑی کر کے وہ باہر نکلا اور جوہی کی سائیڈ کا دروازہ کھول کر ہاتھ آگے بڑھایا تو جوہی اس کی نگاہوں کو سنجیدگی سے دیکھنے لگی۔

''آ جائیں۔ یاد رکھیے، آپ کا محرم ہوں۔ گلیوں کا لوفر، لفنگا نہیں ہوں کہ ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا تو جوہی نے ایک حسین، شرمیلی مسکان کے ساتھ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور لاشعوری طور پر شانِ بے نیازی سے باہر نکل کر سر کو دوپٹے سے کور کرتے ہوئے بولی۔

''دھوکا اور فریب، وہ بھی مقدس ہستیوں کو۔ ناٹ آ رائٹ تھنگ۔ دل میں ایک خلش سی ہے۔''

''آپ کی تسلی کے لئے باڈی گارڈ ساتھ لانا چاہتا تھا۔ خیر اب ہم دونوں ان لمحوں کو انجوائے کریں گے۔ میں نے اپنی توقع سے بڑھ کر جو حاصل کیا ہے، اسے ڈائجسٹ کرنا جان پر بھاری پڑ رہا ہے۔'' وہ چلتے ہوئے بولا تو وہ خاموش رہی۔ کیا بتاتی اپنے ردِعمل کے بارے میں کہ وہ تو ابھی تک شاک کی کیفیت میں مبتلا روبوٹ بنی ہوئی ہے۔ اپنی ہوش و خرد تو نہ جانے کہاں رخصت ہو چکی ہے۔

''یو آر لوکنگ سو نائس اینڈ ایلی گینٹ کہ تمہارے ساتھ چلتے ہوئے خوشی اور فخر محسوس کر رہا ہوں۔'' وہ اُس کے سحر میں کھو سا گیا۔

دونوں اپنے اپنے مراق میں گُم ہوٹل کی مطلوبہ ٹیبل پر مینیو کارڈ دیکھنے لگے۔ کھانا آرڈر کرنے میں جوہی کی چوائس کو اوّلیت دی گئی تھی۔ حالانکہ وہ مسلسل حمزہ کو انکار کئے جا رہی تھی۔ وہ حمزہ کی پسند کو فوقیت دے رہی تھی۔ آخر وہی ہوا جو شوہر نامدار نے چاہا۔ ایک طویل خاموشی کے بعد حمزہ نے اس ضمن میں پہل کی۔

''جوہی! ہم یہاں ایک دوسرے کے مزاج و عادات کی پہچان کے لئے آئے ہیں۔ یہ حسین و مسحور کن لمحے بیت جائیں گے۔ خاموشی بعد میں اِک پچھتاوا بن جائے گی۔ کیوں نہ اپنے دل کی باتیں کہہ کر ہلکے پھلکے ہو جائیں۔'' حمزہ نے پیار بھرے لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دی۔ اس وقت اپنے دل کی بات کیسے شیئر کرے کہ جہاں حمزہ کے پہلو میں بیٹھنے کی مسرت و راحت ہے، وہاں خوف کی مقناطیسی لہریں بھی پورے وجود پر غالب آ چکی ہیں۔

''صرف مونا لیزا کی مسکراہٹ سے کام نہیں بنے گا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''اچھا تو یہ بتائیے، ہاؤس جاب کے بارے میں کیا سوچا ہے؟''

''مجھے تو کئی ہاسپٹلز سے آفرز آ چکی ہیں۔ اب کرن کی آفر کے انتظار میں ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں ایک ہی ہاسپٹل میں ہاؤس جاب کرنا چاہتی ہیں۔ دوسرا مے بی مجھے شاہ جی اکیلے جانے کی اجازت ہی نہ دیں۔ اس کے امکانات بھی کافی روشن ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''بھئی ایک ٹاپر کے ساتھ کرن کا کیا مقابلہ؟'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ایسی بات نہیں۔ کرن بہت ذہین اسٹوڈنٹ تھی۔ ذرا لاابالی سی ہے۔ ہمیشہ ڈیڈ ائن کراس کرنے میں یہی خامی درپیش آتی رہی۔ ذرا سی سیریس ہو جائے تو میں کیا، ارسطو، آئن سٹائن، فرائیڈ کو بھی پیچھے چھوڑ دے۔'' اسے حمزہ کا اس انداز سے کہنا اچھا نہ لگا تھا۔ وہ ایک دم سے بول پڑی تھی۔

حمزہ قدرے خجل سا ہو کر گہری سوچوں کے گرداب میں اُلجھ سا گیا کہ ایسی محبتیں اور چاہتیں تو ہر رشتے سے مفقود ہو چکی ہیں۔ ان لوگوں میں ابھی بھی دنیاوی رکھ رکھاؤ اور لحاظ کا پاس ہے۔ جوہی اُس کے چہرے پر ڈوبتی اُبھرتی سوچوں کو محسوس کرتے ہوئے بولی۔

''ہم یک جان دو قالب ایک دوسرے کے بغیر بھلا سانس کیسے لے سکتی ہیں؟''

''اسی لئے تو مابدولت بھی سالی صاحبہ کو مِس کر رہے ہیں۔ لیکن آپ تو آج سے صرف میری ہیں۔ میری کسٹڈی میں۔ ویری سیکیور۔'' وہ اپنے خیالات کے بھنور سے نکل کر اپنائیت سے بولا تو وہ اپنے سرتاج کو شرم و حیا اور خود اعتمادی کے ملے جلے جذبات سے دیکھنے لگی۔ ویٹر کو آتا دیکھ کر جوہی نے سر سے اُترے ہوئے دوپٹے کو درست کیا اور بے مقصد ہی چھری اور کانٹے سے کھیلنے لگی۔ اُس نے ٹیبل پر نہایت قرینے سے لگایا اور دونوں مختلف ٹاپکس پر گفتگو کرتے ہوئے کھانا انجوائے کرنے لگے۔ لنچ تو فکرمندی اور تجسس سے گلے میں اٹک اٹک گیا تھا۔ مگر اس وقت معاملہ مختلف ہونے کے باوجود بھوک مر گئی تھی۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حمزہ نے جوہی کا ہاتھ پکڑا اور اُسے شاپنگ ایریا کی جانب لے گیا۔ دونوں کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے۔ دو گھنٹوں کی گفتگو کے بعد دونوں ہی ایک دوسرے سے کمفرٹیبل ہو چکے تھے۔ پہلی بار ایسی دلربا حسینہ کی قربت میں سرشار حمزہ، جیولر کی شاپ میں چلا گیا۔

''یہاں کس لئے؟'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آج کی پہلی ملاقات کی ناقابلِ فراموش یاد میں ایک بہت ادنیٰ مگر جذباتی لحاظ سے بہت اعلیٰ و ارفع پریذنٹ خریدنا چاہتا ہوں۔ مگر ہو گا میری پسند کا۔ جو تا حیات

میری جوہی کے بازو میں ان خوب صورت لمحوں کی یاد دلاتا رہے گا۔ اور جوہی کا ذہن و قلب اس کی حقیقت اور سچائی پر ہر پل سرشار اور پُرسکون رہے گا۔'' حمزہ کے لہجے کی چاشنی میں وہ سرتا پا نہا گئی۔

'شادی میں اس قدر حُسن وطمانیت ہوگی، میں نے تو کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔' وہ خالی اور کوری نظروں سے شوکیس کے اندر سجے ہوئے بریسلٹ کو دیکھ رہی تھی۔ مگر دل تو بلّیوں اُچھل رہا تھا۔ حمزہ کی کنسرن اور پسندیدگی کے ساتھ اس کا لائف پارٹنر کو دل و جان سے قبول کرنا بھی تو بہت اہم تھا۔

''یہ ڈائمنڈ کے دو کنگن بہت یونیک لگ رہے ہیں۔ بندۂ خاکی صرف مشورہ لینے کی جسارت تو کر ہی سکتا ہے۔'' وہ ویلوٹ کا کیس اُس کی طرف بڑھا کر شگفتہ لہجے میں بولا۔

''پسند کرنے والا اپنے ہی مشورے پر اکتفا کرے تو خوب ہے گا۔'' وہ قدرے شوخی سے بولی اور ہنسنے لگی۔ جیسے جھرنوں کی کھنک، کلیوں کے چٹخنے کی سریلی صدا اور گٹار کے تار کی میٹھی پکار۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''آئی ایم سوری۔ شاید کچھ غلط بول گئی ہوں۔'' وہ ایک دم سے سنجیدہ ہوگئی۔

'پگلی ہو۔ تم نہیں جانتی کہ تم ہنستے ہوئے کتنی پیاری لگتی ہو۔ تمہارے پلز اور موتیوں جیسے سفید اور بے داغ دانتوں کی چمکتی ہوئی لڑی مجھ پر قیامت بن کر برس گئی ہے۔' حمزہ کے دل نے سرگوشی کی۔ وہ خود ہی انتخاب کرنے میں نبرد آزما ہو رہا تھا۔ وہ قریب ہی کھڑی اُس کی حالت سے محظوظ ہو رہی تھی۔

''نو ہیلپ۔'' وہ اُس کی طرف محبت بھری نظر سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''آپ نے خود ہی تو آتے ہی وارننگ دے ڈالی تھی۔'' وہ شریر لہجے میں بولی۔

''بھئی یہ شاپنگ کرنا اور سلیکشن، مردوں کے بس کا کام نہیں۔ اب سمجھ آئی کہ بازار خواتین سے کیونکر بارونق اور آباد ہیں۔'' وہ ایک اور کیس نکال کر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''جس کا کام، اُسی کو ساجھے۔''

''آج کا کام آپ کو ہی ساجھے۔'' جوہی نے دھیما سا مٹھاس سے بھرپور قہقہہ لگایا۔

''ٹھیک ہے۔ بدلہ لے لوں گا کسی دن۔'' حمزہ نے انجوائے کرتے ہوئے کہا اور

لیس جیولر کی طرف بڑھا دیا۔

وہاں سے نمٹ کر دونوں پھر ٹیبل پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ویٹر کیک لے آیا اور ٹیبل کے درمیان رکھنے لگا۔

''ہم نے اس کا آرڈر تو نہیں دیا تھا۔'' جوہی حیرت سے بولی۔

''ڈاکٹر کرن صاحبہ نے آرڈر لکھوایا تھا۔'' بیرے نے احتراماً کہا۔ ''آپ کو ضرور پسند آئے گا۔ ابھی ابھی اوون سے باہر نکلا ہے۔ تازہ اور فریش۔''

دونوں نے پُرستائش نظروں سے کیک کا جائزہ لیا اور کرن پر بے پناہ پیار آنے لگا۔

''سالی کا ہی جواب نہیں، گھر والی کا نہ جانے کیا حال ہوگا؟'' حمزہ نے جھومتے ہوئے کہا۔

''ویسے ایکٹنگ میں آپ تو کرن کو بھی مات کر گئے ہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''وہ تو آج کل مائرہ خان ہے۔ آپ اپنے بارے میں بتا دیجئے کہ آپ کس سے امپریس ہیں؟''

''حمزہ سے۔'' وہ شرارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''حد درجے کی خود پسندی۔'' وہ دل ہی دل میں مسکرائی۔

''آپ نے محبت و عشق، دیوانگی اور جنون سے بھرپور موویز تو دیکھی ہوں گی۔ فنکشنز میں بھی انٹرسٹ تو ہوگا۔ تمام ایکٹنگ اصلی اور حقیقی زندگی کی عکاسی کرتی ہے۔ جیسے ہم دونوں بھی آج سے اسی سچائی کا حصہ بن چکے ہیں۔ اللہ کرے ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے سنگ چلنے کی اداکاری میں اپنی گولڈن جوبلی اینی ورسری پر ایوارڈ یافتہ کپل قرار دیئے جائیں۔''

وہ اتنی سنجیدگی سے بول رہا تھا کہ جوہی کو وہ اس روپ میں بالکل اچھا نہ لگا تھا۔ اُس کی شخصیت پر یہ جچ نہیں رہا تھا۔

حمزہ نے چھری اُٹھائی اور دونوں نے سہاگ کی پہلی رات کا کیک کاٹ کر آغاز کر دیا۔ گرد و پیش سے بے خبر حمزہ نے جوہی کے منہ میں کیک کا پیس ڈالا۔ مگر جوہی جواباً شرما کر رہ گئی۔

''آئی لو یُو جوہی!'' وہ جذبات سے مغلوب ہو کر بولا۔

''یعنی ایکٹنگ۔'' وہ چھیڑتے ہوئے بولی۔

''ہاں۔ مگر زندگی کی حقیقت اور سچائی پر مبنی ایکٹنگ۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ ''آج مجھے یقین ہو چلا ہے کہ محبت بائی فورس نہیں کی جاتی۔ یہ پل بھر میں ہو جاتی ہے اور اپنا مطیع بنا لیتی ہے۔''

جوہی حسبِ عادت ہتھیلی کی اَن گنت لکیروں میں حمزہ کو ڈھونڈنے لگی جسے اس نے بِن دیکھے اور چاہت سے نہایت عاجزی و انکساری سے پا لینے کی دعا کی تھی۔ قبولیت میں تاخیر ہوئی نہ ہی جان لیوا انتظار کی گھڑیوں سے گزرنا پڑا۔ اور آج سر پر حمزہ کے نام کا تاج سجائے بہاروں اور شوخ و شنگ رنگوں کے پھولوں کی مسند پر ملکہ بنی کبھی سرشار ہو کر جھوم اُٹھتی تو کبھی بے یقینی سے سوچنے پر مجبور ہو جاتی۔

حمزہ نے موبائل آن کر کے وقت دیکھا۔

''وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ دل پسند لوگوں کی صحبت کا اثر ہے۔''

وہ اُس پر نظریں جمائے بیٹھا تھا اور نظروں کے وسیع و عریض سمندر میں وہ بار بار غرق ہوتی، ہاتھ پاؤں مارتی اور سطح پر آ جاتی۔

''چلتے ہیں۔ دل تو نہیں چاہ رہا یوں جدا ہونے کو۔ لیکن مجبوری ہے۔ کیا، کیا جائے؟ شاہ جی کی ڈیمانڈ بھی تو جائز ہی ہے۔ اس لئے ہم انکار نہ کر سکے۔'' حمزہ نے ویٹر کو اشارہ کیا تو وہ بل لے کر آ گیا۔

دونوں نہ چاہتے ہوئے بجھے دل سے اُٹھے اور آہستہ آہستہ چلتے باتیں کرتے ہوئے پارکنگ میں پہنچ گئے۔ حمزہ نے اُس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا تو وہ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ حمزہ نے جھک کر جوہی کے ڈریس کا وہ حصہ جو باہر لٹک رہا تھا، نہایت پیار و لگاؤ سے اندر کیا اور دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چہرے پر گہری خاموشی تھی۔ آنکھوں میں اُداسی ہلکورے لے رہی تھی۔ اُس نے مخملیں کیس سے ڈائمنڈ کے کنگن نکالے اور نرم اور گرم ہاتھوں سے جوہی کا بازو پکڑا۔ جوہی دوپٹہ شرم کے مارے کھینچ کر ناک تک لے آئی۔ شفون کے کامدانی دوپٹے میں اس کا آدھ کھلا چہرہ اور بھی معصوم اور حسین لگنے لگا تھا۔

حمزہ نے اس کے گورے چٹے بازو میں کنگن پہنائے اور اس کے گال پر محبت سے

بھرپور بوسہ دیا۔ جبکہ دوپٹہ دونوں کے درمیان حائل رہا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر مصطفیٰ اپنے دو دوستوں کے ہمراہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ حمزہ کی کار دیکھ کر چونکا تھا اور تمام سین خاموشی سے دیکھ کر زہر کا گھونٹ پینے میں اس لئے مصلحت سمجھی کیونکہ وہ دوستوں کے ہاتھوں میں اپنی عزت کو نیلام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کھولتا ہوا خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا اور مری ہوئی آواز میں بولا۔

''میں ڈرائیونگ نہیں کرسکوں گا۔ طبیعت کھانے کی وجہ سے بوجھل سی ہوگئی ہے۔ پی سی کے کھانے میں کوئی گڑبڑ لگتی ہے۔ ہر بار طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہے۔'' وہ جمائی لیتے ہوئے سیٹ پر ہی نیم دراز سا ہوگیا۔

''ابھی تو تم بھلے چنگے تھے۔ یک دم ہی کچھ ہوا ہے۔'' دوست نے فکرمندی سے کہا۔

''دراصل اس بلیک ہنڈا کا قصور ہے۔ ضرور اس چھوکرے کی یہ گرل فرینڈ ہوگی۔ ورنہ بیوی کے لئے پارکنگ نہیں، گھر ہی مناسب اور کافی ہوتا ہے۔'' دوسرے دوست نے حمزہ کی جاتی ہوئی گاڑی کی طرف اشارہ کرکے حقارت سے کہا۔ ''اپنے ہی جادو میں اتنے مدہوش ہیں کہ آس پاس کی خبر تک نہ ہوئی نامرادوں کو۔''

حمزہ خاموشی سے سگریٹ سلگا کر کش لینے لگا۔

''کرو۔ آرڈر کرو۔ ابھی اُسے اُٹھا لاتے ہیں۔'' دوست نے اُس کے پریشان چہرے کو بغور دیکھ کر کہا۔

''ایسی باتیں مت کرو۔ ہمارے یار میں ہزاروں بلکہ لاکھوں برائیاں سہی۔ زنا کاری کی ہلکی سی سوچ سے بھی دُور رہتا ہے اس کا دل دماغ۔ ویسے حیرت کی بات ہے۔'' دوست نے کھل کر سچی تعریف کر ڈالی تھی۔

مصطفیٰ کے چہرے پر رعونت بھری مسکراہٹ بکھری اور سمٹ گئی۔ طویل آہ بھر کر پچھلی سیٹ پر کمفرٹیبل ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ جبکہ آنکھوں سے نفرت و حقارت کے انگارے بھر رہے تھے۔ فقط زبان پر قابو تھا۔

❀❀❀

آج کی رات ذہنی ردّوکد سے پاک اپنے اندر ترنگ اور بے خودی سمائے گزر رہی تھی۔ حویلی کے در و دیوار بھی جیسے خوشی و مستی میں سرشار دلفریب نغمے الاپ رہے ہوں۔ آکاش پر چودھویں کا چاند عاشقوں کے دلوں میں نئی اُمنگیں پیدا کرنے میں پیش پیش تھا۔ آج تو اس کی میٹھی اور ٹھنڈی ضوفشانی میں تارے بھی ماند پڑ گئے تھے۔ فضا روشنیوں میں لپٹی ہوئی کس قدر حسین اور راحت افزا لگ رہی تھی۔ شناسائی کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔

حویلی کے گرد و پیش عمر رسیدہ سرسبز زمین کی جانب سجدہ ریز ہوتے درخت، اظہارِ تشکر کا سماں پیش کر رہے تھے۔ پذیرائی کے اس ماحول میں عجیب سی رونق اور گہما گہمی کا احساس بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔

وجہ صاف ظاہر تھی کہ جوہی پر ہر وقت لٹکنے والی برہنہ تلوار کا خوف، حمزہ سے ملنے کے بعد روپوش ہو چکا تھا۔ بیڈ پر کرن کے ساتھ لیٹی مسلسل کروٹیں بدلتی، حمزہ کی قربت میں گزرے ہوئے چند گھنٹوں کی لطافت سے دلی طمانیت میں سونا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔ آج مستقبل کے خوش آئند سپنوں کے مرغزاروں میں گھومتی ہوئی نہ جانے کہاں کھوئی ہوئی تھی۔

''جوہی! خدا کے لئے سو جاؤ۔ عجیب لڑکی ہو۔ آج تو گہری، میٹھی اور اطمینان سے بھرپور نیند کو گلے لگا لو۔'' کرن نے کروٹ بدلتے ہوئے محسوس کر لیا کہ وہ بیڈ پر نیم دراز ہے۔

''تم صحیح کہہ رہی ہو۔ لیکن انسانی فطرت جو اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود میں خون پانی کے ساتھ ڈال دی ہے، اس سے چھٹکارا حاصل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ نیند بھی ایک عجیب سے احساس کا نام ہے۔ غموں اور دکھوں میں بھی سہارا نہیں دیتی۔ شادمانیوں اور کامرانیوں میں بھی انجان بن جاتی ہے۔'' جوہی نے اُس پر جھک کر کہا۔

''اس وقت فلسفہ جھاڑنے کا وقت نہیں بیٹا! کم از کم مجھے تو سونے دو۔ دن بھر کی تھکاوٹ نے چور چور کر دیا ہے۔ اور پھر ایک ٹینشن نے تو میرے دل و دماغ کے پرخچے ہی تو اُڑا دیئے تھے۔ اب میرا دل اور دماغ اسی وجود میں یکجا ہو کر سکون چاہتا ہے۔'' کرن نے لیٹے لیٹے ہی اسے اپنے ساتھ لٹا کر کروٹ بدل لی۔ اور جوہی مسکرا

کر آنکھیں موندے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

'آج راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔ اور کل بھی اپنی اسی لے پر میری تقدیر کی تختی پر سنہرے اَن مٹ حروف سے چین وسکون تحریر کر دینا۔ یہی میری آرزو ہے اور یہی میرا مقصدِ حیات ہے کہ خوش رہو اور خوش رکھو۔ عزت کرو اور عزت پاؤ۔' دماغ میں سوچیں اُبھرتی رہیں اور آخر نیند نے غلبہ پالیا۔

❀❀❀

''بیگم! تم نے کروٹیں بدل بدل کر میری نیند بھی اُڑا دی ہے۔ کیا پریشانی ہے؟ آج تو تمہیں گھوڑے بیچ کر سونا چاہئے۔''

حمزہ کے والد منیب شاہ نے سائیڈ ٹیبل کی لائٹ آن کی اور تھرمس سے پانی گلاس میں ڈالنے لگے۔

''پریشانی تو نہیں ہے۔ بس جب تک حمزہ کے چہرے پر خوشی کی لالی کو محسوس نہیں کروں گی، نیند کہاں سے آئے گی؟'' حمزہ کی والدہ خانم نے یخ بستہ کمرے کا دروازہ سی بند کیا اور کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے فکرمندی سے بولیں۔ ''نہ جانے حمزہ کہاں رہ گیا؟''

''دوستوں میں بیٹھا ہوگا۔ آجائے گا۔'' وہ لیٹتے ہوئے بولے۔ ''ویسے دل تو میرا بھی کچھ بے چین سا ہے

''

''اس کی وجہ؟'' وہ بیڈ پر نیم دراز ہو کر بولی۔

''یہی کہ بیٹے نے رشتے کے تمام اختیارات ہمیں سونپ رکھے تھے۔ کیا ہمارا فیصلہ اسے پسند آیا ہے یا نہیں؟ ہم سے بھی ایک غیر فطری عمل سرزد ہوا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے بولے۔

''وہ کیا؟'' خانم چونک کر بیٹھ گئیں۔

''سیّد گھرانہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے گدی نشین خاندان میں جا پہنچے۔ حد ہی تو کر دی ہم نے۔ دونوں خاندانوں کے ماحول میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' وہ فکرمند سے ہو کر بولے۔

''تو پھر کیا ہوا؟ آپ نے اپنی بہو کا دیدار نہیں کیا، اس لئے یوں بول رہے ہیں۔ وہ تو ہیرا ہے۔ چاند کا ٹکڑا ہے۔ چمن کا وہ پھول ہے کہ اس کے اکیلے کھیلنے پر بھی اَن گنت خوشبو بکھیرتے ہوئے گلوں کا احساس روحانی تسکین بخش دے۔ باقی رہی ماحول کی بات، تو اسے میں نے اس لئے ایشو نہیں بنایا کہ ہم ان کی بیٹی بیاہ کر اپنے ماحول میں لا رہے ہیں۔ فوراً ہمارے ماحول میں ڈھل جائے گی۔ کیونکہ پڑھی لکھی، سمجھ دار بچی ہے۔ پھر فکر کس بات کی؟'' وہ تسلی دیتے ہوئے بولی۔

''پھر کیوں فکرمند ہو؟'' وہ حیرت سے بولے۔

''دراصل آج کرن نے حمزہ کو شام کو اپنے گھر بلا کر جویریہ سے ملوانے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ حمزہ بہت خوشی سے تیار ہوا تھا۔ یوں سمجھئے کہ آپ کی طرح خوشبو میں نہا کر کتنی ہی بار آئینے میں اپنا جائزہ لیتے ہوئے مجھ سے پوچھنے لگا۔ ''ماما! کیسا لگ رہا ہوں؟'' شاہ صاحب! ہم بہت خوش قسمت پیرنٹس ہیں، اس دور میں جن کی اولاد والدین کے اتنے قریب ہو۔ اب تو ایسی اولاد شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے۔'' لہجے میں بے پناہ خوشی اور فخر تھا۔

''اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں، کم ہے بیگم!..... حلال کی کمائی سے پلے ہیں یہ بچے۔ بدکار اور دروغ گو نہیں ہو سکتے، یہ میرا ایمان ہے۔'' تھوڑی دیر بعد مسکرا کر بولے۔ ''اور یہ تو تم نے بہت نیک کام کیا ہے کہ دونوں بچوں کو ملوا دیا۔ اس عمل کی اشد ضرورت تھی۔ بھئی آج تو تمہارا لعل ہواؤں میں اُڑ رہا ہوگا۔ ذرا میرے دل سے ماضی کا حال پوچھو۔ ابھی تک ہر لمحے کا ہر حرف یاد ہے۔''

''وہ بھی بیٹا تو آپ کا ہی ہے۔ فطرتاً بھی آپ ہی جیسا ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

''کسی دن ہمیں بھی بہو سے ملوا دو۔ ذرا تمہاری پسند تو دیکھوں۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولے۔

''حمزہ کی ٹکر کی ہے۔ پہلے میرا دُولہا راجہ تو مل آئے۔ اللہ تعالیٰ یہ جوڑی سلامت اور آباد رکھے۔'' وہ دعا دینے لگی۔

باہر پورچ میں گاڑی کے رُکنے کی آواز پر دونوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ حمزہ،

گاڑی سے باہر نکلا تو اس کے لبوں پر گانے کی خوب صورت دُھن سن کر دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور ایک دوسرے کے ہاتھوں پر ہاتھ مار کر خوشی سے مغلوب ہو کر ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔

حمزہ کی اُلفت اور چاہت کی کہانی کا پہلا خالی صفحہ اَن گنت خوب صورت لفظوں سے مزین ہو گیا۔

نیند تو اس سے بھی کوسوں دُور تھی۔ اُس نے اُنگلیوں پر دن، ہفتے اور مہینے گنے۔ 'اتنا طویل عرصہ کیسے گزرے گا؟ ابھی تو عرس گزرے چند مہینے ہی گزرے ہیں۔ عجیب توہم پرست خاندان ہے۔ انہیں کون سمجھائے؟ وہ کسی کی نہیں سنیں گے۔ کسی کی نہیں مانیں گے۔' وہ منہ میں ہی بدبدایا۔

'صبر کے بغیر کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔ حمزہ علی! لمبی تان کے سو جا۔ لگتا ہے آج تم اپنی عقل و سمجھ، جوہی کے پاس گروی رکھ آئے ہو۔ ایسے مقناطیسی حُسن کو گلے لگانے کا خمیازہ تو بھگتنا ہی پڑے گا..... یہ ایک دن کی بات نہیں۔ یہ بات ہے تا حیات کی۔ آج کی رات یہ چودھویں کا چاند..... اور یہ تاروں کی تبسم بھری جھلمل کرتی ہوئی رات ہیں تیرے ساتھ۔ بیتے ہوئے شوخ و شنگ لمحوں نے سانس کے مدوجزر میں ایسی ہلچل مچا دی ہے کہ ایک لمحہ ایک صدی کے برابر لگنے لگا ہے۔ مگر بہت مجبور اور بے بس ہو گیا ہوں، تمہاری انا اور خودداری کے سامنے۔ کیا کروں؟'

❀❀❀

دوپہر کے بارہ بج رہے تھے۔ کرن اور جوہی ابھی تک سوئی ہوئی تھیں۔ بی بی جی، نکاح کے فنکشن کا بکھراؤ سنبھالنے میں نوکرانیوں کی سپرویژن کر رہی تھیں کہ یکدم ان کے دل میں ایک ہوک سی اُٹھی، جوہی کے پرائی ہو جانے کی۔ اُس کی جدائی میں بقیہ عمر بتانے کی

'یہ سب کیسے برداشت کروں گی؟..... اور اس کی رخصتی کے بعد شاہ جی کس کی صورت دیکھ کر حجرے میں جایا کریں گے؟ یہ تو برکتوں اور رحمتوں کا خزانہ ہے۔ کہیں تمام عنایتیں اپنے پاؤں کے ساتھ ہی تو سمیٹ کر نہیں لے جائے گی؟ سوہنے بختوں والی جب سے پیدا ہوئی ہے، ہر صبح کا سورج ہمارے لئے خوشیوں کا پیغام لے کر طلوع

ہوتا ہے۔' وہ تمام کام چھوڑ کر ملازمہ سے افسردہ لہجے میں بولیں۔

''لگتا ہے جویریہ بی بی ابھی تک سوئی ہوئی ہے۔ اسے بلا لاؤ۔ کرن بی بی کو بھی بتانا کہ بی بی جی یاد کر رہی ہیں۔''

''ابھی گئی اور ابھی آئی۔'' ملازمہ قلابیں بھرتی ہوئی کرن کے گھر کی طرف چل پڑی۔

'اب دن رات اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی اپنی مہمان پتر کو۔' وہ دل ہی دل میں سوچنے لگیں۔ 'میرا سنگ، میری ہجولی مجھے اکیلا چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے دوسروں کے گھر کی زینت بن جائے گی۔ آہ! آگے آنے والا ظالم وقت اور بڑھاپا کیسے گزرے گا بیٹی کے بغیر؟ بہوئیں تو اپنی ہی دنیا میں مگن ہیں۔ کیا مجال کہ مجھ سے رتی بھر ہمدردی ہو۔ آہ! ایک بہو کی خالہ اور دوسری کی مامی لگتی ہوں میں۔ مگر ان پیارے رشتوں پر نئے رشتے کی چھاپ کیوں لگ گئی؟ روایتی رشتہ، خونی رشتے پر کیسے حاوی ہو گیا؟ میں نے ایسا تو کبھی نہ چاہا تھا۔'

بی بی جی کے آنسو گرتے چلے گئے۔ ایک بہو اُن کا جائزہ لیتے ہوئے پاس سے گزر گئی۔ دوسری نے کنکھیوں سے ہی اندازہ لگایا اور بھوئیں چڑھا کر خود کلامی کرتی ہوئی چلی گئی۔

''خوشیوں میں رونے دھونے والے بندے کو تو خدا ہی سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ نہ کہ پھوڑی ڈال کر بیٹھ جائیں۔ کون سا سرخاب کا پَر لگا ہوا ہے بیٹی کو کہ اتنے اچھے لوگ مل گئے، جسے کسی نے قبول تک نہ کیا تھا۔ چھپر پھاڑ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔''

اتنی دیر میں ملازمہ واپس آ گئی۔ اُس نے بتایا کہ دونوں ابھی تک سو رہی ہیں۔ جونہی اُٹھیں گی، اُنہیں آپ کا پیغام مل جائے گا۔

'لگتا ہے، میری بچی ناخوشی کی وجہ سے تو رات بھر نہیں سو سکی۔' بی بی جی خدشات میں گھر گئیں۔ 'کہیں مجھ سے خفا تو نہیں ہو گئی؟ کیونکہ میں نے بھی تو اسے دھوکا دیا ہے۔ سوچنے سمجھنے اور اعتراض و انکار کرنے کا وقت ہی نہ دیا۔ مجبور و بے بس سی ہو کر رہ گئی تھی۔ اتنا روئی تھی کہ جل تھل ہو جاتا۔ ہم اس کے آنسوؤں کے سیلاب میں ڈوب کر مر جاتے۔ مگر اس نے میرا مان رکھ لیا۔ میری عزت بچا لی۔ میری بے رخی اور

لاتعلقی پر وہ کس قدر حیران و پریشان تھی۔ میں نے اُس کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ آہ! میں نے اس کی ایک نہیں سنی۔ اب وہ صفائی میں میری ہر فریاد کو رد کر دے گی۔'

وہ پچھتاوؤں میں گھر چکی تھیں۔ ماں کے اس کردار پر وہ اس قدر نادم ہو رہی تھیں کہ جوہی سے نظریں ملانا محال لگ رہا تھا۔ وہ وہیں تخت پوش پر ہی آڑی ترچھی لیٹ گئیں اور سوچنے لگیں کہ بیٹی کے لئے ایسا کیا کروں کہ وہ اسے معاف کر دے۔ ماں بھی تو حالات کے سامنے مجبور ہو گئی تھی۔ ورنہ سب کا ردِعمل ایسا بھیانک ہوتا کہ مدتوں تک لوگ یاد رکھتے۔

بے شک شاہ جی بہت حلیم و شفیق انسان تھے لیکن بیوی ساتھ نہ دیتی تو وہ اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے میں پل نہ لگاتے۔ مصلحتاً بی بی جی کی خاموشی نے اس رشتے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا، مگر اب احساسِ جرم چین نہیں لینے دے رہا تھا۔

شاہ جی حجرے سے واپس آئے تو بی بی جی کو اس اضطراری کیفیت میں دیکھ کر قریب آ کر بیٹھ گئے۔ وجہ پوچھی تو پھٹ پڑیں۔

''شاہ جی! آپ تو ٹھہرے باپ۔ نہ ماں جیسا آپ کا دل، نہ ہی مامتا جیسی اُنسیت، محبت اور لگاوٹ۔ میں تو جوہی کی ماں تھی۔ میں نے اس سے تمام حالات چھپا کر اچھا نہیں کیا۔ اگر وہ لڑکے سے مل لیتی تو کیا قیامت ٹوٹ پڑتی؟ پسندیدگی کی وہ حق دار تھی شاہ جی! آپ نے اس کے سر پر اچانک ہتھوڑا مار کر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ جب وہ نکاح نامے پر دستخط کر رہی تھی تو اس کے ہاتھوں میں لرزش تھی اور اس کا پورا وجود سوکھے پتے کی طرح بے سہارا اور لاوارث ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔ ہم نے اسے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اور ہاتھ پاؤں باندھ کر بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا ہے جہاں وہ عمر بھر جلتی رہے گی اور ہمیں اس کی بد دعائیں قبر میں بھی چین نہیں لینے دیں گی۔''

''تم خوامخواہ ہی جذباتی اور وہمی ہو رہی ہو۔ اتنا اچھا رشتہ ہمارے خاندان میں نہ تو پہلے آیا ہے اور نہ ہی آئندہ آئے گا۔ تم اپنا داماد دیکھو گی تو یہ تمام گلے شکوے بھول جاؤ گی۔ بھلیئے لوکے! یہ بال میں نے دھوپ میں سفید نہیں کئے۔ ہر بال کی سفیدی میں ایک تجربہ ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ جویریہ بھی خوش ہو جائے گی۔'' وہ اسے تسلی دینے لگے۔ مگر ماں کا دل ان باتوں سے بہلنے سے تو رہا۔ وہ روتی ہی چلی گئیں۔

❀❀❀

فرحت نے وال کلاک کی طرف نظر ڈالی اور فکرمندی سے کرن کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کرن، واش روم میں غسل کر رہی تھی اور جوہی گھر جا چکی تھی۔ اس کا گرین ڈریس کرسی پر پھیلا ہوا تھا۔ فرحت نے غور سے ڈریس کو اُلٹ پلٹ کر بغور دیکھا۔ دوپٹہ خوشبو میں نہایا ہوا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر موتیے کے پھولوں کے مرجھائے ہوئے دو گجرے پڑے ہوئے تھے۔ قریب ہی مخملیں کیس میں دو کنگن دیکھ کر فرحت چونک سی گئی۔

'یہ سب کیا ہے؟..... کیا جوہی رات بھر غائب رہی ہے؟' اُس نے خود سے سوال کیا۔

کرن، بالوں کو تولیے سے خشک کرتی واش روم سے باہر نکل آئی۔

''ماما! آپ۔ دراصل آج رات ہم بہت لیٹ سوئیں۔'' کرن نے ماں کے چہرے پر حیرت و تجسس کے تاثرات دیکھ کر کہا۔

''آگے بولو۔'' فرحت، بیڈ پر ہی بیٹھ گئی۔

''آگے کیا بولوں؟ کیا سننا چاہتی ہیں میری ماما؟'' وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔

''جوہی رات بھر کہاں تھی؟'' وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''اچھا..... تو یہ پریشانی ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''ہاں۔ سچ سچ بتاؤ۔'' فرحت نے تیزی سے کہا۔

''جوہی رات بھر تو نہیں، ہاں چند گھنٹوں کے لئے اپنے شوہر کے ساتھ تھی۔'' وہ نارمل لہجے میں بولی۔

''یہ تمہاری شرارت لگتی ہے۔'' فرحت نے خفگی سے کہا۔

''شرارت نہیں ماما! عقلمندانہ حرکت کا نام دے دیں تو مجھے سن کر خوشی ہوگی۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''ہمارے تعلقات خراب کرنے پر تُل گئی ہو۔ یہ بے وقوفانہ حرکت کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ ہی لیا ہوتا۔'' وہ غصے سے بولیں۔

''ماما! میں کون سا غلط کام کرنے جا رہی تھی؟ آپ تو جانتی ہیں کہ جوہی کس قدر

لینس تھی۔ حمزہ بھائی کو بھی اپنی بیوی دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ میں نے سوچا، دونوں کو ریلیف ملنا چاہئے۔ اب دیکھیں نا، جوہی ہواؤں میں اُڑ رہی ہے اور حمزہ بھائی کا قدم زمین پر نہیں ٹِک رہا۔ آپ خوش ہو جائیں کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لیا ہے۔'' وہ مسرت آگیں لہجے میں بولی۔

''آج تو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ آئندہ ایسی حرکت کی تو خفا ہو جاؤں گی اور کبھی نہیں بولوں گی۔'' فرحت نے سنجیدگی سے کہا۔

''اب تمام اختیارات میرے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ اب میاں بیوی جانیں اور ان کا کام۔ بھلا ہم سب کون ہوتے ہیں ان پر پابندیاں لگانے والے یا ان کے رکھوالے بننے والے۔'' وہ ہنستے ہوئے محظوظ ہو کر بولی۔ ''جوہی شرعی طور پر ان کی بیوی ہے۔ دونوں اعتماد اور پیار کے حسین رشتے میں منسلک ہو چکے ہیں، والدین کی مرضی اور پسند سے۔ ان کا ایک دوسرے سے ملنا اور انڈرسٹینڈ کرنا جرم ہے، نہ ہی فریب۔ نکاح کی پہلی رات وہ ڈنر پر بھی نہ جاتے تو کیا زیادتی اور بے انصافی نہیں تھی؟ اپنے خاوند کے تحفظ کے سائے تلے وہ جب چاہے، جہاں چاہے، جانے کے لئے آزاد ہے۔''

''لیکن معاشرے کے کچھ قانون اور اصول بھی تو ہوتے ہیں۔ ہم اُنہیں فالو نہیں کریں گے تو سوسائٹی پراگندہ ہو جائے گی۔ بیٹا! ہماری کلاس ہی تو ان رُولز کو مین ٹین کرتی ہے۔'' فرحت نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

''ماما! آپ جانتی ہیں نا کہ عمر کے اس جوشیلے حصے میں ایک دوسرے کو دیکھ لینے اور چند باتیں کرنے سے ہی کیسا سکون اور لطیف سی خوشی ملتی ہے۔ مجھے آج جوہی کو دیکھ کر اندازہ ہوا ہے۔ ماما! جوہی کی اداؤں اور باتوں میں ایک عجیب سی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی اطمینان بخش سرخی اس کے اندرونی جذبات کی غمازی کر رہی ہے۔ ماما! آئی ایم سو ہیپی کہ میری بہن اور میری دوست تمام خدشات سے باہر نکل آئی ہے۔'' وہ ماں کے گلے میں باہیں ڈالے بولے جا رہی تھی۔

''بات تو سچ ہے مگر بات ہے رُسوائی کی۔'' ماں مسکرا کر بولی۔

''تو پھر بی بی جی سے کہہ کر رخصتی کروا دیجئے۔'' وہ بھی مسکرا کر بولی۔

''بھئی میں ان جھمیلوں میں پڑنے سے رہی۔ ان کے اپنے رسم و رواج ہیں۔ وہ

ان میں اس بری طرح مقید ہیں کہ اگر باہر نکلنا بھی چاہیں تو نکل نہیں پائیں گے۔ ہم نے اپنی زندگی میں ایک رشتے دار برادری اور دوسری اپنے دوستوں اور عزیزوں کی برادری کو نبھایا ہے۔ جبکہ بی بی جی کی تیسری برادری، مرید صاحبان کی ہے۔ بھانت بھانت کے ان لوگوں سے تعلق و ربط رکھنا آسمان سے تارے توڑ کر لانے کے مترادف ہے۔'' وہ سنجیدگی سے سمجھانے لگیں۔

''جوہی سچی اور بے حد کھری، نکھری، اُجلی شخصیت کی مالک ہے۔ وہ کسی کو بھی دھوکے میں نہیں رکھے گی۔ اب وہ حمزہ کی بیوی ہے۔ اپنی ذاتی زندگی سے پردہ کیونکر اُٹھائے گی؟ چوری چھپے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھے یا سرِ عام اعلان کر کے اُس سے ملنے جائے۔ یہ اس پر ہی چھوڑ دیں۔ وہ اب بچی نہیں رہی ماما!'' وہ بھی سمجھانے کے انداز میں بولی۔

❁❁❁

جوہی، کرن کے گھر سے سیدھی بی بی جی کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ جاء نماز پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ جوہی کو دیکھ کر فوراً کھڑی ہو گئیں۔

''میں تمہارے جاگنے کا انتظار ہی کر رہی تھی۔'' وہ اُسے گلے لگا کر بولیں۔

'بی بی جی! آج ایسا لگا جیسے فائنل پراف سے فارغ ہو کر بے فکری کی نیند سوئی ہوں۔ یہ بھی تو ایک کٹھن امتحان تھا۔ خدا کا شکر ہے، بخیر و عافیت ٹل گیا۔' جوہی نے دل ہی دل میں کہا۔

''مجھے لگتا ہے، تم رات بھر سو نہیں سکی۔'' وہ فکرمندی سے بولیں۔

''جی بی بی جی! بس ہم دونوں نے گپ شپ میں ہی رات گزار دی۔ فجر کی نماز پڑھ کر جو سوئیں تو ہوش ابھی آئی۔'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

'اُف! میں نے بھی تو بی بی جی کے ساتھ بہت گستاخی اور نافرمانی کی تھی۔ دن دیکھے اور رات پرکھے جج منٹ کرنا سراسر حماقت تھی۔ یہ سبق تو میں نے سیکھ لیا ہے۔' وہ دل ہی دل میں بولی۔

''تمہارے سسرال سے بہت خوب صورت ڈریسز آئے ہیں۔ جاؤ نہا دھو کر ایک پہن کر تو دکھاؤ۔'' بی بی جی اُسے کریدنے کے انداز میں بولیں۔ ''اُمید ہے تمہیں پسند

آئیں گے۔"

"جی....." اُس نے سر جھکا لیا۔ چہرے پر ندامت کی پرچھائیاں گہری ہو گئی تھیں جنہیں بی بی جی پہچان نہ سکیں بلکہ تذبذب میں گھر گئیں۔

"بیٹا! مجھے معاف کر دینا۔ آج میں شاہ جی کا ساتھ نہ دیتی تو....."

جوہی نے ان کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور بات نامکمل رہ گئی۔

۔ "میں تو اپنی گستاخیوں اور بد زبانی کی معافی کی عرضداشت لے کر حاضر ہوئی ہوں بی بی جی! میں نے آپ کو بہت پریشان کیا ہے۔"

"بیٹا! ایک بات پلّے باندھ لو۔ ماں واحد ہستی ہے جو اپنی بیٹی کو خود سے زیادہ سُکھی دیکھنے کی آرزو کرتی ہے۔ اور باپ، بیٹی کے لئے اپنے سے اونچا گھرانہ ڈھونڈنے کی تگ و دو میں شب و روز اللہ کے سامنے جھولی پھیلائے رکھتا ہے۔" اُن کی آواز بھرّا گئی تھی۔

"بی بی جی! مجھے اس بات پر یقین ہے۔" وہ نظریں جھکائے ہوئے بولی۔

"بھلا اپنے جسم کے حصے کو کوئی درندوں کے سامنے ڈالنے کی ہمت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ والدین کا بس چلے تو وہ اولاد کو تپتی ہوا بھی نہ لگنے دیں۔ یہ اولاد بڑی ہی ظالم چیز کا نام ہے۔" وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔ ماں کا دل سکون سے ہمکنار ہوا تو تھا مگر کہیں گہرائی میں بے تابی سی پنہاں تھی۔

❁❁❁

شاہ جی اور بی بی جی، ڈنر مغرب کی نماز کے بعد تناول کرتے تھے۔ اس لئے عموماً کھانا ٹرالی پر ہی بڑے ہال میں پہنچا دیا جاتا تھا۔ ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد وہ نمازِ عشاء کی تیاری میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ آج قدرے مطمئن بھی تھے اور جوہی کے روّیے کی وجہ سے خوش بھی تھے۔ ملازمہ ٹرالی ان کے سامنے رکھ کر واپس کچن میں چلی گئی۔ مصطفیٰ سامنے سے آتا ہوا نظر آیا تو بی بی جی نے دل ہی دل میں بیسیوں دعائیں دے ڈالیں۔ لیکن اُس کی باڈی لینگویج کو سمجھتے ہوئے دونوں چونکنے سے ہو گئے کہ اب جنابِ والا کس بات پر دندناتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ کھانے سے ہاتھ کھینچ کر اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

''آؤ پُتر! بیٹھو، کھانا کھاؤ۔'' شاہ جی نے تخت پوش پر ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بی بی جی بھی پرے کھسک کر جگہ بنانے لگیں۔

''کھانا نہیں کھاؤں گا۔ نکاح کا کھانا ہی سینے پر بیٹھا ہوا ہے۔ رات بھر سو نہیں سکا۔ صبح سے اتنی الکس تھی کہ کمرے سے باہر نکلنے کو دل ہی نہیں کیا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''کھانے میں تو کوئی نقص نہیں تھا؟ ہم تو جو مغرب کو سوئے، صبح فجر پر ہی اُٹھ پائے۔ عشاء بھی گئی، تہجد بھی ہماری سکون بھری نیند پر قربان ہو گئی۔'' شاہ جی مسکرا کر بولے۔

''تم سمجھا کرو۔ اپنی مُنی سی لاڈلی بہن کے جانے کا غم اور دُکھ لے بیٹھا ہے اُسے۔'' شاہ جی مسکرا اُٹھے۔

''اس میں تو خوشی کی بات ہے۔ ذرا میرا بچہ خود سے بتائے کہ نیند نہ آنے کی وجہ خوشی تھی یا غمی؟'' وہ بھی ہنستے ہوئے بولیں۔

''بس کچھ بھی سمجھ لیں۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''خود ہی تو ہماری جان پر آئے ہوئے تھے کہ جلدی کریں۔ اب پریشانی کیوں؟'' شاہ جی اُس کی آنکھوں میں جھانک کر بولے۔

''حوصلہ کرو بیٹا! ازل سے ابد تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا کہ اپنی، غیروں کے گھروں اور آنگن کو آباد کرنے چل پڑتی ہیں۔ اور دوسروں کی بچی کو ہم نے اپنی آنکھ کا تارا بنا کر سکون اور خوشی سے خود کو ہمکنار کرنا ہوتا ہے۔ یہ دائمی امتحان ہے۔ سبھی نے اس امتحان کو پاس کرنے کی تیاری بیٹی کی پیدائش کے پہلے دن سے ہی شروع کر دی ہوتی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس آزمائش پر پورے اُتریں۔'' بی بی جی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ شاہ جی! آپ لڑکے کے خاندان کو تو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیا لڑکے کے بارے میں بھی تفصیلاً معلوم تھا کہ فقط اس کے والدین کی تعریفوں پر ہی بھروسہ کر گئے؟'' مصطفیٰ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ہم نے بہت سوچ بچار کے بعد اس رشتے کی حامی بھری ہے۔ لڑکا بہت نیک،

شریف اور آج کی تمام علتوں سے پاک ہے۔ امریکہ سے انجینئرنگ کی ڈگری لینے کے باوجود اپنوں میں آ گیا اور اپنی شادی کی تمام تر ذمہ داری والدین پر ڈال دی۔ نہ اُس نے تمہاری بہن کو دیکھ کر ہاں کرنے کی شرط پیش کی، نہ ہی اس سے بات کرنے کی کوشش کی۔ اور اب دیکھو کہ بہترین جاب پر کھڑا ہے۔ ہماری جویریہ کے لئے بہت موزوں رشتہ ہے۔ وہ بھی اچھی بچی ہے۔ ہمارے فیصلے پر خوش نظر آ رہی ہے۔'' شاہ جی نے سنجیدگی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے اس کے والدین کی تعریفوں سے امپریس ہو کر رشتہ نہیں دیا، بچے کے کردار پر کڑی نگرانی رکھ کر فیصلہ کیا ہے۔''

''واہ جی! بعض اوقات لوگ اتنے خوب صورت خول میں اپنی ہر برائی چھپا لیتے ہیں کہ ان کے بارے میں تمام گمان اور اندازے غلط ہونے کا خیال دل میں نہیں آتا۔ جیسے وہ نظر آتے ہیں، حقیقت میں اس کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔'' مصطفیٰ کے لہجے میں بے پناہ پریشانی تھی۔

''بیٹا! پڑھے لکھے خاندان کا پڑھا لکھا لڑکا اپنی روایات کے مطابق چل رہا ہے تو اس سے بڑھ کر اس کی پاکبازی اور راست بازی کا ثبوت اور کیا ہو گا؟'' شاہ جی سمجھائے جا رہے تھے۔ ووٹ حمزہ کی طرف تھے۔

''بیٹا! خوش رہو۔ ہر وقت بال کی کھال نکال کر تمہیں سوائے پریشانی کے اور کیا ملتا ہے؟ اپنے دل کو تسلی دو۔ وہی آسمانوں پر جوڑے بناتا ہے، وہیں ان سے نئی نسلیں چلاتا ہے۔ ہم تو بے بس اور محتاج بندے ہیں اس کے۔'' بی بی جی نے کندھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بہن کے لئے فکرمند ہونا فطری امر ہے، مصطفیٰ کی ماں! یہ جو بھی سوالات کر رہا ہے، درست ہیں۔ اس کا حق بنتا ہے، نشیب و فراز کے بارے میں سوچنے کا۔'' وہ نہایت پیار اور نرمی سے بولے۔

''آپ کا کھانا تو ٹھنڈا ہی ہو گیا ہے۔'' وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ ''مگر آپ کے جوابات سے میں قطعاً مطمئن نہیں ہوا۔ میں ابھی بھی کہتا ہوں کہ ایک بار لڑکے کے بارے میں معلوم کر لیں۔ ہو سکتا ہے ہم ایک بہت بڑے طوفان کی زد میں آنے سے پہلے بچ جائیں۔''

اُس کی بات سن کر دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ ایسی کیا بات ہوگئی ہے۔

❀❀❀

کرن اور جوہی تیار ہوکر ہاسپٹل چل دیں۔ آج ہاؤس جاب کا فرسٹ ڈے تھا۔ مصطفیٰ نے جوہی کو روکنے کے لئے خوب ہاتھ پاؤں مارے مگر شاہ جی پر کوئی خاص اثر نہ ہوا تھا۔

دونوں جونہی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہوکر باہر نکلیں تو حمزہ پارکنگ میں پھول لئے کھڑا تھا۔ جوہی کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا تھا۔ آنکھیں زبان بن کر تشکر آمیزی برسا رہی تھیں۔ لب اس سرپرائز پر نیم وا تھے، جن پر شگفتہ مسکان مسرت کا سماں پیش کر رہی تھی۔

''اس خوشی میں ڈنر واجب ہوگیا۔ لیکن آج کافی پر ہی گزارہ کر لیتے ہیں۔'' حمزہ نے جوہی کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے احتجاج کیا، نہ ہی نسوانی ناز و انداز دکھاتے ہوئے ہاتھ کھینچا۔

تینوں گاڑی میں بیٹھ کر کافی کے لئے نکل گئے۔ کرن کے اصرار پر جوہی کو حمزہ کے ساتھ بیٹھنا پڑا۔ حمزہ نے ہاتھ نہ چھوڑا اور ڈرائیونگ کرتا رہا۔ جوہی کی قربت کے فسوں میں غرق ریڈ لائٹ کراس کر گیا۔ ٹریفک پولیس نے رُکنے کا اشارہ کیا۔ مگر وہ تو نہ جانے کس دنیا میں، گم ان لمحات کے مزے لوٹ رہا تھا۔

''بی کیئرفل۔ رُک جایئے پلیز۔'' جوہی نے ہاتھ چھڑا کر کہا تو وہ چونکا اور سائیڈ پر رُک گیا۔ نشے میں ڈوبنے کا جرمانہ ادا کر کے وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا تو کرن نے ایک جاندار قہقہہ لگایا۔

''حمزہ بھائی! میں جانتی ہوں کہ آپ پہلی نظر میں دل ہار بیٹھے ہیں۔ آپ کا قصور نہیں۔ حُسن کی مار بڑی ہی ظالم ہوتی ہے۔ اور پھر وہ بھی بے زباں، نایاب، دھیمی اور ٹھہری ہوئی۔'' کرن چھیڑنے کے انداز میں بولی۔

''یہ خوش بختی ہے میری کیونکہ میں جتنا باتونی ہوں، بیگم اتنی ہی کم گو۔ بہترین سامع ثابت ہوگی۔'' وہ بھی قہقہہ لگا کر بولا۔

''اپنی خوش قسمتی کی فہرست میں اور کیا کچھ لکھا ہوا ہے، ذرا پڑھ کر ہمیں بھی سنا دیں۔'' کرن نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ادراک تو ہو چکا ہے۔ مگر بتاؤں گا نہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔ وہ شادمانی میں جھوم رہا تھا۔

''یہ تو بات نہ ہوئی۔ سالی تو پوچھ کر چھوڑے گی۔'' کرن چہک کر بولی۔

''نازک اندام مگر فولادی طاقت رکھنے والی بیوی، خاوند کے لئے کبھی نہ ٹوٹنے والا وہ مضبوط قلعہ ہے جس میں نسلیں پناہ لے کر تحفظ محسوس کرتی ہیں۔ مجھے شاعری سے لگاؤ ہے مگر شاعری کر نہیں سکتا۔ ورنہ آپ کی سہیلی کی شان میں ایک غزل ہی لکھ ڈالوں۔'' وہ شگفتہ لہجے میں بولا تو جوہی نے مسکراہٹ کو دباتے ہوئے پیار سے اس کی طرف دیکھا تو سرشار سا ہو کر بولا۔

''آپ اتنے دن کہاں چھپی بیٹھی تھیں؟ ماما نے اپنا نگینہ ڈھونڈنے میں بہت ٹائم لگایا۔ پہلے ان کے ظلم کا شکار رہا، اب آپ کی طرف سے بھوکا پیاسا رہنے کا سندیسہ مل چکا ہے۔ ایک تو والدین بھی حد ہی کر دیتے ہیں۔ ترسا ترسا کے جب آزادی کا اعلان کرتے ہیں تو بھوک اور پیاس ہی فارغ ہو چکی ہوتی ہے۔ جوہی! مجھے لگتا ہے کہ ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے والا ہے۔''

''اوہو..... یہ تو بہت بڑا ہاتھ ہو گیا دونوں سے۔'' کرن نے قہقہہ لگا کر کہا تو جوہی نے پیچھے مڑ کر کرن کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

''ناراض کیوں ہوتی ہو؟ بات تو سچ ہے کہ بھوکا رہنے سے کھانے کی حاجت کم ہو جاتی ہے۔'' اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

''تم ذرا گھر چلو۔ تمہیں تو میں بھوک بڑھانے اور پیاس کم کرنے کی ڈیفی نیشن بتاتی ہوں۔'' وہ شرم سے لال ہو گئی اور خفگی سے بولی۔

''سوری..... سوری..... آپ تو خفا ہی ہو گئیں۔'' وہ شوخی سے بولا۔

''جوہی! ناراض نہیں ہوتے۔ آج کے یہی لمحے، یہی گفتگو آپ دونوں کے کل کو روشن اور آباد رکھے گی۔ کھل کر ہنسو اور جی بھر کے انجوائے کرو۔ یہ فینٹسی کا دور جب گزر گیا تو پھر اسے مس کرو گی۔'' کرن نے سنجیدگی سے کہا۔

''بہتر اماں جی!.....آپ کا حکم سر آنکھوں پر اور آپ کی نصیحتیں میں نے اپنے دل پر لکھ ڈالی ہیں۔'' جوہی نے مسکرا کر قدرے طنز سے کہا اور پھر سختی سے بولی۔ ''کسی زندان خان میں آ گئی ہوں۔ جلدی واپس چلیں۔''

''میرے زندان خانے میں عمر بھر گزارنے کے جو سائن کئے تھے، ان کا کیا ہوا؟ بہت جلد گھبرا گئی ہیں آپ۔ ذرا سوچئے کہ آگے کیا ہو گا؟'' وہ مذاقاً بولا تو جوہی نے اس کی طرف سر گھما کر غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر بے باکی اور شوخی مچلتی ہوئی دیکھ کر اپنی قسمت پر نازاں ہو اُٹھی۔ اُسے ناک چڑھے، سڑیل مزاج اور خفیہ شوہر بالکل پسند نہیں تھے۔ حمزہ نے اس کی نظروں کی حدت سے محسوس کرتے ہوئے خود پر قابو پا لیا کہ کہیں وہ اس کے بارے میں غلط قسم کی قیاس آرائیاں اور پیشین گوئیاں ہی نہ کرنے لگے۔ امپریشن کا اس وقت خراب ہونا خاصا مہنگا پڑتا۔ کیونکہ نیکسٹ ٹائم وہ اس کے ساتھ کہیں بھی جانے سے انکار کرنے کا جواز پیش کرنے میں کسی قسم کی مروّت اور لحاظ کا پاس نہ رکھتی۔

❀❀❀

جوہی دو دن کے لئے گھر پر ہی براجمان تھی۔ کیونکہ کل سے اُس کی نائٹ ڈیوٹیز شروع ہونے والی تھیں۔ اُس نے دن رات سو کر اپنی نیند پوری کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ حمزہ سے بات بھی نہ ہونے کے برابر ہوتی۔ وہ اُس کی اس مصروفیت سے کچھ مضطرب سا نظر آنے لگا تھا۔ آج بھی اس کے آرام کو نظر انداز کئے حمزہ اُسے موبائل پر رِنگ پر رِنگ دیئے جا رہا تھا۔ لیکن آج اُس نے جوہی کو جگانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ آخر جوہی نے آنکھیں موندھے موبائل اُٹھا ہی لیا۔ کچھ خفگی اور کچھ اپنائیت سے بولی۔

''آپ کو چین نہیں حمزہ؟.....گوٹو سلیپ۔''

''مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''خدا کے لئے بچپنا چھوڑ دیجئے۔ ورنہ کل آپ آفس سے اور میں ہاسپٹل سے لیٹ ہو جاؤں گی۔ مجھے شرمندہ ہونے کا کوئی شوق نہیں جناب!'' وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

''آئی ایم مِسنگ یو سویٹ ہارٹ!'' وہ پیار بھرے لہجے میں بولا۔

''اس وقت رات کے تین بجے آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔'' وہ لاپروائی سے

بولی۔

''جسٹ وَن کِس..... یہ تو کر سکتی ہو نا؟'' وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

''فار گاڈ سیک حمزہ! میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ آپ جیسا شریف النفس انسان اتنا چھچھورا ہو سکتا ہے۔'' وہ حیرت سے بولی۔

''شوہر کو انی شیٹو لینا پڑتا ہے تم جیسی ٹھنڈی ٹھار بیوی کے لئے۔ ورنہ آپ اور جناب میں ہی زندگی گزر جائے گی۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''میں کچھ بھی نہیں سننا چاہتی جناب! مجھے سونا ہے فی الحال۔ کیونکہ میری ہاؤس جاب دن بہ دن ڈیمانڈنگ ہوتی جا رہی ہے۔'' وہ جمائی لیتے ہوئے بولی۔

''یعنی نیندیں قربان ہونے والی ہیں۔ اِٹ اِز ویری ایکسائٹنگ۔ ان حالات میں تم سے وقت بے وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری سن لی ہے۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔

''آپ کی خوش فہمی ہے جناب! میں اپنے گھر والوں کو دھوکا دے کر وقت آپ کے ساتھ سپینڈ کروں گی۔ کیا کہنے سوچ کے؟ انسان بن جائیں آپ۔'' وہ قہقہہ لگا اُٹھی۔

''خاوند، انسان کیسے ہو سکتا ہے؟ اس حقیقت کو جتنا جلدی پا لو گی، زندگی میں میرے ساتھ بے پناہ خوش رہو گی۔'' وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔

''حقیقت تو جان چکی ہوں حضورِ والا۔ ''ح'' سے حمزہ اور ''خ'' سے خاوند + خبیث۔ کیسا رہے گا؟'' وہ چھیڑتے ہوئے بولی۔

''جو مرضی کہہ لو۔ خاوند، انسان کے علاوہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ذرا ہم سے بچ کر رہنا۔'' وہ بھی چھیڑنے لگا۔

''آپ نے میری اس بات کو مائنڈ نہیں کیا۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ تمام مہربانیاں وقتی ہیں۔ شادی کے بعد بولتی تو تین لفظ استعمال کر کے مجھے سزا سنا دی ہوتی۔ فی الحال یو آر گریٹ۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''یار! کچھ آگے بھی تو بولو۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''مثلاً؟'' وہ نارمل لہجے میں بولی۔

''کہو بلکہ وِرد کرو کہ یو آر ٹو گریٹ مائی لو۔'' وہ ہنس رہا تھا۔

''کیا ادائیگی سے محبتوں کو جِلا ملتی ہے یا خاموشی سے؟ میں یہ نہیں جانتی۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''خاموشی سے۔ لیکن بعض اوقات کانوں کو ایسی میڈیسن کی ضرورت ہوتی ہے جو روح کو تر و تازہ رکھ سکے۔'' وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

''پھر تو انتظار کرنا پڑے گا۔'' وہ بھی ہنستے ہوئے بولی۔

''آہا، تمہاری نیند اُڑانے میں تو کامیاب ہو گیا ہوں۔ اب اپنی بھوک اور پیاس کا کیا کروں؟'' وہ ذو معنی بات کر گیا۔

''جناب! فریج کھولیے اور ٹھنڈی واٹر باٹل کو منہ لگا لیجئے۔ پیاس مٹنے کے ساتھ ہی بھوک بھی رفو چکر ضرور ہو جائے گی۔ اور ایک عدد لیگز اٹنل کھائیے اور سو جائیے۔'' وہ ہنسے جا رہی تھی۔

''ڈاکٹر صاحبہ! نیند کے علاج کے ساتھ دل کا علاج بھی کر دیجئے۔'' وہ ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

''دماغ کے علاج کی اشد ضرورت ہے آپ کو۔ مگر افسوس کہ میرے پاس آپ کی کسی بیماری کا علاج نہیں۔'' وہ اس کی باتوں سے محظوظ ہو رہی تھی۔

''ظلم و ستم کا علاج تو آپ کے پاس ضرور ہو گا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''کیسا ظلم اور کیسا علاج؟'' وہ شگفتہ لہجے میں بولی۔

''یہی آسان ترین علاج، ہاؤس جاب کرنے والے ڈاکٹر کی بساط کے مطابق۔ فریاد کرنے کو اور سر رکھ کر سونے کو اِک نازک سا کندھا چاہئے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''مائی گاڈ..... آج رات آپ پر بہت بھاری ہے۔ آپ نارمل نہیں ہیں۔'' وہ بھی سنجیدگی سے بولی۔ ''مجھے آپ سے ایسی بے ہودہ باتوں کی اُمید نہیں تھی۔''

''سٹوپڈ! شوہر کو ایسا ہی ہونا پڑتا ہے۔ ورنہ زندگی کی گاڑی کیسے چل سکتی ہے؟'' وہ ہنس رہا تھا اور جو ہی لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''اے مجنوں صاحب! ذرا ہوش میں آئیے۔ ورنہ آپ کے عشق کا انجام مجنوں جیسا ہونے میں قطعاً دیر نہیں لگے گی۔''

''ڈونٹ ٹیل می۔'' وہ سنجیدہ ہو گیا۔ ''کل شام کہیں باہر چلتے ہیں۔''

''میری جگہ ڈیوٹی آپ کریں گے کیا؟'' وہ مسکرا اُٹھی۔

''میں کیوں؟ کرن کرے گی۔'' وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔

''ہرگز نہیں۔ اور پھر رات کو آپ کے ساتھ گھومنا پھرنا معیوب لگتا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔

''صرف دو گھنٹوں کے لئے ڈنر پر چلیں گے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''میری منکوحہ ہو۔ انکار کی گنجائش نہیں۔ چاہے خاوند خبیث ہی کیوں نہ ہو۔''

''پروگرام پسند نہیں آیا۔'' برا سا منہ بنا کر بولی۔

''اکیلے ہیں چلے آؤ..... کہاں ہو.....'' حمزہ درد بھری آواز میں گنگنایا۔

''ہاؤ چیپ۔'' وہ مذاق اُڑانے لگی۔

''مجھ پر ظلم کرنے کی سزا سے ڈرو ناری!'' وہ بارُعب آواز میں بولا تو وہ ہنسے چلی گئی۔ اور حمزہ اُس کی کھنکتی ہوئی ہنسی میں ڈوبا نیند کی وادیوں میں اُس کے ہمراہ ہواؤں میں اُڑنے لگا۔

❀❀❀

آج جوہی کی نائٹ ڈیوٹی تھی۔ گھر سے بی بی جی کا بار بار فون آ رہا تھا۔ وہ انہیں تسلی و تشفی دے کر سونے کی تلقین کرتی۔ مگر ماں پر رتی بھر اثر نہ ہوا۔ کیونکہ آج فرسٹ ٹائم وہ رات گھر سے باہر تھی اور وہ بھی کرن کے بغیر۔

وہ پیشنٹ کا بلڈ پریشر لے رہی تھی کہ طویل رِنگ ٹون پر جھنجلا کر فون بند کر دیا۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ موبائل کی مس کالز چیک کرنے لگی۔ حمزہ کی مِس کال پر اُس نے اُس کا نمبر دبایا۔ اُس کی آواز میں غنودگی کو محسوس کر کے وہ نہایت شائستگی سے بولی۔

''انشاء اللہ کل بات ہو گی۔ آپ سو جائیے۔ سوری میں نے جگا دیا۔''

''کل دن میں تو تم رات مناؤ گی۔ پھر بات کیسے ہو سکتی ہے؟'' وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔ ''میں کتاب پڑھ رہا تھا۔''

''جی۔'' وہ مختصراً بولی۔

''یار! ہم نائٹ ڈیوٹی کا کچھ فائدہ ہی اُٹھا لیں۔'' وہ بے تکلفی سے بولا۔

''مثلاً؟'' وہ چونک کر بولی۔

''ڈنر پر تو جا ہی سکتے ہیں۔'' وہ لاپروائی سے بولا۔ ''کھانا تو ہم دونوں نے کھانا ہی ہے تو مل کر کیوں نہ کھائیں۔''

''میرا خیال ہے آپ بھول گئے ہیں کہ میرا اٹوٹ رشتہ پیشنٹس سے بھی ہے۔ I.C.U میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ان رشتوں کو چھوڑ کر ان کا مسیحا آپ کے ساتھ ڈنر کیسے کر سکتا ہے؟'' وہ ملائمت بھرے لہجے میں بولی۔

''آپ کے چرنوں میں بیٹھا ہوا ہارٹ پیشنٹ زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ مسیحائی کا در کھول دیجئے اس مسکین پر۔'' وہ التجائیہ انداز میں بولا تو وہ مسکرانے لگی۔

''کل کا ڈنر آپ کے ساتھ ہوگا۔ مگر دل کے مرض کی دوا سے میں نابلد ہوں۔'' وہ کھنکتی ہوئی آواز میں بولی تو وہ ایک دم سے اُچھل کر بیٹھ گیا۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا۔'' وہ اُمید و بیم کے لہجے میں بولا۔

''سچ.....اور کرن ہمارے ساتھ ہوگی۔'' وہ سلجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''سب منظور ہے۔ ہمیں وصالِ یار نہیں، فقط دیدارِ یار چاہئے۔'' وہ خوشی سے مغلوب ہو کر بولا۔ ''آئی لو یو جوہی! یو آر گریٹ۔ پھر کل یاد رکھنا۔ نو بجے درست رہے گا۔''

''جی۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

اور پھر ملاقاتوں کا مربوط تسلسل چل نکلا۔ کبھی دن، کبھی رات، کبھی صبح، بھی شام۔ بس ملن کا بہانہ چاہئے۔ کرن عموماً اُنہیں جوائن کرنے کو معیوب سمجھ کر ٹال جایا کرتی تھی۔

اب ان کے درمیان گھنٹوں کی باتوں میں محبت کی روح پھونکی جانے لگی۔ چند دنوں کی قربت سے عشق آخری حدوں کو چھو کر منتہیٰ کے درجے تک پہنچ گیا اور رخصتی کے انتظار میں ہر لمحہ صدی کے برابر لگنے لگا۔ چاہتوں کی شدت اور محبتوں کی طاقت بھی کیسا عجیب احساس ہے۔ انسان کو لاغر اور کمزور بنا کر کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔ دل کی ہر دھڑکن تنہائیوں اور بھری محفلوں میں عاشق کے نام کا وِرد کرتی ہوئی تمام حیات کا انمول اثاثہ بن جاتی ہے۔ دیوانگی اور جنون سر چڑھ کر وجود کی مہین اور سنگین رگوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

دونوں کچھ ایسی ہی سچویشن میں کھبتے جا رہے تھے۔ غیر ارادی طور پر یا ارادی طور پر میاں بیوی ہونے کے ناتے اس تعلق و ربط کو کوئی اور نام دینے کے بارے میں ہلکی سی سوچ بھی ذہن میں نہ اُبھری تھی۔ رخصتی تک اُن کے درمیان حائل شدہ خلیج بدستور قائم و دائم تھی۔ ان کے پیار کی یہی سٹرنتھ تھی کہ ایک دوسرے پر اعتماد اور بھروسے کا جو رشتہ استوار ہوا تھا، وہی عشق تھا اور دیوانہ پن تھا۔

❁❁❁

اللہ تعالیٰ نے جھلسا دینے والی گرمی کے سنگ لُو برساتی ہوئی ہوا سے اپنی مخلوق کو جہنم کی ہلکی سی جھلک دکھائی تھی۔ سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ دو پائے اور چو پائے، درختوں کی گھنیری چھاؤں میں تڑپ رہے تھے کہ یکدم لُو کے تیور بدلے اور سال کا طویل ترین دن حبس اور کھا جانے والی حدت میں بدل گیا اور ہر ذی روح پسینے میں شرابور، ہائے کا وِرد پڑھنے لگا۔ سب منہ اٹھائے آسمان پر بادلوں کے متلاشی اپنی پیشین گوئیاں کر رہے تھے کہ اتنی شدید گرمی اور حبس کے بعد لازماً بارش کی تشریف آوری ہوتی ہے۔

وہی ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کے ایک کنارے سے سیاہ گھٹاؤں نے سر نکالا اور آہستہ آہستہ سورج کو اپنی آغوش میں دبا لیا۔ آندھی چلی، اندھیارا پھیلا اور ساون کی پہلی بارش کی آمد ہوئی۔ انسانوں اور حیوانوں نے سکون کا لمبا سانس لیا۔ بچے بارش میں باہر نکل آئے۔ مائیں شور مچاتی رہ گئیں۔

جوان خون کی تپش میں بھی کچھ کمی ہوئی تو موسم سے لطف اندوز ہونے کی چاہ نے کروٹ بدلی اور اپنے اپنے ساتھی کے ساتھ گھومنے پھرنے، کھانا کھانے، چائے کافی اور ڈرنکس کی محفلیں سجانے کے پروگرام بننے لگے۔ ہماری قوم کے خون میں جب خوشی منانے کی اُمنگ اُبھرتی ہے تو اس ایکسائٹمنٹ میں کھلم کھلا بے تکلفی اور اپنائیت، بدتمیزی کا رُوپ دھار لیتی ہے۔ پھر سڑکوں پر کسی قسم کے ڈسپلن کی پروا رہتی ہے نہ ہی دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ موٹر بائیک پر ینگسٹرز اور کاروں میں پانچ کے بجائے دس نوجوانوں کا اوپر نیچے ہو کر ایڈجسٹ ہونا اور ونڈو سے باہر لٹک کر نعرے بازیاں کرنا۔ نہ بزرگوں کا لحاظ، نہ چھوٹوں کی پروا اور نہ ہی ماں بہنوں کی تحریم۔

بس خوشی کو سیلی بریٹ کرنا ہے۔ چاہے اس میں کسی کی جان جائے تو جائے۔ ہمیں کوئی پروا نہیں۔ کیونکہ ہم خوش ہیں اور اظہارِ مسرت واجب ہے، نماز روزے کی طرح۔

شہر کی وسیع و عریض سڑکوں پر طوفانِ بدتمیزی کا دور دورہ تھا۔ واہ بھئی! موسم کی عارضی اور وقتی تبدیلی کے بھی کیا کہنے کہ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بوڑھے بھی گھروں سے نکل آئے۔ گھونسلوں اور درختوں میں چھپے ہوئے پرندے بھی آسمان کی وسعتوں میں ایسی بے لگامی سے اُڑنے لگے جیسے اُنہیں اس لطف اندوزی میں جان کی پروا ہی نہ ہو (انسانوں کی طرح)۔ وہ اپنے پروں کو ساکت و جامد کئے ہوا کے دوش پر اوپر نیچے، دائیں بائیں ہچکولے کھاتے ہوئے بہت حسین لگ رہے تھے۔ اسی موسم کے اثرات تھے کہ حمزہ بھی شام سات بجے آفس سے فارغ ہوتے ہی سیدھا ہاسپٹل چلا گیا۔ کرن اپنی ڈیوٹی کا چارج جوہی کو دیتے ہوئے پیشنٹس کی فائل کھولے بیٹھی تھی کہ حمزہ وارد ہوا۔ ویٹنگ روم میں بیٹھا دونوں کا انتظار کرنے لگا۔ جب دونوں فارغ ہوئیں تو خوش دلی سے چہکتی ہوئی حمزہ کے اردگرد بیٹھ گئیں۔

''یہ ڈاکٹرز کس قدر بوریت سے بھرپور اور زندگی کی تمام آسائشات اور بے پناہ لذتوں سے دُور رہ کر ہی اس دنیا کے سفر سے گزر جاتے ہیں۔ دوسروں کی عیاشیوں اور خوشیوں کے سامان میں شب و روز مشقت کرنا اُن کی ہابی بن کر رہ جاتا ہے۔ جبکہ بے چاروں کی اپنی ذات کی ڈیمانڈ بہت کم ہوتی ہے۔ ہاسپٹل کی کینٹین کی کالی کلوٹی چائے اور روکھے پھیکے مریضانہ کھانے کھا کر جیبیں بھرے شاداں و فرحاں نظر آتے ہیں۔ اور بائی دی اینڈ آف دی ڈے جب فراغت ملتی ہے تو بدن کی توانائی، جوانی کے ساتھ رخصت ہو چکی ہوتی ہے..... بھئی زندگی میں تھرل، گہما گہمی، رونق اور حسین حادثات کا دخل نہ ہو تو اسٹیٹس، حُسن، خوب صورتی، صحت کس کام کی؟'' حمزہ نے طولانی تمہید کے بعد دونوں کو غور سے دیکھا۔

''کرن تو میری بات سے ضرور اتفاق کرے گی۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''مگر اس کا فائدہ نہیں ہوگا حمزہ بھائی! اپنی لاڈلی بیگم کو کنوِنس کریں کہ آج نائٹ ڈیوٹی کو تو مارے گولی اور آپ کے ساتھ چند گھنٹے ہمارے فارم پر گزارنے کا سوچے۔ تب تک میں اس کی ڈیوٹی سنبھالے رکھتی ہوں۔ کیوں جوہی؟'' کرن نے دو منٹ

میں ہی پروگرام بنایا اور قل قل ہنستے ہوئے دونوں کو دیکھنے لگی۔

''اس پروگرام میں تھرل، گہما گہمی اور جو حمزہ صاحب نے زندگی کے حُسن کا ذکر کیا تھا، اس کا تو ہلکا سا بھی گزر نہیں۔ کوئی اور سجیشن پیش کی جائے۔'' جوہی ہنستے ہوئے بولی تو حمزہ کو لگا جیسے کسی نے اُسے گُدگُدی کر دی ہو اور وہ بے مقصد ہی کھلکھلا گیا۔

''دو پیار کرنے والے دلوں میں موجزن شوریدہ لہریں اور جذبات سے بھرپور سوچیں۔ یہ سب کیا ہے، بولو؟'' کرن نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

''حمزہ! ماما تک میری ریکویسٹ تو پہنچا دیجئے۔ مجھے ایک عدد دیوار چاہئے۔'' جوہی نے دبا سا قہقہہ لگایا۔ ''پھر اسے قابو کر سکتی ہوں۔ ذرا باتیں تو سنو اس کی۔''

''تم بھول گئی ہو۔ تمہارے اور میرے معاملے میں دیور نہیں، جیٹھ جی چاہئے۔ کیونکہ جیٹھانی کے روپ میں ہمارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔'' کرن ہنسنے لگی۔ ''کم از کم میں جیٹھانی کے روپ میں تم پر حاوی تو رہ سکتی ہوں نا۔''

''کیا تمہیں محبت کا تجربہ ہے جو اتنے بڑے بڑے ڈائیلاگ بولتی ہو؟'' جوہی نے اس کا کان کھینچا۔

''یار! تم یہ بھی بھول گئی ہو کہ ایکٹنگ میں، میں نے پی ایچ ڈی کی ہے۔'' کرن نے جاندار سا قہقہہ لگایا اور جھینپ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''جوہی! آؤ ہم چلتے ہیں۔'' وہ بے قراری سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

''کہاں؟'' وہ سوالیہ نشان بن گئی۔

''فارم ہاؤس۔'' وہ سادگی اور شرافت کی تصویر بنا ہوا تھا۔

''اس وقت؟..... فار گاڈ سیک حمزہ! اِٹ اِز ناٹ پاسیبل۔'' وہ حیرت سے بولی۔

''کرن کی آفر کا فائدہ اُٹھاؤ یار!'' وہ قریب ہو کر بولا۔

''نہیں حمزہ! اِٹ اِز ناٹ آ پراپر آئیڈیا۔ اس وقت ہرگز نہیں۔ میرا دل تو کہہ رہا ہے کہ چلی جاؤں۔ مگر ذہن اجازت نہیں دے رہا۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔ ''کبھی دن کی روشنی میں ضرور چلیں گے۔''

''جوہی! ذہنی، قلبی اور جذباتی لگاؤ میں ذہن کا پتا کاٹ دو۔ حمزہ کی طرف سے محبت، توجہ، اہمیت اور عزت افزائی کی قدر دانی کرنا سیکھو۔ ورنہ گھائل دل کا کرب اور

یار کو ٹھکرانے کا صدمہ تمام ٹھنڈی اور میٹھی چھاؤں پر غالب آ جائے گا۔'' وہ سنجیدگی سے اُسے رام کرتے ہوئے بولی۔ حمزہ نے قہقہہ لگایا۔

''بے بنیاد ڈائیلاگ۔'' جوہی ہنسنے لگی۔ ''آگے بولو۔''

''مابدولت شہنشاہِ دل حکم صادر کرتے ہیں کہ ملکۂ عالیہ جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ورنہ اُٹھا کر لے جائیں گے۔'' وہ سینہ تان کر بولا۔

''جوہی! جاؤ۔ ڈر کی کیا بات ہے؟ تم اس کی بیوی ہو۔ پھر بھی حمزہ بھائی کا کردار باکمال اور بے داغ ہے۔ اور تم نے تو ہمت، ضبط اور شرم و حیا، بی بی جی سے وراثت میں لی ہے۔ نسوانی وقار اور کروفر تمہاری ذات کا حُسن ہے۔ پھر انکار کیوں؟ ذرا حمزہ بھائی کی شکل ملاحظہ فرماؤ۔ چہرے پر پھیلی معصومیت اور انسانیت اندرونی جذبات کی عکاسی کر رہی ہیں۔ ان سے بھلائی اور بلند اخلاقیات کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔'' کرن اُسے پرے لے جا کر سمجھانے لگی۔

''آر یُو سیریس؟ یا یہ بھی مذاق ہی سمجھوں؟'' جوہی نے حیرت سے کہا۔

''یس جوہی!..... ارینج میرج میں ایسے مواقع کہاں ملتے ہیں؟ اور پھر تمہارے خاندانی سیٹ اپ میں ناممکن۔'' وہ سنجیدہ تھی۔ اپنی خوشیوں اور محبتوں کے محل کو مسمار کرنے کے بجائے اسے تعمیر کرتی آسمان کی رفعتوں تک پہنچ جاؤ۔'' کرن نے اُس کے گال کو چوما اور دونوں کی طرف دیکھ کر بلند آواز میں بولی۔

''میرے ان احسانات کا بدلہ چکانا ہوگا۔ یہ مت بھولیے گا۔''

''ضرور..... لوٹ کر کے تو دیکھو ذرا۔ ہم جھٹ پٹ رخصتی کروا دیں گے۔'' حمزہ نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا اور جوہی کا ہاتھ تھامے باہر نکل گیا۔

دونوں گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب تھے۔ ہر دُکھ، ہر صدمے اور روگ سے بہت دُور۔ وہ فارم ہاؤس کی جانب جا رہے تھے اور حمزہ کے لبوں پر خوبصورت گانے کی دُھن رقصاں تھی۔

''چودھویں کا چاند ہو یا آفتاب ہو
جو بھی ہو تم خدا کی قسم لاجواب ہو''

راستے سے انہوں نے میکڈونلڈز سے برگرز اور کولڈ ڈرنکس لئے اور دونوں فلمی

انداز میں گاتے ہوئے دنیا و مافیہا سے بے خبر چلے جا رہے تھے۔

❀❀❀

اُنہوں نے نہر کے کنارے چودھویں کے چاند کی دودھیا سی روشنی میں کھانا کھایا اور پانی میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ دھیرے دھیرے چلتا ہوا پانی اُنہیں چھو کر گزر رہا تھا۔ چاند بادلوں کی اوٹ سے جھانک کر پھر چھپ جاتا۔ پانی میں اُس کا عکس اپنا حُسن دکھانے میں مکمل طور پر کامیاب ہو چکا تھا۔ حمزہ نے جوہی کا ہاتھ پکڑا اور نہر میں اُتر گیا۔

''ہم چاند کی سیر کو نہیں جا سکتے۔ یہ تو اٹل حقیقت ہے۔ اس کے عکس میں تو اپنا بسیرا کر سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے سہی۔'' حمزہ شاعرانہ انداز میں بولا۔

پانی گردن تک تھا۔ پانی میں اُنہیں سانپ تیرتا ہوا اپنی طرف بڑھتا نظر آیا تو جوہی چیخ مار کر حمزہ سے لپٹ گئی۔ وہ اُسے تسلی دیتا ہوا کنارے تک آ گیا۔ وہ ابھی بھی خوف سے بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس ہلکی سی روشنی میں اُس کی رنگت دودھ کی مانند چمک رہی تھی۔ حمزہ نے بھرپور نظر ڈال کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

وہ جوہی جیسی لڑکی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر اُس کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسے تو وہ خود اپنی نظروں میں زیرو ہو جاتا اور اپنی ہی نظروں میں گرا ہوا انسان خود کو غلاظت، کراہت اور حقارت کا ڈھیر سمجھ کر ایسی اذیت میں مبتلا ہو جاتا کہ پھر تاحیات اُس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر پاتا۔ کفارہ ادا کرنے کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور درگزر اور عفو ناممکن ہو جاتا ہے۔ وہ دوسری طرف منہ پھیرے سوچے جا رہا تھا۔

''حمزہ! اب واپس چلتے ہیں۔ کرن بھی انتظار کر رہی ہو گی۔ ہم نے انجوائے بھی کر لیا اور والدین کو دھوکا دینے کا درس بھی سیکھ لیا۔ اگر آج سانپ اپنا کام کر جاتا تو بتایئے کہ شاہ جی کو کتنا دُکھ ہوتا۔ بی بی جی شرمساری میں کسی سے آنکھ نہ ملا پاتیں۔ اس کے علاوہ روڈ ایکسیڈنٹ ہو سکتا ہے۔ اور بھی بہت کچھ۔ آج تو میرے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ بے شک میں آپ کی کاغذی بیوی ہوں مگر یوں چوری چھپے ملاقاتیں جائز نہیں۔ ہمارا معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ میں آپ کی ہوں اور مرتے دم تک آپ کی رہوں گی۔ پھر بے اعتباری اور بے سکونی کیسی؟..... بے صبری اور جلد بازی کیوں؟ آئندہ کے لئے یہ آنکھ مچولی ختم۔''

جوہی بھیگے ہوئے حُسن کو بازوؤں سے چھپا کر خجل سی ہوتی ہوئی سامنے نئی طرز کی بنی ہوئی چھوٹی سی ہٹ کی طرف چل پڑی جو اسے اپنے اندر سمونے اور تحفظ دینے کے لئے بانہیں پھیلائے خوش آمدید کہہ رہی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو؟'' حمزہ بھی پیچھے چل دیا۔

''پہلے غسل کروں گی۔ ان کپڑوں کو دھو کر استری سے خشک کروں گی اور پھر پہن کر گاؤن سے کور کر کے گلے میں اسٹیتھسکوپ لٹکائے ہاسپٹل میں ہر ایک کی آنکھ میں دھول جھونک کر سمجھوں گی کہ میں بہت چالاک اور ہوشیار ہو گئی ہوں۔ لعنت مجھ پر۔'' وہ ناگواری سے بولتی ہوئی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ وہیں رُک گیا۔ پشیمان اور اُلجھا ہوا۔ اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

کمرے میں پہنچ کر اُس نے نہا دھو کر کپڑوں کو خوب نچوڑ کر استری سے خشک کرنا شروع ہی کیا تھا کہ بجلی بھک سے اُڑ گئی۔ کمرے میں قبر جیسی تاریکی اور قبرستان جیسا سناٹا چھا گیا۔ اُس نے چیخنا شروع کر دیا۔ حمزہ تک آواز پہنچی تو وہ بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور گھبرا کر بولا۔

''خیریت تو ہے جوہی؟..... کیا ہوا؟''

''جی..... آئی ایم فائن۔ گاڑی اسٹارٹ کیجئے۔ میں آتی ہوں۔'' اس نے ہمت کر کے کہا اور باتھ روم کی طرف بھاگ گئی۔ ڈر سے سانس پھولا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد دونوں شہر کی طرف چل نکلے۔ انہوں نے چند فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد محسوس کیا کہ موٹر بائیک پر بیٹھے ہوئے دو لڑکے اُن کا پیچھا کر رہے ہیں۔ جوہی نے ڈر کے مارے چہرہ گھٹنوں میں چھپا لیا۔ حمزہ نے گاڑی کی رفتار اتنی تیز کر دی کہ وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ اور آخر کار نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

وہ جونہی نہر کراس کر کے شہر کی طرف مڑے، حمزہ نے پریشان سا ہو کر گاڑی کی رفتار اور تیز کر دی۔ جوہی نے خوف سے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ لئے۔ حمزہ سیدھا جانے کے بجائے سروس لین کی طرف مڑ گیا اور گلیوں میں آگے پیچھے مڑتے ہوئے ایک تنگ سی گلی میں چھپ کر گاڑی بند کر دی۔

''حمزہ! مسئلہ کیا ہے؟'' جوہی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ حمزہ کا سانس

دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

''تھینک گاڈ۔ آج تو بال بال ہی بچے ہیں۔'' وہ پیشانی کا پسینہ صاف کرتے ہوئے بولا۔

''کچھ بتائیں تو۔'' وہ بے تابی سے بولی۔

''بتاتا ہوں۔ ذرا سانس تو لینے دو۔ سچ ہے کہ سو دن چور کے اور ایک دن مصطفیٰ بھائی کا۔ آج انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟''

''اُف..... مارے گئے۔'' جوہی نے سر پکڑ لیا۔ ''میں ٹیکسی سے ہاسپٹل چلی جاتی ہوں اور آپ یہاں ہی ٹھہریں۔ ذرا بلاٹل لینے دیں۔ برے کاموں کے نتائج بہترین اور فائدہ مند کیسے ہو سکتے ہیں؟ تمام ذلتوں اور بے عزتیوں کے ذمہ دار آپ ہیں۔ کیا منہ دکھاؤں گی گھر والوں کو، بتائیں؟''

''اب پچھتانا بند کرو۔ ملنا بھی ایک عذاب ہی بن گیا ہے۔ سب سے پہلے آج بچنے کا سامان کرتے ہیں۔ ٹیکسی پر جانا مناسب نہیں۔ کرن کو بلا لیتے ہیں۔'' وہ سوچتے ہوئے بولا۔

''گڈ آئیڈیا۔ وہ فوراً پہنچ جائے گی۔'' وہ تسلی میں بولی۔ ''ہاسپٹل کے قریب ہیں ہم۔''

حمزہ نے کرن کو فون کیا اور اس کے انتظار میں دونوں دل برداشتہ باتوں سے وقت گزاری کرنے لگے۔

''یار عرس کرا دو۔ آنے والا وقت تمہارے بغیر کیسے کٹے گا؟'' وہ بے قراری سے بولا۔ ''یہ عرس پر رخصتی والا آئیڈیا فلاپ ہے۔''

''آپ کی اور میری پسند کا ہماری زندگی میں نہ دخل ہے، نہ ہی کوئی اہمیت ہے۔''

کرن کے فون پر دونوں چونکے۔ حمزہ نے اُسے گائیڈ کیا تو چند منٹوں بعد کرن وہاں پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر بھی پریشانی اور فکر ہویدا تھا۔

جوہی نے تیزی سے دروازہ کھولا اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ حمزہ نے نظر بھر کر جوہی کو دیکھا تو وہ ہاتھ ہلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''جوہی! مجھے اس سوال کا جواب دو کہ دونوں نے فون کیوں بند کر رکھے تھے؟ جانتی ہو، مجھے پچھتاوا ہوا تمہیں حمزہ کے ساتھ بھیج کر۔'' وہ غصے میں بول رہی تھی۔

''پریشانی کس بات کی؟ پگلی! میں اپنے شوہر کے ساتھ ہی تو تھی۔ تحفظ اور سکیورٹی میں۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''آج تم دونوں کو مصطفیٰ بھائی نے پکڑ لیا ہے۔'' وہ لمبا سانس لے کر بولی۔ ''اگر تم دونوں پکڑے نہیں گئے تو رنگے ہاتھوں دیکھے تو گئے ہو نا۔ یہ بہت برا ہوا۔''

''ہاں۔ اب کیا ہوگا؟'' وہ خوف سے لرز اُٹھی۔

''اپنے پیار اور ملاقات کا اقرار کر لینا۔ تمہارا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔'' وہ لاپروائی سے ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔

''اقرار کر لو..... تم نے بھی کیا خوب صورت مشورہ دیا ہے۔ کیا ایسی دیدہ دلیری میں کر سکتی ہوں؟ شرم سے ڈوب مروں، یہی میرے لئے بہتر ہے۔'' وہ اُلجھ کر بولی۔

''شریف اور باعزت گھرانوں کی بچیاں میری طرح نکاح کا فائدہ نہیں اُٹھاتیں۔ تھینکس گاڈ کہ آج مجھے اس کا احساس ہو گیا۔''

''فی الحال گھر چلو۔ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟'' کرن نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تو وہ جھینپ سی گئی۔

''مجھے ان نظروں سے مت دیکھو۔''

گھر پہنچ کر اس نے کرن کے کپڑے پہنے اور ہاسپٹل جانے کے لئے تیار ہو گئی کہ ملازمہ حویلی سے بلانے آ گئی۔ جوہی کا ماتھا ٹھنکا کہ آئی شامت۔

''شاہ جی غصے میں تو نہیں ہیں؟'' اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

''پتہ نہیں جی۔'' وہ احمق لگ رہی تھی۔

''بی بی جی کا موڈ کیسا ہے؟'' وہ آہستہ سے بولی۔

''پتہ نہیں جی۔'' وہ پھر بے وقوفانہ انداز میں بولی۔

''مصطفیٰ بھائی جان گھر پر ہیں کہ باہر گئے ہوئے ہیں؟'' جوہی نے تجسس سے پوچھا۔

''پتہ نہیں جی۔'' وہ سر ہلا کر بولی۔

''تو تمہیں کس بات کا پتہ ہے؟ صرف ہر سال ایک عدد بچہ پیدا کرنا؟ صرف یہی پتے کی بات ہے تمہارے لئے۔ بے وقوف کہیں کی۔'' کرن چڑ کر بولی۔

''ایسے مت کہو کرن! بے چاری شرمندہ ہو رہی ہے۔'' جوہی نے اسے ٹوکتے ہوئے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''تم چلو، میں آتی ہوں۔''

وہ کمرے سے باہر نکل گئی تو جوہی نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

''کرن! کیا منہ دکھاؤں گی سب کو؟ یہ حمزہ بھی کیا یاد کرے گا کہ کس عورت سے پالا پڑا ہے۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''سب گڑبڑ ہے جوہی!..... خدا کی بندی! تم لوگوں کی ایسی کون سی باتیں تھیں کہ ختم نہ ہو پائیں؟..... حیرت کی بات ہے۔'' اس نے مبہم لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ پانی کے کنارے ہی بیٹھے رہے۔ حمزہ اُٹھتا تو جلد واپسی کی بات بنتی نا۔''

وہ اپنا پرس اُٹھا کر تھرتھراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ''جو بھی ہوا، دیکھا جائے گا۔''

وہ خود کو سنبھالتی ہوئی حویلی کی طرف جا رہی تھی۔

'والدین کو فریب دے کر بھلا خوشی کہاں سے ڈھونڈ نکالو گی؟ تمہاری پریشانیوں اور پچھتاوؤں کا دور شروع ہو چکا ہے۔ مقابلے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔' وہ سوچے جا رہی تھی جیسے آج اُس سے گناہِ کبیرہ ہی تو سرزد ہو گیا ہو۔

❀❀❀

شاہ جی اور بی بی جی مطمئن اور خوش بیٹھے جوہی کی شادی کی پلاننگ کر رہے تھے۔ جوہی کے روّیے پر ماں فخر سے تنی ہوئی تھی اور شاہ جی تشکر آمیزی سے اُنہیں دیکھ رہے تھے کہ مصطفیٰ دروازے کو جوتے کی ٹھوکر سے کھول کر کمرے میں داخل ہوا تو دونوں نے چونک کر آنے والے بھونچال کو حیرت سے دیکھا۔

''اللہ خیر..... اللہ خیر.....'' شاہ جی کے منہ سے بے اختیاری میں نکلا۔

''میرے بچے! کیا ہوا؟..... تیری سلامتی ہو۔'' ماں نے اُٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ پر بٹھا کر فکرمندی سے کہا۔

''آپ اپنی عبادتوں اور وظیفوں سے فارغ ہوں گے تو دنیا کی خبر رکھ سکیں گے کہ

ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔'' وہ غصے میں بولا۔

''کیا ہوا ہے پُتر جی؟'' شاہ جی خوف زدہ سے ہو گئے۔

''یہ پوچھیں کہ کیا کچھ نہیں ہو گیا۔ ہماری عزت کا جنازہ ہی تو نکل گیا ہے۔'' وہ سر پر دونوں ہاتھ مار کر بولا۔

''بیٹا! ذرا تسلی سے بیٹھو۔ ٹھنڈا پانی پیو۔ غصہ کم ہو تو پھر مسئلہ بتاؤ کہ ایسا کیا ہو گیا ہے کہ عزت کا جنازہ ہی نکل گیا ہے؟'' بی بی جی اُس کی طرف پانی کا گلاس بڑھا کر نہایت تسلی بھرے لہجے میں بولیں۔

''آپ کو میری پریشانی دیکھ کر رتی بھر فکرمند نہیں ہوئی۔ ہمیشہ کی طرح آپ سمجھ رہی ہیں کہ میں بکواس ہی کرنے والا ہوں۔'' وہ اُلجھتے ہوئے بولا۔

''ایسی بات نہیں۔'' شاہ جی پچکارتے ہوئے نرمی سے بولے۔

''شاہ جی! آپ کو یاد ہو گا کہ جویریہ کا رشتہ طے کرتے وقت مجھے ان کے خاندان پر اعتراض تھا۔ لڑکا بھی باہر کا پڑھا ہوا ہے۔ ہر طرح کی علّتیں اُس میں موجود ہیں۔ میرے پاس اس کا ثبوت ہے۔'' وہ ناراضگی اور فکرمندی سے بولا۔

''بہت سلجھا ہوا بچہ ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی۔'' شاہ جی اُس کی بات کو نظرانداز کر کے نارمل لہجے میں بولے۔ ''چھوٹے شاہ! بہن کی شادی کا ایسا پروگرام بناؤ کہ لوگ ہماری اکلوتی بیٹی کی شادی کو مدتوں تک یاد رکھیں۔''

''جویریہ اس کے قابل نہیں ہے شاہ جی! مجھے اپنی معصوم بہن پر ترس آنے لگا ہے۔ کیسے سر جھکا کر اس نے ہماری بات کو تسلیم کر لیا تھا جس کی مجھے قطعاً اُمید نہیں تھی۔ اب میں اُسے آگ میں نہیں پھینکنے دوں گا۔ غور سے سن لیں۔'' وہ غصے میں بولا۔

''کیا ہوا ہے؟ بتاؤ گے تو پتہ چلے گا۔'' بی بی جی فکرمندی سے بولیں۔

''آپ کو میری بات کا یقین آئے یا نہ آئے، مجھے کوئی پروا نہیں۔ میں یہ رشتہ توڑنے لگا ہوں۔ کیونکہ میں نے اور مخبری کرنے والوں نے اس نامراد کو کئی بار لڑکی کے ساتھ گھومتے پھرتے اور بے حیا حرکتیں کرتے دیکھا ہے۔ جس دن اس کا نکاح تھا، اُسی دن پی سی کی پارکنگ میں کسی داشتہ کو تحفے تحائف دے کر بلیک میل سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری ان گستاخ آنکھوں نے وہ سین دیکھ کر صبر کر لیا۔ پھر میں

نے چار مریدوں کی مدد لی اور خود بھی چوکنا ہو گیا۔ کل رات یہ بدبخت نہ جانے کس لڑکی کے ساتھ شام گزار کر کہاں سے واپس آ رہا تھا کہ میرے بندوں کو چکمہ دے کر نکل گیا۔ آخر شہر میں انٹر ہوتے ہوئے میں نے اس کی گاڑی کا پیچھا کیا تو وہ پرانا کلاکار مجھے بھی جھانسہ دے گیا۔ اب میری برداشت ختم ہو گئی ہے شاہ جی! میں اُسے قتل کر دوں گا۔ وہ ناپاک ہمارے اس احاطے میں قدم تو رکھ کر دیکھے۔ ہمارے بزرگوں کی بددُعا اُسے کھا جائے گی۔''

''تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کیا؟'' بی بی جی بے یقینی سے بولیں۔

''تاریکی میں غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے۔''

''نہیں بی بی جی!..... غلط فہمی نہیں ہے۔ ورنہ اتنا بڑا فیصلہ کیونکر کرتا؟..... شاہ جی! آپ کیوں چپ ہیں؟ کیا آپ کو ہمیشہ کی طرح پہلے ثبوت چاہئے؟'' وہ دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

''تمہاری زبان ہی بہت بڑا ثبوت ہے۔ مجھے تو ایک جھٹکا لگا ہے کہ وہ دیکھنے میں تو بہت نیک اور شریف النفس معلوم ہوتا ہے۔ والدین کا بے حد تابعدار۔ ایسے بچے اپنی بیوی کو بہت عزت دیتے ہیں اور خوش رکھتے ہیں۔'' وہ سوچتے ہوئے بولے۔ ''یہی سوچ کر تو رشتے کی حامی بھری تھی۔''

''میری بچی پر اتنا بڑا ظلم اور ہم سے اتنا بڑا دھوکا۔ دوسری عورت کا عذاب تو قیامت ہے۔ میری بچی عمر بھر اس میں کیونکر جلتی سڑتی رہے؟'' بی بی جی کلیجے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئیں۔

''ہمیں اس آزمائش سے جلد از جلد نکل جانا چاہئے۔ ہمیں ان سے کچھ پوچھنا ہے، نہ ہی اس فیصلے کی وجوہات کو ہوا دے کر زمانے بھر میں بدنام ہونا ہے۔ رشتہ توڑ کر جلد از جلد اگلا رشتہ طے کرتے ہیں۔ اس بار رشتہ میری ذمہ داری ہو گی۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ ہفتے بھر میں شادی کریں تاکہ لوگوں کو قیاس آرائیوں کا موقع ہی نہ ملے۔'' وہ قدرے نرمی سے بولا۔

''سوچ لو۔ کہیں تم نے کسی اور کو تو نہیں دیکھا حمزہ کی جگہ؟..... یقین نہیں آ رہا۔'' شاہ جی تذبذب میں بولے۔

''شاہ جی! میں نے کئی بار دیکھنے کے بعد تسلی کی ہے۔ حمزہ کی گاڑی میں حمزہ اور اس کے پہلو میں لمبے بالوں والی لڑکی نے ہمیشہ چہرہ اپنے بالوں اور دوپٹے سے چھپا رکھا ہوتا تھا۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔'' وہ خود اعتمادی سے بولا۔

''اُف..... اپنے خاندان اور مرید برادری میں کس قدر بدنامی ہوگی۔ ہمارا گھرانہ اور ہماری نورِ چشم ہر ایک کی گفتگو کا موضوع بن جائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حمزہ کی گاڑی کسی اور کے استعمال میں ہو۔'' شاہ جی کا بلڈ پریشر ایک دم سے شوٹ کر گیا اور وہ کنپٹیاں دباتے ہوئے بولے۔

''آپ ہمت کریں شاہ جی! ..... میں مر نہیں گیا۔ نہ ہی مرتضیٰ کی طرح چوڑیاں پہنے بیٹھا ہوں۔ یہ کام مجھ پر چھوڑ کر بے فکر ہو جائیں۔ ہم نے انسانوں کی شکل میں جو ٹل ڈاگز پال رکھے ہیں، وہ کس کام کے؟ اگر آج ہماری ان امتحان کی گھڑیوں میں کام نہ آئیں تو کیا فائدہ اُن کا؟'' مصطفیٰ اُن کے کندھے دباتے ہوئے بولا۔

''ہائے..... میری جھلّی تو اس رشتے پر خوش نظر آنے لگی تھی۔ ہائے، قربان جاؤں تجھ پر۔ جو والدین نے فیصلہ کر دیا، اسی پر راضی برضا ہو گئی۔''

بی بی جی رونے لگیں اور ہاتھ ملنے لگیں۔ ''کاش! نکاح سے پہلے جویریہ اس سے مل لیتی تو آج جو غلاظت بھرا تھپڑ ہمارے منہ پر پڑا ہے، اس سے بچ گئے ہوتے۔ اب بھلا طلاق شدہ بچی کو کون بیاہنے آئے گا؟ اُس کی پیشانی پر داغ تو لگ ہی گیا۔ جو عمر بھر مٹے گا، نہ ہی اس کی تلخی میں کمی واقع ہوگی۔''

''میں یہی تو گزارش کر رہا ہوں کہ آپ فکر نہ کریں۔ اس بار رشتہ میں ڈھونڈ نکالوں گا اپنی ہی برادری میں۔ ذرا دیکھیں تو سہی۔''

''سوچ لو۔'' شاہ جی وہیں نیم دراز ہو گئے۔

''شاہ جی! میں یہ آنکھ مچولی چار مہینوں سے دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ہی اکیلے شش و پنج میں پڑا رہا کہ اس زہر کو نگل جاؤں یا تھوک دوں۔ دونوں حالتوں میں بے سکونی ضرور ہے۔ لیکن اس وقت ہمارا کچھ نہیں بگڑا۔ بچی ہمارے گھر بیٹھی ہے۔ کون سا سسرال سدھار گئی ہے کہ دن رات تا حیات جوتے بھی کھائیں اور زیادتیوں پر سر اور نگاہ اُٹھا کر بات بھی نہ کر سکیں۔ اب رشتہ کیسے توڑنا ہے؟ مجھے سوچنے کے لئے وقت

چاہئے۔ اور شرطیہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔ ورنہ ایسی ناک کٹے گی کہ جویریہ عمر بھر ہماری دہلیز پر بیٹھی رہے گی۔ کوئی تھوکے گا بھی نہیں ہم پر۔'' وہ خود اعتمادی سے بولا۔

بی بی جی رو تو رہی تھیں، اب سسکنے لگی تھیں۔

''رونے کا مقام ہرگز نہیں مصطفیٰ کی ماں!..... دو رکعت شکرانے کے نفل پڑھو۔ آج میں تو مصطفیٰ کی دُور اندیشی اور عقل مندی کا مطیع ہو گیا ہوں۔ میں اب سمجھا کہ اس کے غصے میں بھی منطق چھپی ہوتی ہے۔''

شاہ جی لیٹ گئے اور مصطفیٰ اُن کے پاؤں دبانے لگا۔

''مجھے لگتا ہے کہ آپ نے بات دل کو لگا لی ہے۔ ہمارے مقدر اچھے نکلے کہ آپ کو کسی نیکی کی پاداش میں طوفان کی زد میں آنے سے بچا لیا گیا ہے۔ بتائیں اور کیا چاہئے؟'' بی بی جی آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ ناشکری کرنا تو گناہِ کبیرہ ہے۔'' شاہ جی نے سر پر ٹوپی رکھتے ہوئے کہا۔

''ادھر آ میرے پُتر!..... میرے سینے سے لگ جا۔ میرے غصے اور نفرت کی اس بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دے۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ میں بہت کمزور پڑ جاؤں گا۔ زبان پر قابو نہیں رکھ سکوں گا۔ اس دھوکے اور فریب کا چرچا کرتے ہوئے اپنے خاندان کو بھی ذلیل و رُسوا کر دوں گا۔ مصطفیٰ کی ماں! تم ذرا خیال رکھنا۔ عورتیں پیٹ کی بہت ہلکی ہوتی ہیں۔ تمام کام خاموشی اور صبر سے ہونے چاہئیں۔''

''شاہ جی! میری ماں بہت زیرک اور جہاندیدہ خاتون ہیں۔ انہوں نے پل بھر میں مسئلے کو سمجھ کر فیصلہ کر کے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔'' مصطفیٰ نے ماں کو گلے لگا لیا۔ ماں بے بسی سے روتی جا رہی تھی۔

❀❀❀

والدین کے لئے دن اور راتیں پھر سے غمگین اور مایوس کُن ہو گئیں۔ اُنہیں یوں محسوس ہوا جیسے یہ جہاں اُن کے ساتھ بین کرتے ہوئے سوگوار ہے۔

مصطفیٰ کی اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق پلاننگ شروع ہو چکی تھی۔ والدین اپنے ہی کرب میں ڈوبے ہوئے اس سے کچھ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ وہ جانتے تھے کہ مصطفیٰ نے ہی رشتہ توڑنے اور جوڑنے کی جو ذمہ داری اُٹھائی ہے، ان کے کئے گئے فیصلے سے ہزار درجے بہتر ہو گی۔ اُن کا ہر وقت سلگتے رہنا ایک فطری امر تھا۔ اس سے چھٹکارا ناممکن تھا۔ شاہ جی کا بلڈ پریشر بہت ہائی رہنے لگا اور بی بی جی بھی بہت جلد ذیابیطس کے شکنجے میں جکڑ گئیں۔

جوہی کو حالات کی خبر نہ تھی۔ اس نے حمزہ سے سختی سے ملنا جلنا بند کر دیا تھا۔ اُس کی عزتِ نفس اور انا و خودداری کو جو شاک لگا تھا، وہ ہر پل اُسے مضطرب رکھتا تھا۔ وہ اپنی اس ناقابلِ فراموش کمزوری کو سینے میں چھپائے جامد رہنے لگی تھی کہ وہ حمزہ سے ملاقاتیں کیونکر بڑھاتی چلی گئی۔ جبکہ اس کے خاندانی رسم و رواج کی وجہ سے اس پر پابندی تھی۔ گلٹی فیلنگ چین نہ لینے دیتی تھی۔ کرن کی باتوں پر ہنسنا بولنا ایسے ہو گیا جیسے زبان تالو سے اُترنے میں پھٹ جانے کا اندیشہ ہو۔ وہ گم سم اُس کی باتیں سنا کرتی۔

حمزہ اُسے روزانہ فون کرتا۔ وہ بہت سرسری بات کرتی۔ اپنی کھوئی ہوئی محبت پاش باتوں کا ذکر نہ زبان پر آتا، نہ اپنی بے قراری کا اظہار ہوتا۔ حمزہ انڈرسٹینڈ کرتا تھا۔ خود کو جی بھر کر کوستا اور سوائے صبر کے اُسے کوئی راستہ سجھائی نہ دیتا تھا لامحالہ کہ وہ اسے چھوڑ ہی نہ جائے۔ جبکہ وہ اس کے فون کا انتظار بھی کرتی تھی۔ اس کی آواز جوہی کے

لئے ایک روح افزا ٹانک تھی۔ تھوڑے وقت کے لئے سود و زیاں کی تاریکیوں سے نکل کر خود کو تسلی دیتی۔ اس سے حمزہ سے محبت و اُلفت کا لیول بھی بہت ہائی ہو جاتا تھا۔ مگر والدین کے ساتھ چیٹنگ کرنے کی سزا خود کو سنا کر اور اسے عملی جامہ پہنائے وہ احساسِ گناہ و جرم کی گہری کھائیوں میں مقید تابناک، درخشندہ اور خوشگوار آنے والے وقت کی منتظر تھی جن لمحوں میں رہائی اور آزادی کا احساس لئے وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز نسوانی وقار اور شان و شوکت سے کرنے کے حق میں تھی۔ حمزہ بھی اس سے اتفاق کرتا تھا۔ کیونکہ اس ذاتی معاملے میں بگاڑ والہانہ محبت، اندھے عشق اور جنون کا ہی تو تھا۔

دونوں اپنے جذبات پر ضبط کئے اس چیلنج پر سرنگوں تھے۔ حمزہ کا تو عقیدت و احترام اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ اسے اپنی بیوی کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگتی جس نے اپنی تربیت پر نازاں ہونے کو اوّلیت بخشی تھی۔ خاندانی ڈھانچے کو برقرار رکھنے کی کاوش کی تھی۔ وہ تفاخر سے بیوی پر اندھا اعتماد اور بھروسہ کئے، بھلے دنوں کے انتظار میں تھا۔ اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اپنی انا اور غیرت پر اس کے پیار کو قربان کرنے میں ایک لحظہ بھی دیر نہیں کرے گی۔ وہ اس کی ذات کی، اس خوب صورت پہچان کی خوشبو میں مسحور کُن آنے والے خوش آئند وقت کا منتظر تھا۔

جوہی کی نائٹ ڈیوٹی والدین پر بہت گراں گزرنے لگی۔ کیونکہ اس نئی دشمنی کا خوف اُنہیں ہلا کر رکھ دیتا۔ اُن کی نیندیں اُڑ جاتیں کہ وہ ان کی طرف سے انکار پر نہ جانے کس انداز کا وار کریں۔ مگر مصطفیٰ ہمیشہ اُنہیں یہ کہہ کر تسلی دے دیتا تھا کہ حمزہ کی فیملی خالص شہری ہونے کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا حملہ کرنے سے قاصر ہے۔ ان میں نہ تو اتنی جان ہے نہ ہی ہمت ہے کہ ان کے روبرو مقابلے پر اُتر آئیں۔ اگر انہوں نے ہلکی سی کوشش بھی کی تو سانپ کا زہریلا منکا نکالنے کا گُر اُسے آتا تھا۔

مصطفیٰ نے ابھی تک حمزہ سے رابطہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ وہ ابھی بھی سوچ بچار میں تھا اور رشتے کی تلاش میں تھا۔ جونہی رشتہ ملا، وہ طلاق لینے میں ایک گھنٹہ بھی انتظار میں نہیں گزارے گا۔

شاہ جی فکرمند بیٹھے بی بی جی سے بات کر رہے تھے کہ آئندہ بگڑے ہوئے حالات میں جوہی کا رات بھر گھر سے باہر رہنا خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔ احتیاط

لازم ہے۔ ورنہ جو ہی کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

''آپ اللہ پر بھروسہ کریں شاہ جی! کرن ہر وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے۔'' وہ اُنہیں اس قدر پریشان دیکھ کر تسلی دیتے ہوئے بولیں۔

''کیسی ناسمجھی کی باتیں کرتی ہو؟ کیا کرن اُس کا باڈی گارڈ ہے؟'' وہ بے زاری سے بولے۔

''تو پھر بچی کے لئے باڈی گارڈ کا انتظام کر دیں۔ اب وہ گھر میں بند ہونے سے تو رہی۔ 'ہاں، رشتہ ٹوٹنے کی اطلاع ملنے کے بعد سوچا جا سکتا ہے کہ گھر میں ہی گھر گرہستی سیکھے۔ چولہا چوکی سنبھالے اور دال آٹے کے ناپ تول میں کفایت شعاری سے کام لینے کا سلیقہ و قرینہ سیکھ لے۔'' بی بی جی اُنہیں تسلی دیتے ہوئے بولیں۔

''آہ! میری بچی کے مقدر کتنے کالے نکلے۔ اس کے لئے ہم کچھ نہیں کر سکے۔'' وہ آہ بھر کر بولے۔ ''اس لئے تو سوچنے لگا ہوں کہ چھوڑ دے یہ ڈاکٹری واکٹری۔''

''فی الحال آپ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے شاہ جی!..... ہم اُس کا گھر سے باہر نکلنا کیسے روک سکتے ہیں؟ آج کسی سہیلی کی مہندی ہے تو کل کسی کی شادی۔ آج کسی کا برتھ ڈے ہے تو کل کسی کولیگ کی خوشی۔ وہ میرے جیسی نہیں ہے۔ اس کا اپنا ایک دائرہ ہے ملنے جُلنے والوں کا۔'' وہ دُکھی لہجے میں بولیں۔

''بس اب سب ختم ہونا چاہئے۔ نہ جویریہ ڈاکٹر بنتی، نہ آج ہمارے ساتھ اتنا بڑا دھوکا ہوتا۔ کیسے کیسے سیّد زادے اس کی تعلیم کی وجہ سے ہاتھ سے نکل گئے۔'' وہ بھی درد بھرے لہجے میں بولے۔

''شاہ جی! آپ بیمار پڑ جائیں گے ہر وقت کی سوچ سے۔'' وہ فکرمندی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

''میری فکر تمہیں ہر وقت کھائے رہتی ہے۔ اپنی حالت کبھی دیکھی ہے؟ چند دنوں میں ہی بوڑھی لگنے لگی ہو۔'' وہ بھرّائی آواز میں بولے۔

''یہ بیٹی کا دکھ..... شاہ جی! مجھے لے ڈوبے گا۔ میری بچی کے بسنے کے دن ہیں۔ نہ کہ اُجڑنے کے۔''

''نا اُمیدی کُفر ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرو۔ مصطفیٰ نے ایک رشتہ نظر میں رکھ لیا ہے۔

دیکھنا، اس بار ہماری بچی کے نصیب ایسے کھلیں گے کہ شریکا برادری حیران رہ جائے گی۔'' وہ تسلی دینے کے انداز میں بولے۔

''سچ..... مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں فکر سے آدھی ہو گئی ہوں۔'' وہ چونک کر بولیں۔

''مجھے بھی کچھ خبر نہیں۔ مصطفیٰ بات پکی کر کے مجھے اس سے ملوائے گا۔'' وہ آہستہ سے بولے۔

''ہائے، مصطفیٰ کی پسند کا لڑکا کہیں بالکل ہی گیا گزرا نہ ہو۔ آپ بات پکی کرنے سے پہلے اس سے مل تو لیتے۔'' وہ فکرمندی سے بولیں۔

''میری دُور اندیشی تو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ اب بیٹے پر چھوڑا ہے تو صبر کرنا ہی پڑے گا۔ اس وقت ہماری کوئی پسند نہیں۔ ہمیں لڑکا چاہئے جو نیک ہو اور شریف ہو۔ ہمارے خاندان میں اُٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو۔ ہمیں نہیں چاہئے ڈگریوں والا حمزہ جیسا لڑکا۔'' وہ تلملا کر بولے۔ ''جو ہر رات نئی لڑکی کے ساتھ بسر کرتا ہو۔ نہیں چاہئے ایسا نامراد۔''

''آپ ٹھیک سوچ رہے ہیں۔ ڈگریوں کا مزا تو ہم نے چکھ ہی لیا ہے شاہ جی! پھر بھی آپ کی بیٹی ہے جویریہ۔ مصطفیٰ کی سوچ باپ جیسی نہیں ہو سکتی۔ وہ اس کی بہن ہے، بیٹی نہیں۔'' لہجے میں فکرمندی تھی۔

''اُس کی نیت پر شک نہ کیا کرو۔ میرے بعد وہی تو گدی نشین ہو گا۔ گھر سے تم نے اُسے ہولا کر دیا تو بے چارا مارا جائے گا۔ اس کی بات کو کوئی بھی اہمیت نہیں دے گا۔ یہ ماں ہی ہوتی ہے جو اپنے بیٹے کو جاہ و جلال اور شان و شوکت کی مسند پر بٹھا کر دنیا بھر سے سلامتی دلواتی ہے۔ آج کے بعد اس کے بارے میں کسی قسم کا شک دل میں بھی نہ لانا۔ زبان پر آنا تو ہے ہی گناہ اور ظلم۔'' وہ سنجیدگی سے بولے جا رہے تھے۔

''مجھے تو مرتضیٰ بہت عقلمند، سلجھا ہوا، ٹھہرے مزاج کا لگتا ہے۔ کیا مجال کہ آج تک اس نے کسی کے سامنے آنکھ اُٹھا کر بات بھی کی ہو۔ نہ کسی سے لڑائی جھگڑا، نہ ہی نصیحتیں اور صلواتیں۔ اپنے کام سے مطلب رکھتا ہے۔'' وہ رازداری سے بولی۔

''ایسے بچے گدی نشینی کے لئے موزوں نہیں ہوتے۔ اور ہے بھی نمبر دو رکھڑا۔

حق دار نہیں بنتا۔'' وہ سرگوشی کے انداز میں بولے۔

''میں جانتی ہوں۔ مگر آپ ماں کی سوچ پر پہرہ نہیں بٹھا سکتے۔'' وہ سنجیدگی سے بولیں۔ ''بہت عقلمند اور دُور اندیش بچہ ہے۔ گدی نشینی کے قابل۔''

''سوچو..... جی بھر کر سوچو۔ مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکالنا۔ پھڈا ہو جائے گا۔ مصطفیٰ ہم سے ناراض ہو کر دُور ہو جائے گا۔'' شاہ جی پریشان ہو گئے۔

''ویسے شاہ جی! آپ بڑھکیں تو بہت مارتے ہیں۔ جہاں بیٹے کی بات آتی ہے، کمزور اور بے بس پڑ جاتے ہیں۔'' وہ چھیڑتے ہوئے بولیں۔

''عمر کا تقاضا ہے۔ ذرا میری جوانی کے دن یاد کرو۔ مصطفیٰ سے دس ہاتھ آگے تھا۔'' وہ ذومعنی نظروں سے دیکھ کر بولے تو بی بی نے مسکرا کر منہ دوسری طرف گھما لیا۔

''آج پکوڑے اور میٹھا کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔ تم نے تو کرفیو ہی لگا دیا ہے میرے کھانے پینے پر۔'' وہ مسکرا کر بولے۔

''ہمیں آپ کی زندگی چاہئے شاہ جی! میرا سہاگ تو آپ ہیں نا۔'' وہ عقیدت بھرے لہجے میں بولی۔ ''آج بنوا دیتی ہوں..... ماسی! اپنے شاہ جی کے لئے پکوڑے بناؤ۔ خوب کرارے اور چٹ پٹے۔ مجھے آلو کے نہیں، چکن کے چاہئیں۔ اور شاہ جی کو پکوڑوں کے ساتھ سوجی کا میٹھا حلوہ بھی بنا دو۔'' وہ چھیڑنے کے انداز میں بولیں۔

''اور دودھ پتی میں خوب ملائی ڈال دینا۔''

''بڑھاؤ میرا بلڈ پریشر اور شوگر لیول۔ خوب بدلے لو۔ تمہارے محتاج جو ہوئے۔'' شاہ جی شرارت سمجھ کر ہنسنے لگے۔ بی بی جی ان کی وقتی ہنسی پر آہ بھر کر رہ گئیں۔

❀❀❀

مصطفیٰ کا دن حجرے سے شروع ہوتا اور وہیں اختتام پذیر ہو جاتا۔ کیونکہ شاہ جی حجرے میں لوگوں سے ملنے سے کترانے لگے تھے۔ جوہی کے دکھ میں وہ نمک کی طرح گھلتے جا رہے تھے۔ زندگی میں دلچسپیوں سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ فقط بی بی جی کے ساتھ دل کی بات شیئر کر لیا کرتے تھے۔

مصطفیٰ اس تبدیلی سے خوش اور مطمئن تھا۔ ابھی دستار بندی تو نہ ہوئی تھی مگر وہ شاہ جی کے دیوان پر براجمان ہو چکا تھا۔ ہر مرید سے عزت افزائی کروا کر خوش ہوتا۔

مگر شاہ جی جیسی شیرینی اور بھرپور آواز سے محروم تھا۔ لٹھ مار مزاج اور تاؤ دلانے والا لہجہ مریدوں کو پسند تو نہ تھا مگر مجبوری تھی۔

وہ صبح سویرے مسجد سے سیدھا حجرے میں آ گیا۔ دو مرید حجرے میں داخل ہو کر جھکتے ہوئے مصطفیٰ کے قریب آ کر گھٹنوں کو چھو کر قدموں میں بیٹھ گئے۔

مصطفیٰ نے ان کے چہروں کا جائزہ لیا۔

''کیا خبر لائے ہو؟..... آج بہت دنوں بعد آنا ہوا۔ لگتا ہے تم دونوں کی مخبری ناکام ہو گئی ہے۔ تم لوگوں کو کیوں پال رکھا ہے ہم نے، بولو؟'' وہ گرج دار آواز میں بولا۔

''شاہ جی! ایسی بات ہرگز نہیں۔ لگتا ہے اس نامراد کو ہماری مخبری کی بھنک پڑ گئی ہے جو آج دو مہینے ہونے کو آئے ہیں۔ جب سے اس نے فارم پر رات گزاری ہے، دوبارہ اس لڑکی کے ساتھ نظر نہیں آیا۔ ویسے شاہ جی! اگر آپ کی اجازت ہو تو ایک بات کہوں۔'' وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

''ہاں ہاں کہو۔'' مصطفیٰ شانِ بے نیازی سے بولا۔

''چھوکری کمال کی خوب صورت ہے۔ پری ہے کم بخت۔ حالانکہ اس کا چہرہ مہرہ دوپٹے اور بالوں میں کافی حد تک چھپا ہوتا ہے، پھر بھی لائیں مارتی ہے جی۔ بجلی ہے بجلی۔'' وہ مزے لے کر بولا۔

''تو پھر؟'' مصطفیٰ لاپروائی سے بولا۔

''اگر آپ حکم کریں تو اسے آپ کے چرنوں پر قربان کر دوں۔''

مرید کی یہ آفر سن کر مصطفیٰ سوچنے لگا۔ 'اوّل تو مجھے ایسے شرم ناک اور حرام کام زیب نہیں دیتے۔ دوسرا کسی کی جھوٹن میرے لئے کیوں؟' وہ حقارت سے سوچ کر بولا۔ ''اُس لڑکی کا پتہ تو لگاؤ کہ ہے کون؟'' مصطفیٰ نے بے تابی سے کہا۔

''ٹھیک ہے شاہ جی! اگلی بار ہمارا وار خالی نہیں جائے گا۔ عورت کا چسکا ایک دفعہ پڑ جائے تو پھر قبر کے دھانے تک نہیں چھوٹتا۔ اور نہ ہی اس کی کوئی حد ہے۔ ایک کے بعد دوسری۔ اور پھر یہ سلسلہ زندگی میں کبھی ختم نہیں ہوتا۔ پرسوں فائیو سٹار ہوٹل میں فنکشن تھا۔ اپنے دوستوں میں ایسا شراب میں دھت تھا کہ مجال ہے اسے خوب

صورت جوان جہان لڑکیوں سے ڈانس کرتے ہوئے جو حیا کا احساس ہوا ہو۔ مگر دوپٹے والی لڑکی ایسی جگہوں پر کبھی بھی نظر نہیں آئی۔ یہ خاص منظورِ نظر ہے جس کے ساتھ صرف رات گزارتا ہے۔'' اس نے نگاہیں نیچی کئے انفارمیشن دی۔

''کسی شریف گھرانے کی پھانس لی ہو گی۔'' مصطفیٰ نے ایک لمبی آہ بھری اور دونوں کی جیبوں میں پانچ پانچ ہزار کے کڑکتے ہوئے نوٹ ڈال کر بولا۔

''اب تم لوگ جاؤ۔ کوئی پانی بیڑی خرید لینا۔ اور ہاں، اگر میں نے کہیں سے سن لیا کہ تم لوگوں نے یہ راز فاش کر دیا ہے تو گولی مار کر کتوں کے سامنے ڈال دوں گا۔'' مصطفیٰ غصے سے بولا۔

''ہم نے آپ کا نمک کھایا ہے شاہ جی!'' دونوں لرزیدہ آواز میں بولے۔

''اب تم لوگوں کا کام ہوا ختم۔ اگلا کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے میں خود کافی ہوں۔''

'میری آنکھوں نے دھوکا نہیں کھایا۔ یہ دونوں بھی چشم دید گواہ ہیں۔' مصطفیٰ دل ہی دل میں بولا۔ 'آہ میری نصیبوں جلی بہن! تیرے لئے کہاں سے لے کر آؤں کوئی حلالی شوہر؟'

❀❀❀

حمزہ قیمتی سامان سے مزین آفس میں آتے ہی سب سے پہلا فون جوہی کو کیا کرتا تھا۔ جوہی کو بھی انتظار رہتا تھا۔ آج نہ جانے کس بے چینی اور فکرمندی میں رات بھر نہ سویا۔ آنکھیں شب بیداری سے لال ہو رہی تھیں۔ آفس پہنچتے ہی اس نے حسبِ معمول جوہی کو فون کر کے حال احوال پوچھنا چاہا۔

''صبح بخیر..... جوہی! کیسی ہو؟''

''نائٹ ڈیوٹی کے بعد گھر واپس آئی ہوں..... آپ کیسے ہیں؟'' لہجے میں اپنائیت تھی۔

''ناٹ ویل۔'' حمزہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا ہوا؟'' وہ چونک اُٹھی۔

''آئی ایم مسنگ یُو سویٹ ہارٹ!'' وہ بے قراری سے بولا۔

''می ٹو۔'' جوہی نے پُرتسکین لمبا سانس لے کر کہا۔

''بھئی عرس میں کتنے مہینے باقی ہیں؟'' وہ بے چینی اور ناگواری سے بولا۔

''جناب! میں نے بھی گن رکھے ہیں اُنگلیوں پر۔ چار مہینے سترہ دن اور دس گھنٹے۔'' وہ قہقہہ لگا کر بولی۔

''وہ کیسا ملن تھا کہ جیسے طویل جدائی کی سند حاصل کر لی ہو۔ میں تنگ آ گیا ہوں۔ اب مجھ سے انتظار نہیں ہوتا جوہی! یہ بہت بڑی بے انصافی اور زیادتی ہے ہم دونوں پر۔'' حمزہ تڑپ کر بولا۔

''صبر..... صبر..... تمام بے صبری اور جلد بازی کے نتائج ہیں۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ اس لئے مجھے پچھتاوا بھی نہیں ہوا آپ سے نہ ملنے کا۔'' وہ تسلی بھرے لہجے میں بولی۔ ''ملاقاتوں کی ننگی تلوار کا ڈر اور اندیشہ میری زندگی سے نکل گیا ہے۔ آئی ایم سو ہیپی۔''

''کرن کے گھر ملنے میں کیا مضائقہ ہے جان؟'' وہ تڑپ کر بولا۔

''چوری چھپے کی ملاقاتوں کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ بلکہ عطش جنون بڑھتی چلی جاتی ہے۔'' وہ نارمل لہجے میں بولی۔

''میں تمہیں اُٹھا کر کہیں دُور لے جاؤں گا۔'' وہ دھمکی دینے کے انداز میں بولا۔

''اب سزا ختم ہو جانی چاہئے۔''

''تھوڑے عرصے کی بات ہے حمزہ! ایک بار اس رشتے میں غلطی سرزد ہو جائے تو پھر ایسی غلطیاں روٹین بن کر احساسِ جرم ہی ختم کر دیتی ہیں۔ اور اس رشتے کا تمام چارم اور کری اُسٹی کو ایسا گرہن لگتا ہے کہ ازدواجی زندگی تاریک ہو جاتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''ایسا کچھ بھی ہونے والا نہیں۔ وعدہ رہا۔'' وہ نرمی سے بولا۔

''حمزہ! کچھ غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے سامنے تمام وعدے وعید بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔ بے شک آپ پر بھروسہ ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''او کے۔ تو مجھے پرمیشن دو۔ اپنی سیکرٹری سے دوستی لگا لیتا ہوں۔'' وہ چھیڑتے ہوئے بولا۔

''حمزہ! آپ تو میرے آئیڈیل ہیں۔ یہ حقیر سی بات آپ کی پرسنالٹی پر فٹ نہیں بیٹھتی۔'' وہ چونک کر بولی۔

''کیوں بھول گئی ہو کہ میں بندۂ بشر ہوں۔ خطاؤں کا پتلا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''نہیں بھولی۔ دیٹس وائے، آئی ڈونٹ وانٹ ٹو میٹ یو بی فور رخصتی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''مجھ سے شکوہ نہ کرنا اگر میں نے کسی سے یاری لگا لی تو۔ سن رہی ہو نا؟'' وہ دھمکی کے انداز میں بولا۔

''اگر میری محبت بے اثر ہوئی تو آپ ایسا کرنے کے حق دار ہیں۔ اس لئے مجھے فکر نہیں۔'' وہ خوشگوار لہجے میں بولی۔

''خوش فہمی ہے تمہاری۔ تمہیں کر کے دکھا سکتا ہوں۔'' وہ ہنسنے لگا۔

''ایسا مت بولیں۔ ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔'' وہ چونک کر بولی۔

''تو پھر بولو، کرن کے گھر کب آؤں؟ مقصد دیدارِ یار ہے۔'' وہ چہک کر بولا۔

''نیور ایور۔ زندگی میں، میں نے ایک سبق تو سیکھ لیا ہے حمزہ! کہ اپنی بیٹی کا نکاح رخصتی سے چند گھنٹے پیشتر ہی کروں گی۔ خوامخواہ کا حق جتانے لگتا ہے یہ ورتی شوہر۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''بہت پکی ہو۔ مان گیا ہوں۔'' وہ امپریس ہوتے ہوئے بولا۔

''سیر کو دوبارہ تولنے سے وہ سوا سیر نہیں ہو جاتا۔ مجھے آپ سے اچھا گمان ہے۔ اسے قائم رہنے دیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی اور خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

حمزہ موبائل کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔

''وَٹ آ گرل۔'' اس کی زبان سے بے اختیار نکلا اور آفس کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

❀❀❀

''آج کل کہاں غائب ہو؟.....لگتا ہے بہت مصروف ہو۔'' شاہ جی نے مصطفیٰ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ نے درست فرمایا ہے۔ دراصل حمزہ کی مزید مخبری میں مصروف رہا۔ وہی المناک اور شرمناک خبر ہے اس کے بارے میں۔ میں نے غلط فہمی کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے میں نے طلاق کے تمام پیپرز تیار کروا لئے ہیں۔ بس چند دن اور چاہئیں۔'' وہ سنجیدگی اور رازداری سے بولا۔ ''اور میں نے جو رشتہ ڈھونڈ لیا ہے، اپنے پائے کا ہے۔ میری اس سے بات بھی ہو گئی ہے۔''

''بڑی پھرتی دکھائی ہے تم نے۔'' شاہ جی نے سوچتے ہوئے کہا۔

''آخر بیٹا کس کا ہوں؟'' وہ خوش دلی سے بولا۔ ''میں نے اسے تمام حقیقت کھول کر بیان کی ہے۔ کیونکہ جھوٹ کو چھپانے سے مسائل بڑھ جاتے ہیں۔ ہمیں ہر صورت جویریہ کا گھر آباد کرنا ہے۔''

''چھوٹے شاہ! تمہارے انہی اصولوں پر تو میں جان نثار کرتا ہوں۔ وہ کون خوش نصیب ہے جس نے ہماری عزت نیلام ہونے سے بچالی؟ اُس کے تو ہم مطیع اور مرید ہو گئے۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولے۔

''گدی نشینوں کی اولاد میں سے ہے۔'' وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔

''واہ، واہ.....تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ اپنی ٹکر کا یہ رشتہ، واہ۔ وہاں تک تمہاری رسائی کیسے ہوئی؟'' شاہ جی حیرت سے بولے۔

''بس جی، میرے ہاتھ بھی کم لمبے نہیں ہیں۔'' وہ فخر سے بولا۔

''عرس میں بھی زیادہ وقت نہیں رہا۔ بزرگوں کی دعاؤں کے سائے میں بیٹی کی رخصتی نہایت خاموشی سے کریں گے۔'' شاہ جی نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''میں نے بھی یہی سوچ رکھا ہے۔ انشاء اللہ اگلے چند دنوں میں طلاق نامہ میرے ہاتھوں میں ہوگا۔ اگلے نکاح کے لئے ہمارے پاس بہت وقت ہے۔'' مصطفیٰ چہک رہا تھا۔

''بیٹا! میں اپنی سوچ پر ہر وقت نالاں رہتا ہوں کہ ان آنکھوں نے ہر قماش کے لوگوں کو آسمان کو چھوتے اور زمین بوس ہوتے دیکھا ہے۔ میں حمزہ کو پہچاننے میں غلطی کیسے کر گیا؟ غیروں کی بچیوں اور بیٹیوں کا استخارہ کرنے والا شاہ اپنی بچی کے معاملے میں دھوکا کیسے کھا گیا؟ بہت حیران و پریشان ہوں۔'' وہ حیرت میں بولے۔

''اب پچھتاوؤں سے نکل آئیں۔ وقتی پریشانی تھی، ٹل گئی۔'' مصطفیٰ نے تسلی دی۔

''رب العزت تمہاری زبان مبارک کرے۔ اپنی ماں کی حالت دیکھو۔ میری طرح گھل گئی ہے۔'' وہ دکھ سے بولے۔

''ابھی آپ رخصتی کے دن دیکھئے گا کہ لوگ منہ میں اُنگلیاں دبا لیں گے۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔

''جاؤ اپنی ماں کو بھی خوشخبری سنا دو۔'' وہ پیار سے بولے۔

''وہ میری بات کا جواب اُلٹا ہی دیں گی۔ اس لئے آپ جانیں اور وہ۔ میں دور ہی بھلا۔'' وہ اُلجھ کر بولا۔

''ماں کے بارے میں گمان اچھا رکھتے ہیں۔ ورنہ نیلی چھت والا خفا ہو جاتا ہے۔ اُٹھو یہاں سے۔ ماں کے پاس جاؤ اور اُسے تسلی اور حوصلہ دو۔ آخر تم اُس کی پہلوٹھی کی اولاد ہو۔ بہت پیاری اور انوکھی۔'' وہ نرمی سے بولے۔

''شاہ جی! ماں دل کی بری نہیں ہیں۔ سب کے ساتھ نرم اور ہمدرد۔ بس میرے لئے منہ میں انگارے بھر رکھے ہیں۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''کبھی فرصت میں سوچنا، غور کرنا کہ صرف تمہارے ساتھ ایسا کیوں ہے؟'' شاہ جی سنجیدگی سے بولے۔ ''آخر تم میں کہیں تو غلطی ہوگی نا۔''

''خدا تعالیٰ کے قانون اور دنیاوی اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو میں

برداشت نہیں کر سکتا۔ بی بی جی میں نجانے یہ پراگندہ جراثیم کہاں سے آ گئے۔ دراصل شاہ جی! عورت ذات ہے، لٹو کی طرح۔ پل بھر میں گھوم جائے۔ اُنہوں نے جویریہ کو ہمیشہ مجھ پر فوقیت دی ہے۔ اُس کی ہر گستاخی پر پردہ داری اور میری معمولی سی غلطی پر بھرپور شامت۔'' وہ خفا سا نظر آنے لگا۔ ''بس یہی میرا جرم ہے کہ میں اصولوں کا پکا ہوں۔''

''ایسی بات نہیں ہے بیٹا! اگر عورت وجود میں نہ آتی تو دنیا نہ تو اتنی حسین ہوتی، نہ ہی اس میں رنگ ہوتے۔ جیسے سورج کے بغیر زندگی کا ہونا، ناممکن ہے، اسی طرح عورت کے بغیر یہ دنیا آباد نہ ہوتی۔'' شاہ جی پیار سے بولے۔ ''بیٹا! ہر رشتے میں منسوب عورت کی عزت و احترام کرنا سیکھو۔ تمہارے اندر نہ جانے اتنی حقارت و نفرت کیوں ہے اس مسکین ذات کے لئے۔ جاؤ، ماں کی دعائیں لو۔ تم بہت بڑا کام کرنے جا رہے ہو۔''

وہ بغیر کچھ کہے کھڑا ہو گیا اور انہیں اضطراری کیفیت میں دیکھنے لگا۔

ان کے دل و دماغ میں چھڑی ہوئی جنگ انہیں ہر وقت کسی قدر بے سکون رکھتی تھی۔ جویریہ کی قسمت کی ڈور اس کے ہاتھ میں دے کر ہم نے اچھا کیا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ یہی سوال دن رات ہراساں کئے رکھتا تھا۔ اس وقت کی گفتگو کے بعد وہ عالمِ استغراق میں پہنچ گئے۔

❀❀❀

جوہی اپنے کمرے میں بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی حمزہ کے نمبر پر کلک کر کے پریشان سی ہو گئی۔ ہر بار نو ریسپلائے۔ خیریت ہو۔ آج صبح بخیر کی کال کیوں نہیں آئی؟

وہ ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ بی بی جی کمرے میں آ کر اس کے بیڈ پر ہی بیٹھ گئیں۔ جوہی موبائل آف کر کے ماں کی طرف گہری نظروں سے دیکھ کر اچنبھے سے بولی۔

''بی بی جی! کیا بات ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟''

''طبیعت کیسے ٹھیک رہ سکتی ہے؟..... حمزہ نے تمہیں طلاق بھیج دی ہے۔'' وہ روتے ہوئے بولیں۔

'کیوں؟.....سراسر بہتان.....ابھی کل صبح ہی تو میری بات ہوئی تھی۔' وہ دل ہی دل میں بولی۔ 'انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اب انہیں کیا بتاؤں کہ وہ تو مجھ پر دل و جان نثار کر چکا ہے۔ طلاق کیونکر دے گا؟'

''وہ کب سے لڑکیوں کے چکر میں ہے۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

''ہمیں دھوکا ہوا تھا۔ ہم فریب میں آ گئے۔ اس کی ماں کی باتوں نے احمق بنا ڈالا۔

''ناممکن بی بی جی!'' وہ بے اختیاری میں بولی۔ ''اسے صرف اور صرف مجھ سے پیار ہے۔ وہ کسی لڑکی کے چکر وکر میں نہیں۔ میں گارنٹی دیتی ہوں۔''

''تم اُسے نہیں جانتی۔ اُس کی ہر رات ایک نئی لڑکی کے ساتھ گزرتی ہے۔ وہ بدکار، آوارہ اور اوباش مرد ہے۔ ہمارے پاس چشم دید گواہوں کی ایک فہرست موجود ہے جنہوں نے اسے کئی بار رنگے ہاتھوں شرم ناک حرکتیں کرتے دیکھا ہے۔ ہم نے منع کیا تو طلاق بھیج کر ہمارے منہ پر طمانچہ کس دیا۔ اچھا ہی ہوا کہ ہم ذلالت سے بچ گئے۔'' بی بی جی نے جو سنا، وہی گوش گزار کر دیا۔

''اور ہاں۔ شاہ جی فرما رہے ہیں کہ تم آج سے ہسپتال نہیں جاؤ گی۔ اور مصطفیٰ نے بھی کہا ہے کہ اگر اُس نے جویریہ کو باہر دیکھ لیا تو وہ اسے وہیں پر ختم کر ڈالے گا۔ بیٹا! اب ہماری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔''

''یہ خوب رہی۔ رشتہ جوڑنے میں بھی آپ کی پسند اور توڑنے میں بھی آپ بااختیار۔ میری زندگی نہ ہوئی، تماشا ہو گیا کٹھ پتلی کا۔'' وہ حیرت و تاسف بھرے لہجے میں بولی۔ ''مجھے طلاق منظور نہیں ہے بی بی جی! میں جہان بھر میں اعلان کر سکتی ہوں۔''

''آہستہ بولو۔ کسی نے تمہاری ایسی باتیں سن لیں تو باغی کہلائی جاؤ گی۔ نیک اور پاک دامن بیٹی، والدین کے فیصلوں پر راضی برضا رہتی ہے۔ ہم تمہارے دشمن نہیں، ہمدرد ہیں۔ وہی کریں گے جس میں تمہاری بہتری ہو گی۔'' وہ سختی سے بولیں۔ آج پھر ماں ایک مضبوط قلعے کی مانند لگیں۔

''طلاق مجھے قبول نہیں، بی بی جی!'' وہ دکھ سے چیخ اُٹھی۔

''منہ سے ایک لفظ بھی نکالا تو مصطفیٰ کے حوالے کر دوں گی۔'' بی بی جی نے دل پر جبر کر کے بمشکل کہا اور کھا جانے والے انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔

ماں کے جاتے ہی جویریہ خود کو دوپٹے میں لپیٹ کر باہر بھاگ گئی۔ چند سیکنڈ میں ہی وہ کرن کے گھر پاگلوں کی سی حالت میں پہنچ کر لاؤنج میں صوفے پر گر گئی۔

گھر کے تینوں افراد وہاں موجود تھے۔ وہ اس کے پاس آ گئے۔ اپنی اپنی قیاس آرائیاں کرنے لگے۔

''وکیل چاچا! آپ نے سنا ہے، بی بی جی کیا کہہ رہی ہیں؟..... جھوٹ بول رہی ہیں یا مذاق کر رہی ہیں؟'' وہ بے بسی سے بے معنی سی نظروں سے انہیں دیکھ کر بولی۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا۔''

''بیٹا! کام ڈاؤن..... بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟ اسے حل کرتے ہیں۔'' وکیل چاچا نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بی بی خالہ!..... آپ بی بی جی سے پوچھ کر آئیں کہ کیا یہ سب سچ کہا ہے انہوں نے؟'' وہ لاچارگی سے بولی۔

''جوہی! کچھ بتاؤ تو سہی۔'' کرن اسے پیار سے پانی پلاتے ہوئے بولی۔

''کرن! وہ..... وہ مجھے طلاق.....'' جوہی نے پھٹی ہوئی نگاہوں سے کرن کی طرف دیکھ کر بمشکل کہا۔

''کرن! جوہی کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔ اسے نارمل کرنے کی کوشش کرو۔ میں جا کر معلوم کرتی ہوں کہ کیا ہوا ہے۔'' فرحت نے فکرمندی سے کہا اور حویلی کی طرف چلی گئی۔

وکیل چاچا نے جلدی سے اسے گرم دودھ پلایا اور اسے پیار و ہمدردی سے سہارا دے کر کرن کے کمرے تک چھوڑ آئے۔

''اب مجھے بتاؤ کہ تم اتنی اپ سیٹ کیوں ہو؟'' کرن نے اسے بیڈ پر لٹا دیا۔ وہ خالی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ خاموش اور اُجڑی ہوئی۔

کرن نے فوراً حمزہ کو فون کیا۔ مگر فون بند تھا۔

''وہ بات نہیں کرے گا ہم سے۔ اس نے مجھے طلاق دے دی ہے، مجھے انفارم کیے بغیر۔'' جوہی نے اتنا کہا اور آنکھوں سے چشمے پھوٹ نکلے۔

''کسی کی شرارت ہے جوہی! اور ایسا شاندار انسان بھلا تمہیں بتائے بغیر ایسا

گھناؤنا عمل کیوں کرے گا؟ یہ ڈرامہ ہے سب۔ اور تمہارے ساتھ کیوں کھیلا جا رہا ہے؟ آئی ڈونٹ نو۔'' کرن اُسے تسلی دینے لگی۔ ''خود کو سنبھالو۔ بی بریو جوہی!''

جوہی نے تکیے پر سر رکھ دیا اور آنکھیں بند کئے حمزہ کے بارے میں سوچنے لگی۔ کرن باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وکیل چاچا تمام انفارمیشن لے کر حویلی سے واپس آ گئے۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

''ان کے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا ہے۔ لڑکا تو حد درجے کا جھوٹا اور نا قابل اعتبار نکلا۔ وہ تو اچھا ہی ہوا کہ مصطفیٰ نے ہمت کر کے اُس فریبی اور دغا باز سے جوہی کی جان چھڑا لی۔ وقت پر اس کا گناہ پکڑ لیا۔ ورنہ یہ معصوم تو عمر بھر کے لئے خوار ہو جاتی۔'' لہجے میں بے پناہ دکھ تھا۔

''وہ تو اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہے۔ اسے کیسے سمجھایا جائے؟'' کرن نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''مجھے جوہی کو سمجھانے کا طریقہ آتا ہے۔ یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں۔'' وہ سوچتے ہوئے بولے تو کرن کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''حمزہ بھی تو بے پناہ محبت کرتا تھا جوہی سے۔ کیا سب فراڈ تھا؟'' فرحت حیرت و افسوس سے بولی۔

''ہاں بیگم! یہ آج کے کے لڑکوں سے اللہ ہی بچائے۔ میں تو پل بھر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ کرن کا رشتہ، آپا کے بیٹے سے طے کر دیتے ہیں۔ دیکھا بھالا لڑکا ہے۔ وہ بھی USMLE کی تیاری کر رہا ہے۔ شادی کر کے ساتھ بھیجا جا سکتا ہے۔ ایک دن دونوں ہی ڈاکٹر ہوں گے۔ اور کیا چاہئے ہمیں؟'' میاں ارشد سوچ کر بولے۔

''اَن نون لڑکوں پر ٹرسٹ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ آپ نے بالکل درست سوچا ہے۔ آپا کے پاس زیادہ دولت نہ سہی، شرافت تو بے تحاشا ہے نا۔'' فرحت نے ہاں میں ہاں ملائی۔ ''ہائے ارشد! کچھ جوہی کے بارے میں بھی تو سوچیں۔ وہ بھی تو ہماری بچی ہے۔ میری کرن کے ساتھ دودھ شیئر کیا تھا اس نے۔ آپ کو یاد ہے کہ بھول گئے ہیں؟''

''بیگم! بیٹی تو گدی نشین باپ کی ہے۔ ہمارا اس پر کوئی حق نہیں۔ دوسرا وہ ہماری

طرح نہیں سوچتے۔ لیکن پھر بھی اس کا پورا ساتھ دیں گے ہم۔'' وہ مغموم لہجے میں بولے۔

''ان کا پارٹ وَن اور ٹو تو خوب رہا۔ اب اس پریشانی میں نہ جانے جوہی پارٹ تھری کلیئر کر بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اُسے یہاں سے چلے جانا چاہئے ورنہ کسی اور مصیبت میں پھنسا دیں گے شاہ جی اور مصطفیٰ۔'' فرحت نے آہستگی سے کہا۔

''گڈ آئیڈیا۔ فی الحال اسے تسلی دو تو۔ نارمل ہو گی تو پڑھائی جاری رکھ سکے گی۔ ذہین وفطین بچی ہے۔ اس کے لئے پڑھائی مشکل نہیں۔ بلکہ مجھے کرن کی فکر کھائے جاتی ہے۔'' میاں ارشد کے دل کو تسلی سی ہوئی۔ اپنی ہی سوچ پر اور فرحت کے مشورے پر خوش نظر آنے لگے اور اُٹھ کر کرن کے کمرے کی طرف چل دیئے۔

❀❀❀

بی بی جی اپنی پریشانیوں اور سوچوں کے گرداب میں بری طرح اُلجھ چکی تھیں لیکن جوہی کے سامنے پھر وہی ماں کا فولادی روپ، رشتہ طے کرتے وقت منظرِ عام پر آیا تھا۔ آج رشتہ توڑنے کے بعد بھی ویسا ہی تھا۔ آج پھر سے ممتا کی چاہتوں اور محبتوں پر اپنے خاندانی اصولوں اور عزت کی چھاپ لگ چکی تھی۔ جبکہ روح پر بوجھ تھا۔ ناقابلِ برداشت اور ناقابلِ فراموش۔ اس الم ناک سانحے نے اندر سے اُنہیں چور چور کر دیا تھا۔ انہوں نے فرحت کو فون کر کے جوہی کا خیال رکھنے کی تلقین پہلی بار کی تھی۔ شاید انہیں اس کی لَو جوان کی ارینج منٹ کے بعد شروع ہونے کا علم تھا۔ یا شک تھا کہ جوہی کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ مگر اظہار کرنا توہین وفا تھا۔ وفا اپنے شوہر سے اس کے خاندان کے ہر اصول اور قانون سے۔ وہ گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہی تھی۔ دھواں آہوں کی صورت میں ماحول میں پھیل چکا تھا اور گرد و پیش دھندلکا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔

کچھ دن تو بھیڑیے سے بچ نکلنے پر تاسف کے ساتھ باپ بیٹوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور حویلی میں شکرانے کے نوافل صبح و شام پڑھے جانے لگے۔

کرن اور جوہی نے چند دنوں میں سینکڑوں بار حمزہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اب جوہی کے دل میں بھی شک کے بیج نے جگہ بنا لی تھی۔ اس کا یوں طلاق دینا اور روپوش ہو جانا اس کی بے وفائی اور دغا بازی کا کھلم کھلا

ثبوت تھا جسے ہضم کرنا جوہی کے لئے بہت مشکل تھا۔

آخر بے جان دل میں جینے کی ہلکی سی رمق ڈال کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر حمزہ کی بے باکی اور بے وفائی کا صدمہ تو کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ اس کرب میں وہ کراہ اُٹھتی اور حمزہ سے گلے شکوے کرنے لگتی اور اسے پیار میں گزرے ہوئے لمحوں کی یاد دہانی کرانے لگتی۔ مگر اسے اس کی طرف سے جواب کیسے ملتا؟ وہ تو تصورات کی دنیا کا شہزادہ بن چکا تھا۔ کرن سے اُس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ دل و دماغ میں اُٹھنے والے پُرشکوہ اور منفی خیالات ہی تو جان لیوا ثابت ہوا کرتے ہیں۔ اُسے تفصیلاً تو کچھ بھی بتانے کی کسی نے ضرورت محسوس کی تھی نہ ہی تسلی و تشفی اس کے لئے اہم سمجھی گئی۔ ورنہ حقیقت جان کر وہ ان شکوک و شبہات اور شکایات کی دنیا کو تو خیر باد کہہ کر نوشتہ تقدیر پر راضی برضا ہو جانے میں ہی سکون و اطمینان سے ہمکنار ہو جاتی۔ وہ ابھی تک اس اذیت ناک خبر پر کبھی بے یقینی سے سوچتی تو کبھی شک میں من گھڑت دلائل کا انبار لگا بیٹھی تھی۔

عالمِ برزخ سے نکلنے کا سامان کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ کرن نے اپنے ساتھ پارٹ تھری کے ایگزام کی ڈیٹ لے لی تھی۔ کتابیں اُسے کھانے کو دوڑنے لگی تھیں۔ وہ کرن کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنے کی کوشش کرتی۔ جب تمام محنت بے سود ثابت ہوتی تو وہ کتابیں اُٹھا کر دُور پھینک کر رونے لگتی۔ کرن نے تمام حالات پاپا کی سماعتوں میں اُنڈیلے اور خود مطمئن ہو گئی۔

تین دن سے جوہی اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی، نہ ہی کرن کا فون اٹینڈ کیا تھا۔ سب یہ جاننے کے باوجود لاپروائی کا اظہار کر رہے تھے لیکن مامتا تو تڑپ رہی تھی۔ چہرے پر خاموشی اور مایوسی براجمان تھی لیکن دل کے آنسو تو خون سے تعلق رکھتے ہیں نا۔ مگر کسی کو گھائل ہونے کی خبر تک نہ ہوئی۔ جس کے لئے جوہی کی پریشانی کی کوئی قیمت ہی نہ تھی۔

مصطفیٰ نئے شکار کے منصوبے بناتا اور شاہ جی کی خاموشی فقط ایک ہی لفظ سے ٹوٹ پاتی۔ ''درست'' کے لفظ کی طاقت نے مصطفیٰ کے ذہن و قلب میں بجلی بھر دی تھی اور اندر ہی اندر شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں جن کا اندازہ حویلی میں رہائشی

افراد کو بھی نہ تھا۔ اور جوہی تو کسی کھاتے میں ہی نہ آتی تھی۔

بی بی جی نے میاں ارشد کو فون کر کے جوہی کے سوگ اور روگ پر تفصیلاً گفتگو کی۔ فکرمندی میں وہ بھی گھرے ہوئے تو تھے ہی، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جوہی سے ملنے اس کے کمرے میں چلے گئے۔ وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں چھت کے گھومتے ہوئے فین کے ساتھ ہی سرگرداں تھی۔ چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔ تمام محسوسات و احساسات سے محروم اور دنیا و مافیہا سے بے بہرہ چہرہ دیکھ کر وکیل چاچا تڑپ اُٹھے۔ اُس کے قریب ہی بیٹھ کر گویا ہوئے۔

''اتنا بہادر بچہ اپنے اردگرد بزدلی اور مایوسی کا ہالہ بنائے کیوں بیٹھا ہے؟ کم از کم مجھے ایسی توقع ہرگز نہیں تھی۔

''وکیل چاچا! میں اکیلے ہی اتنے بڑے ڈیزاسٹر کی وجوہات کی کھوج میں ہوں۔ مجھ تک جتنی انفارمیشن پہنچی ہے، وہ میرے یقین کر لینے کے لئے کافی نہیں۔ مجھے تو آپ سب نے تذبذب میں ڈال دیا ہے۔ کبھی حمزہ بالکل بے گناہ میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے تو کسی وقت وہ سر سے پاؤں تک غلاظت میں لت پت مجھ سے نظریں چراتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ زیادتی ہم دونوں پر کیونکر کی گئی ہے؟ لڑکی جب ایک بار نکاح نامے پر دستخط کر کے اس سے ہر طرح کے نشیب و فراز میں ساتھ نبھانے کا عہد کرتی ہے تو جسم کا انگ انگ اس کا ہونے کی گواہی بن جاتا ہے۔ زبان مل جاتی ہے رگ و پے کو۔'' وہ خود اعتمادی سے بولی۔ ''وکیل چاچا! میں نے والدین کی لاج رکھتے ہوئے حمزہ سے اقرار کیا اور پیار کرنے لگی۔ مجھے اس سے عشق ہے اور حمزہ کو مجھ سے دیوانگی اور جنون کی حد تک محبت ہے۔ میرا دل کیسے یہ تسلیم کر لے کہ وہ کیریکٹر وائز ایک شیطان اور درندہ ہے۔''

''بیٹا! تمہیں یقین کرنا پڑے گا۔ اُس میں ہر وہ بری خصلت پائی گئی ہے، جن کے ساتھ تم ایک دن بھی نہیں گزار سکتی۔'' وہ نرمی سے بولے۔

''مثلاً؟'' میں سننا چاہوں گی وکیل چاچا!''

''لمبی چوڑی تمہید نہیں باندھوں گا۔ بس یہ بات ذہن نشین کر لو کہ شاہ جی کے پاس ان گواہوں کی لسٹ موجود ہے جن کی مخبری نے اُسے برہنہ کر دیا۔ ڈرنک، جوا اور

عورت اُس کی کمزوری ہے۔ وہ عورت کو دیکھ کر اپنے سنسز میں نہیں رہتا۔ بیٹا! والد اور بھائی آنکھ سے زہر دیکھ کر کیسے نوش کر لیں؟ اور یہ فیصلہ کرنے میں مصطفیٰ نے جلد بازی نہیں کی۔ خوب چھان بین اور تسلی کے بعد یہ قدم اٹھایا گیا ہے۔'' وہ نہایت پیار سے سمجھا رہے تھے۔

جوہی، وکیل چاچا پر اندھا اعتماد کرتی تھی، پھر بھی متذبذب سی ہو کر بولی۔

''وکیل چاچا! مجھے آپ کی ہر بات پر یقین ہے۔ لیکن حمزہ پر بھی بے اعتباری نہیں۔''

''بیٹا! خود کو اس سراب سے جتنی جلدی نکال لو گی، اتنی جلدی اس کڑوی حقیقت کو تسلیم کر لو گی۔ مانا کہ نصیحت کرنا عمل کرنے سے آسان اور بہت سہل ہے۔ مگر کوشش تمام مشکلات کا حل ہے۔ تمہاری زندگی اتنی سستی اور بے وقعت نہیں کہ ایک دغا باز مرد کی یادوں اور پچھتاوؤں میں گزار دو۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''مجھے مصطفیٰ بھائی کی عقل پر بھروسہ نہیں۔ معاملہ کچھ فشی سا ہی لگ رہا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔ ''کہیں گڑبڑ ضرور ہے۔ غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے ان کو۔''

''بیٹا! مصطفیٰ کا بس چلتا تو وہ تمہاری شادی سولہ سال کی عمر میں کر دیتا۔ پھر بھلا وہ یہ نکاح کیونکر توڑتا۔ جبکہ تم جانتی ہو، وہ طلاق کو ہمیشہ حرام قرار دیتا آیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بھی طلاق کو نازیبا اور ناشائستہ قرار دیا ہے۔ پھر بھی اس نے تمہاری خوشی اور آبادی کی خاطر اپنے ان نامناسب خیالات کو برطرف کر دیا۔ مجھے تو تمام حالات کے پیش نظر مصطفیٰ کا فیصلہ قرین عقل کی گواہی دیتا ہے۔'' وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

''وکیل چاچا! آپ کا کہنا درست ہے۔ سوچنے کا مقام ہے۔ یعنی یہ عمل شک اور بے یقینی کی بنیاد پر سرزد نہیں ہوا۔ مصطفیٰ بھائی حد درجہ جھگڑالو اور فتنہ باز سہی لیکن اپنے خاندان کی عزت کے پاسبان تو ہیں۔ بھلا نکاح توڑ کر اُنہیں کیا فائدہ ہوا؟ سب کے چہروں پر مردنی اور تاریکی چھا گئی ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔

''تم جانتی ہو نا کہ مصطفیٰ تیر کی مانند سیدھا اور خنجر کی طرح کاٹ دار ہونے کے ساتھ پرلے درجے کا غیرت مند بھی ہے۔ میں تو اس کے صبر پر حیران ہوں کہ اس نے اس بدکردار کو آزمانے میں اتنے مہینے جس اذیت میں گزارے ہیں، اس کی فطرت

کے عین منافی ہے۔'' وہ ملائمت سے بولے۔ ''وہ ایسا بھائی ہے کہ مرتے مر جاتا مگر طلاق نہ لیتا۔ کیا یہ رسوائی اور بدنامی شاہ جی قبول کر سکتے تھے؟ آخر سچائی پر ہی فیصلہ کیا گیا ہے۔''

''جی وکیل چاچا! مگر طلاق حمزہ نے خود دی ہے یا اس سے لی گئی ہے؟''

''آئی ڈونٹ نو بیٹا! لینے دینے سے معاملہ نکل چکا ہے۔ اب اس گورکھ دھندے میں کیا پڑنا؟ بس کمپرومائز کرنا۔ یوں سمجھو کہ تمہیں عمر بھر کے لئے جہنم رسید کرنے سے بچا لیا گیا ہے۔ کیا تم ان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں رہنا پسند کرو گی؟ کیا نئی زندگی کو ہنستے مسکراتے ویلکم کہنے کے بارے میں اپنا ذہن وسیع اور دل فراخ کرنے کی کوشش کرو۔ حمزہ کو ایک مضبوط لڑکی بن کر دکھاؤ۔ وہ خود کو سمجھتا کیا ہے؟ جائے، ہماری طرف سے دن میں بیسیوں لڑکیوں سے عشق لڑائے، ہماری بلا سے۔''

وہ جو ہی کو سوچ میں تانا بانا بنتے دیکھ کر اسے تسلی و تشفی دیتے چلے گئے۔

'حمزہ! میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ تم نے میرے دل کو کس گناہ کی پاداش میں توڑ پھوڑ دیا؟ میرے پیار اور چاہ کی تم نے یہ قدر کی؟ تم درندے ہو حمزہ! آئی ہیٹ یو۔'

وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ کئی گھنٹے اسی حالت میں گزر گئے۔ کوئی بھی خبر گیری کو نہ پہنچا۔ جیسے اس کی کسی کو پروا ہی نہ ہو۔ ہر ایک کو اپنا دکھ بہت عظیم اور جان لیوا لگ رہا تھا۔

❀❀❀

بی بی، ہال میں صوفے پر نیم دراز تسبیح کا وِرد کر رہی تھیں۔ سوچ، پریشانی اور فکروں کا پیمانہ اتنا گہرا اور ہمہ گیر تھا کہ انہیں کرن کی آمد کی خبر تک نہ ہوئی۔ میز پر دوائیاں اور پانی کے گلاس کے ساتھ چائے بھی رکھی ہوئی تھی جو کہ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس پر جمی ہوئی پپڑی، بی بی جی کی بے خبری کی غمازی کر رہی تھی۔

کرن نے آنکھوں پر رکھے ہوئے بازو کو پیار و نرمی سے ہٹایا۔

''بی بی جی! پانی گرم اور چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے۔ ہمت کر کے اُٹھیں۔ دوا لیں۔ میں دو منٹ میں آئی۔ اپنی بی بی جان کے لئے کرما گرم چائے لے کر آتی ہوں۔'' کرن محبت آگین لہجے میں بولی۔

''بیٹا! اس جان کو بچا کر کیا کروں گی؟ اس کا نہ مجھے فائدہ ہے، نہ ہی دوسروں کو۔

ختم ہونا چاہتی ہے تو ہونے دو بیٹا!'' وہ بے بسی سے بولیں۔

''یہ کیا بات ہوئی بی بی جی! اگر آپ نے ایسا سوچا بھی تو یہ حویلی ڈھے جائے گی۔ آپ تو ستون ہیں اس حویلی کا۔'' کرن نے ان کے منہ میں گولی ڈالی اور پانی پلانے لگی۔

''ایک بڑھاپا، دوسرا اکلاپا۔ جویریہ! تُو مجھ سے رُوٹھ کر نہ جانے کہاں چلی گئی ہے۔ کمرے سے باہر دِکھتی ہی نہیں۔'' لہجے میں بے پناہ دکھ سمٹ آیا تھا۔ ''میں کسی لحاظ سے ایک اچھی ماں ثابت نہیں ہوئی۔ یہی دکھ کھائے جا رہا ہے۔''

''دراصل بی بی جی! نکاح کے بعد جوہی، حمزہ سے بہت محبت کرنے لگی تھی۔ ابھی تو وہ شاک میں ہے۔ اس سے نکلنے کے لئے کچھ تو وقت چاہئے نا۔'' کرن آہستگی سے بولی۔ ''جوہی کو ہاسپٹل جانے سے روک کر آپ نے بہت برا کیا ہے اس کے ساتھ۔ صبح کی گئی جب شام کو گھر لوٹتی تو کافی حد تک بہل چکی ہوتی۔ اب دن رات کمرے میں مقید ایک ہی سوچ میں محو رہنے سے مایوسی اور اُداسی بڑھنے کے امکان ہیں۔ وہ نارمل نہیں ہو سکتی۔ وہ بیمار پڑ جائے گی۔''

''مجھے تو اس کی فکر کھا گئی ہے کرن! اس گھر میں میری کبھی چلی ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔'' بی بی جی حسرت بھرے لہجے میں بولیں۔

''آپ کی صرف مصطفیٰ بھائی کے سامنے نہیں چلتی۔ شاہ جی تو باکمال انسان ہیں۔ آپ کی زندگی ان کے ساتھ خوب گزری۔ لیکن اس بار انہوں نے بھی ہتھیار ڈال کر ہم سب کے لئے اچھا نہیں کیا۔ کم از کم جوہی کو یوں قید کی سزا سنا دینا بہت بڑا ظلم ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''بس مجبوری ہی سمجھو۔ تم میرے دل کے پھپھولے تو دیکھو۔ تم نہیں جانتی کہ بھلا کیا ضرورت تھی اس نامراد کی پٹائی کرے گی اور پھر سینے پر بندوق رکھ کر طلاق لکھوانے کی؟ .....وکیل بھائی سے مشورہ ہی کر لیا ہوتا۔ اب دشمنی تو شروع ہو ہی گئی ہے نا۔ ہم جویریہ کو گھر سے باہر ایک منٹ کے لئے بھی نکلنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ وہ اُٹھا کر لے گئے تو یہ پگڑیاں اور پیری فقیری مٹی میں رُل جائیں گی۔'' وہ آنسو صاف کرنے لگیں۔

''او مائی گاڈ!..... یہ کیا ہے مصطفیٰ بھائی نے؟'' کرن سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''شکر کریں کہ جان بچ گئی کم بخت کی۔ ورنہ آج ہماری عزت کی دھجیاں اُڑ گئی ہوتیں۔ قانون مصطفیٰ کو سزا دیئے بغیر نہ رہتا۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر شکر ادا کرتے ہوئے بولیں۔

''بی بی جی! ہم کورٹ کے ذریعے خلع لے سکتے تھے۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ایک تو مصطفیٰ بھائی بہت جذباتی انسان ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ حمزہ کا خاندان تعلیم یافتہ اور بے حد سلجھا ہوا ہے۔ دنگا فساد کرنا اور گولی چلانا ان کے بس کا روگ ہی نہیں۔ شہری لوگ ہیں، کیا بدلہ لیں گے؟'' کرن نے سمجھانے اور تسلی دینے کے انداز میں کہا۔ ''آپ فکر نہ کریں۔''

''پھر بھی محتاط رہنا ضروری ہے۔ بیٹی کی عزت ایک بار چلی جائے تو پھر کروڑوں لگا کر بھی واپس نہیں مل سکتی۔ بیٹا! تم ہی جا کر اسے کچھ حوصلہ تسلی دو۔ ہائے ہماری بچیاں۔ ایک دفعہ بن دیکھے اور اَن چاہے بھی لڑکا نام لگ جائے تو تن من دھن سے اُسی کی ہو جاتی ہیں۔ بس اُنہی کے خواب، اُنہی کے خیالوں میں کھو جاتی ہیں۔ اب تم اسے سمجھاؤ کہ وہ اس کے نام سے اُتر گیا ہے تو وہ اسے دل سے بھی کھرچ کر نکال ڈالے۔'' وہ دکھ سے بولیں۔

''بی بی جی! کاش دلوں میں بسنے والے آسانی سے نکل جاتے۔'' کرن کی آواز بھرّا گئی۔ ''وہ تو اس سے والہانہ محبت کرنے لگی ہے۔ اسے عمر بھر بھول نہیں پائے گی۔''

''اس لئے تو ہم اس کا رشتہ طے کرنے والے ہیں آج کل میں۔'' وہ رازداری سے بولیں۔ ''اسے سمجھاؤ، اُس غنڈے بدمعاش کو بھلا دے۔''

''بی بی جی! اُسے اس سانحے سے باہر تو نکلنے دیں۔ دوسرا چند ہفتوں بعد پارٹ تھری کا ایگزام ہے۔ آپ ساتھ دیں گی تو وہ یہاں سے امتحان کے لئے نکل سکے گی۔'' کرن نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''کیا کرے گی پڑھ کے؟'' وہ پریشان سی ہو گئیں۔

''بی بی جی! وہ آپ کی طرح گھٹ گھٹ کر اور خاندان بھر کی خدمت گزاریاں کر کے زندگی نہیں گزار سکے گی۔ آج اس گھر میں آپ کی بات کو اہمیت نہیں دی جاتی،

آپ کو فیصلہ سنایا جاتا ہے۔ مشورہ لینے میں ہتک محسوس ہوتی ہے سب کو۔ جوہی آپ سے اور اس خاندان کی تمام لڑکیوں سے سوچ، سمجھ اور مزاج میں بالکل مختلف ہو چکی ہے۔ اس آخری ایگزام میں اس کا ساتھ آپ نہیں دیں گی تو بہت ڈپریس ہو جائے گی۔ اسے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔'' کرن تڑپ کر بولی تھی۔

''سب جانتی ہوں۔ میرے اختیار میں جوہی کو منانا اور خاموش کرانا ہی رہ گیا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اس کے باغیانہ ردّیے سے یہ بچی خاندان والوں کی آنکھوں میں چبھنے لگے۔ تم بہت دھیان سے اُسے ایگزام کے لئے لے جا سکتی ہو۔ شاید اسی بہانے ہی میری بچی مجھے معاف کر دے۔'' وہ روتی چلی گئیں، بے بسی اور لاچاری میں۔

''نہ جانے مجھ سے کیوں خفا ہے؟ نہ فون اٹھاتی ہے نہ ہی ہماری طرف چکر لگایا ہے۔ دس دفعہ دروازہ پیٹ ڈالا ہے۔ کیا مجال کہ کچھ شرم و لحاظ ہی کر جائے۔ بی بی جی! اس وقت اُسے ہماری بے پناہ محبت اور ہمدردی کی ضرورت ہے۔'' کرن نے فکرمندی سے کہا۔

''جاؤ اسے سمجھاؤ کہ تمہارے امتحان میں کوئی آڑے نہیں آئے گا۔'' ماں نے بے چینی سے کہا۔ ''تم بھی ذرا پردہ داری ہی رکھنا۔ مصطفیٰ کو خبر نہ ہونے پائے۔''

''بی بی جی! میں اب سمجھی کہ جوہی کی کامیابیوں کی کنجی تو آپ کے ہاتھ میں رہی ہے۔'' وہ ذرا سا مسکرا کر بولی۔ ''ورنہ وہ بھی کب سے آپ جیسی زندگی گزار رہی ہوتی۔''

'بس یوں ہی سمجھو۔ جویریہ کو میری رضامندی کا بتانے سے پرہیز رکھنا۔ ورنہ میری شہہ کو محسوس کرتے ہوئے بالکل ہی بے لگام ہو کر باپ اور بھائیوں کے روبرو کھڑی ہو جائے گی۔ بس بیٹا! میری یہی دعا ہے کہ وہ اپنے گھر کی ہو جائے۔'' وہ فکرمندی سے بولیں۔

''آپ فکر نہ کریں بی بی جی! کل تو آپ لوگوں کا تھا، آج ہمارا ہے۔ اگر مصطفیٰ بھائی کو یہ علم ہو جائے تو اپنی مرضی اور پسند، جوہی پر مسلط کرنا چھوڑ دیں۔'' وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔ ''اب آپ نے سب کو جلد بازی سے روکے رکھنا ہے۔ جوہی کو امریکہ سے اسپیشلائزیشن کر کے واپس آنے دیں۔ پھر آپ کے جو بھی من میں آئے، کر لیجئے گا۔ فی الحال جوہی کو اس شاک سے نکلنے کا وقت تو ملنا چاہئے۔''

''ہاں بیٹا! مگر میری.....''

بات وہیں رک گئی۔ کیونکہ مصطفیٰ سامنے آ گیا تھا۔ کرن سرعت سے جوہی کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

''کوئی نئی پٹیاں پڑھانے آ گئی ہے یہ۔'' وہ کرن کو جاتے دیکھ کر بولا۔

''ایسی بات نہیں۔ جوہی بہت پریشان ہے۔'' ماں نے بے بسی سے کہا۔

''عاقبت نااندیش لڑکی ہے۔ اور ہمیشہ کی طرح بھوک ہڑتال کر رکھی ہو گی۔ بھلا بھوکا اور پیاسا رہنے سے کبھی کوئی مرا ہے؟ نہ یہ پیدا ہوتی، نہ ہی ہمیں دو ٹکے کے لوگوں سے منہ مارنا پڑتا۔'' مصطفیٰ نے تنک کر کہا۔

''بیٹا! اگر ہر لڑکی اپنے نصیب خود لکھوانے کا اختیار رکھتی تو آج تم دیکھتے کہ اس دنیا کے طور طریقے ہی مختلف ہوتے۔ بس تم اب اسے کچھ نہ کہنا۔ اپنے کام سے کام رکھو۔ پہلے ہی جو بھی ہوا، بہت برا ہوا۔'' وہ درد بھرے لہجے میں بولیں۔

''وہ آپ کی شہہ پر ہی تو اپنا مقدر سنوارنے نکلی تھی۔ مجھ سے ذرا بات تو کرے کہ ان موٹی کتابوں نے اسے کیا دیا ہے؟ آج خود بھی عمر بھر کے لئے طلاق کا بدنما انمٹ داغ، پیشانی کا ٹیکہ بنائے ذلت و رسوائی کا سبب بنی اور ہمیں بھی باہر کی دنیا میں جواب دہ ہونے کی شرمندگی سے دوچار کر دیا۔ حمزہ کے والدین نے دنیا میں ڈھنڈورا پٹوا کر ہماری شان و آن کو خاک میں ملانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کا انتقام تو لے کر رہوں گا۔ آج ہمارے خاندان کا نام ہر ایک کی زبان پر اُچھل رہا ہے۔ لوگ اس بدبخت کو ڈاکٹرنی کہہ کر طنزیہ لہجے میں باتیں بناتے ہیں۔ بڑے خاندانوں کے بے شمار مرید ہم سے منہ موڑ گئے ہیں۔ اب میں آپ سے اطلاعاً عرض کرنے آیا ہوں کہ اگر یہ رشتہ جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، اگر جوہی یا آپ کی بد دماغی کی وجہ سے نہ ہو سکا تو اُس نصیبوں جلی کو تو میں کمرے میں قید کر کے مار دوں گا۔'' مصطفیٰ آہستہ مگر کڑواہٹ بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

''جاؤ، میری آنکھوں سے دُور ہو جاؤ۔ تم نے میری بچی کی طرف آنکھ بھی اُٹھا کر دیکھا تو پھر دیکھو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ کان کھول کر سن لو کہ تم نہ تو میرے باپ ہو، نہ ہی بھائی۔ اور نہ ہی میرا تم سے رشتہ بیوی کا ہے۔ تم میری اولاد

ہو۔ ماں تمہارے رعب میں آ گئی تو سمجھو کہ میں نے تمہیں جنا ہی نہیں۔'' وہ غصے سے بولیں۔

''ذرا اپنی بیٹی کو سمجھا دیجئے کہ کہیں ہمارا منہ ہی کالا نہ کر دے۔ وہ لوگ مجھ پر قاتلانہ حملے کی ایف آئی آر درج کروانے کی کوشش میں ہیں۔ ہم بھی ایسے گئے گزرے تو ہیں نہیں کہ وہ پرچہ کٹوانے میں کامیاب ہو جائیں۔ دوسرا کیس طلاق کو جھوٹا قرار دے کر جویریہ کی رضامندی لینے کا ہے۔ اسے سمجھائیں کہ کہیں وہ ہمیں اُس نامراد کی خاطر دغا نہ دے جائے۔'' وہ قدرے دھیمے لہجے میں بولا۔

''یعنی تمہاری بے وقوفانہ حرکتوں کی وجہ سے پانی سر سے گزرنے والا ہے۔'' بی بی جی فکرمندی سے بولیں۔ ''اس معاملے میں اب جو ہی تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ چلی جائے گی۔ کیونکہ وہ اسے بے پناہ پیار کرنے لگی ہے۔ اور پیار وہ احساس ہے جس میں دوسروں کی خامیاں بھی خوبیاں بن کر دل و دماغ پر چھائی رہتی ہیں۔ مگر تم کیا جانو، تم نے اپنے سوا کسی سے پیار کیا ہو تو جان پاؤ۔ اب یہ میرے بندھے ہاتھوں کی لاج رکھ لینا۔ کوئی نیا گُل نہ کھلا دینا جس کی بدبو سے ہم سانس بھی نہ لے پائیں۔'' وہ ابھی بھی غصے میں تھیں۔

''بی بی جی! آپ کو مجھ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ آپ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں کہ مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر اس خاندان کی عزت اور جاہ و جلال عزیز ہے۔'' وہ ماں کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

''بس اس بڑھاپے میں جیل میں چکی نہ پسوا دینا بیٹا!.....رشتہ کسی مہذب طریقے سے توڑا جاتا تو بہتر تھا۔ تم نے جذباتی اور جنونی پن میں اس خاندان پر جو زیاتی کی ہے، وہ لوگ کبھی بھولیں گے نہیں۔ مسائل کا حل زور آوری نہیں تم نے جو بھی کیا، بہت برا کیا۔ ایک نئی دشمنی کا بیج بو ڈالا۔ اللہ معاف کرے۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے دکھی لہجے میں بولیں تو مصطفیٰ خاموشی سے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

❀❀❀

جوہی، کرن کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہی تھی۔ خوب بولنے کے بعد کرن ہار کر خاموش ہوگئی تو ایک طویل توقف کے بعد جوہی درد سے کراہتی ہوئی بولی۔

''مجھے تم سے صرف ایک سوال کا جواب چاہئے کہ حمزہ کے مزاج اور فطرت کو جانے پہچانے بغیر تم نے مجھے اس سے ملنے پر آمادہ کیوں کیا تھا؟''

''میرے کہنے پر۔ کیونکہ حمزہ بظاہر تو بے حد ڈیسنٹ انسان معلوم ہوتا ہے۔ کل بھی، آج اور آنے والے کل میں بھی۔ کیونکہ اس کی پرسنالٹی ہی ایسی ہے۔ اندرونی حالات اور فطرت کو دوسرا کیا جانے جبکہ عموماً ہمیں اپنی ذات میں چھپی ہوئی شیطانیت کا خود بھی اندازہ نہیں ہوتا۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ آخر کو تم دونوں میاں بیوی کے حسین بندھن میں مقید تھے۔ مجھے کہیں سے بھی میل ملاپ رکھنے میں قباحت نہیں لگی تھی۔'' کرن سنجیدگی سے بول رہی تھی۔ ''زمانہ بدل چکا ہے۔ تم مجھے قصوروار مت ٹھہراؤ۔''

''تو اب اس کی اصلیت کے بارے میں سن کر یقین ہوا ہے کہ نہیں؟'' وہ خفگی سے بولی۔ ''حد درجے کا عیاش انسان نکلا۔''

''آئی ایم سوری جوہی! میں خود کو بہت سمجھ دار، چالاک اور ہوشیار سمجھتے ہوئے ہر بات اور ہر کام میں پُراعتماد رہا کرتی تھی۔ اپنے بارے میں بے شمار خوش فہمیاں تو درگور ہوئیں۔ میں تمہاری مجرم ہوں۔'' کرن کی آواز بھرّا گئی۔ ''تمہارے دل میں اُلفت کا بیج بونے والی میں ہی تو تھی..... وہ مردانہ وجاہت کا شاہکار، ایڈونچر کا دلدادہ اور ہر دم طنز و مزاح کے موڈ میں ہنستا مسکراتا ہوا حمزہ اندر سے کیا نکلا؟ پیار و عشق کی حرمت اور

پاکیزگی کو دھوکے کی بھینٹ چڑھا دیا۔''

''مجھے اس کے چھوٹنے کا افسوس نہیں کرن! مجھے تو اپنے لُٹ جانے کا دکھ ہے۔ دل کا لُٹ جانا، وجود کے لُٹ جانے سے زیادہ کرب ناک ہوتا ہے۔''

''زیادہ فکرمند بھی اسی وجہ سے ہوں۔'' کرن دکھ سے بولی۔

''جانتی ہوں، میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ اس خوب صورتی پر اسے ملتی رہی۔ مگر میں نے بروقت اُسے سزا سنا دی، نہ ملنے کی۔ اور وہ دوسری لڑکیوں کی طرف مائل ہو گیا۔ اتنا کم ظرف، کمزور اور بے دید نکلا۔ لڑکیوں کو پھنسانا اس کے لئے قطعاً مشکل نہیں۔ اس کی زبان میں جادو اور اس کی اداؤں میں ایسی لگاوٹ اور اپنائیت ہے کہ مجھ جیسی مضبوط لڑکی بھی اس کے سحر سے نہ بچ سکی۔ بے وقوف بن گئی۔ ہر روز کا ملنا رہا۔ میں خود کو معاف نہیں کر سکتی۔'' جوہی کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔

''جوہی! ایک بار اس سے مل کر اس کے منہ پر تھوک تو دیتی۔ اور اس کے چہرے پر کس کر کرارا سا تھپڑ تو رسید کر دیا ہوتا۔ کم از کم تمہاری روح کو کچھ تو اطمینان ملتا۔'' کرن نے تڑپ کر کہا۔

''میں اس کی شکل تو کیا، آواز تک سننا نہیں چاہتی۔ دن میں دس بار فون کرنے کا فائدہ جب اُس نے مجھے اپنی زندگی سے نکالنے کی سند ہی بھیج دی ہے۔ اب اپنی زبان کی مٹھاس اور جادو سے مجھ سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟ میں نے اپنی سم بدل لی ہے۔ اب مارتا رہے ٹکریں..... ''تم کان کھول کر سن لو کرن!'' وہ نفرت آگیں لہجے میں بولی۔ ''تمہیں تو کبھی معاف نہیں کروں گی۔''

''جوہی! میں نے یہ ملاپ انڈر اسٹینڈنگ کے لئے کروایا تھا۔ مگر یہاں تو ضرورت سے زیادہ ہی ایک دوسرے کو جان لیا گیا۔ میرا قصور قابل معافی ہے جوہی! اور مجرم تم بھی نہیں ہو میری جان! جو ہوا، سب بھول جاؤ۔ تم ایک عام لڑکی نہیں ہو جوہی! پڑھی لکھی، باہوش اور با اختیار ڈاکٹر ہو۔ تعلیم کے حصول کے فوائد آج تم میں نمایاں طور پر نظر آنے چاہئیں۔ ہمت پکڑو اور کھڑی ہو کر دکھاؤ۔ یوں گھٹ گھٹ کر مرنے والوں کو دنیا والے عزت دیتے ہیں، نہ ہی ہمدردی جتاتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ زندگی بے کار اور

بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔'' کرن نے دکھی لہجے میں کہا۔

''وقت بہت عظیم مرہم ہے۔ دل پر لگے ہوئے دھوکے بازی اور فریب کاری کے کچوکے اور زخم تو بھر ہی جائیں گے۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ''یہ تو میں نے اپنے دل و دماغ سے تہیہ کر لیا ہے کہ آئی وِل ناٹ میری اگین۔ اپنی بے گناہی سے چھلنی چادر کو کن دلائل سے پیوند لگا سکوں گی؟ اس سوسائٹی کے اصولوں کے مطابق میں گنہگار، قصوروار اور حد درجے کی احمق اور کمزور کہلائی جاؤں گی۔ کیونکہ میں لبرل خاندان سے نہیں ہوں۔ اور ہر وقت دوسروں کی زبان سے ادا ہونے والا خطاب، طلاقی بھلا کیسے برداشت کروں گی۔ سو یہ راستہ تو ہوا بند ہمیشہ کے لئے۔ خوشی کا مقام ہے۔''

''اللہ وِل ڈو دی جسٹس۔'' کرن نے یقین سے کہا۔

''کرن! آئی ڈونٹ وانٹ ٹو لو ہیئر اینی مور۔ میرے لئے یہ گھر اور پیار کرنے والے والدین اور دوسرے خونی رشتے چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ پھر بھی سب کے ذہنی سکون کے لئے میں یہ ملک چھوڑنا چاہتی ہوں۔ ورنہ ہر دم ہر ایک کی آنکھوں میں چبھتی رہوں گی۔ اب مجھ میں دوسروں کی نظروں کی نفرت اور باتوں کی کڑواہٹ برداشت کرنے کی ہمت نہیں رہی۔ صحیح معنوں میں ہار گئی ہوں، اس زمانے کی بے ڈھنگی چالوں کے سامنے۔ یہاں سے دُور جانا چاہتی ہوں..... سب کی نظروں سے اوجھل ہونا چاہتی ہوں۔''

''اُف..... پارٹ تھری کی تیاری اس سوگ پر قربان ہو کر رہ گئی ہے۔'' کرن نے اس کے آنسو صاف کئے تو وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر زور زور سے رونے لگی۔ ''تم نے جو بھی سوچا، بہت اچھا سوچا ہے۔ پھر رونا کیسا؟'' کرن اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

''آج کا رونا الوداعی ہے کرن! آج کے بعد میری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آئیں گے۔ بس تم میرا ساتھ زندگی بھر نہ چھوڑنا۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

''بی بی جی ہمیشہ یہی سمجھتی رہیں کہ وہ اس گھر پر حکمرانی کرتی ہیں۔ ہم سب ان کی رعایا ہیں۔ اور ہر بات میں جیت انہی کی ہوتی ہے۔ کیسی چھوٹی سوچ ہے ان کی۔ وہ اس گھر کی چار دیواری میں سب کے ظلم سہہ کر صبر سے اپنا وقت پاس کرنے کو فتح مندی

کا نام دیتی رہیں۔ کتنی بھولی اور معصوم ہیں۔'' جوہی نے دکھ سے کہا۔ ''میں جہاں بھی گئی، انہیں اپنے پاس بلالوں گی۔ سب دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔''

''شی اِز اے اسٹرانگ لیڈی۔ بھلا وہ اپنی اسٹیٹ کیونکر چھوڑیں گی؟ بس اب تمہاری فکر میں گھر گئی ہیں۔'' کرن نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائیں گی۔ جب تمہیں خوشحال دیکھیں گی، تمام درد فراموش کر بیٹھیں گی۔''

''کرن! اگر وہ مضبوط ہوتی تو آج میرا حال یہ نہ ہوتا۔ رشتہ بھی بغیر دیکھے طے ہوا اور ٹوٹا بھی ان کی شمولیت کے بغیر۔ میں اس معاشرے میں ایک کمزور ماں کی کمزور بیٹی بن کر ان جیسی زندگی نہیں گزاروں گی، یہ فیصلہ تو ہو چکا۔ جسے بدلنا ناممکن ہے۔'' وہ سختی سے بولی۔

کرن کے موبائل پر اسی سے رِنگ ہوئی تو کرن نے نمبر دیکھ کر جوہی کو بتایا کہ حمزہ کا فون ہے تو وہ دانت پیس کر بولی۔

''طلاق کے بعد اس کا مجھ پر یا تم پر کوئی حق نہیں رہا۔ جناب کی شان میں فقط سوال کرنے سے ہی فرق آ گیا اور فوراً طلاق منہ پر دے ماری۔ مصطفیٰ بھائی کا کچھ لحاظ ہی کر لیا ہوتا۔ مجھ سے اس موضوع پر بات کر لی ہوتی۔ مے بی اتنا ڈیزاسٹر نہ ہوتا۔''

''مجھے لگتا ہے وہ تم سے ملنے کی کوشش بھی کرے گا۔'' کرن نے اپنا خدشہ بتایا۔

''دغا باز اور جھوٹا مرد بہت بزدل اور ڈرپوک ہوتا ہے۔ میرا سامنا کرنے کی اس میں اتنی ہمت اور جرأت کہاں؟ ڈونٹ وری۔'' جوہی نے خود اعتمادی سے کہا اور کرن نے اپنا موبائل بند کر دیا۔ اسے حقیقت نہ بتا سکی۔

❀❀❀

حمزہ ہسپتال سے واپس گھر آیا تو والدین کے غصے اور نفرت کی شدت دیکھ کر اپنی بے بسی و لاچارگی پر ماتم کناں ہو گیا۔ اسے ابھی تک اس ظلم و تشدد کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس کے چہرے پر نقاہت اور درد کے آثار نمایاں تھے۔ پیشانی پر ہلکی سی پٹی کھول کر اس نے زخم کو دیکھا۔ زخم گہرا نہیں تھا۔ چند دنوں میں بھر تو گیا تھا، مگر دل کو پاش پاش کر دینے والی تکلیف اور کرب کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک رہا تھا۔ بڑھی ہوئی شیو سے وہ کسی سیریس بیماری کا شکار لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں ویرانی اور اُجڑا پن اندرونی

کیفیت کی غمازی کر رہا تھا۔ شکن آلود ملگجا نائٹ سوٹ پہنے لیٹا تھا۔ ماں نے دس منٹیں کر ڈالیں کہ غسل کرنے کے بعد وہ فریش ہو کر بہتر محسوس کرے گا۔ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ بے عزتی اور زیادتی کا دکھ اسے کھائے جا رہا تھا۔ ماں نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی۔

''ایسے دقیانوسی، کم ظرف اور غنڈہ گروپ سے ناطہ جوڑنا بے وقوفی اور نادانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ لڑکی کی شکل پر ہی مر مٹنے کی کم عقلی کی جو مثال ہم نے قائم کی ہے، خاندان والے مدتوں تک اسے یاد کر کے ہمارا تمسخر اُڑاتے رہیں گے۔ تم مرد بنو اور دل میں جسے بسائے مجنوں بنے بیٹھے ہو، جلد از جلد اس فیز سے باہر نکل کر دیکھو۔ تمہیں رشتوں کی کمی ہے نہ ہی پیار و عزت کا فقدان ہے۔ مِس میچ کی غلطی کا خمیازہ تو ہم نے بھگت ہی لیا ہے۔''

''پلیز ماما! اب شادی کا نام بھی سن کر نفرت آتی ہے مجھے۔ اگر میری زندگی سے جوہی پلک جھپکتے ہمیشہ کے لئے غائب ہو سکتی ہے، جو مجھ پر جان چھڑکتی تھی تو میں کسی اور پر اعتبار کیسے کر سکتا ہوں؟..... ماما! میرا دل کہتا ہے، جوہی کا اس دھاندلی میں کوئی ہاتھ نہیں۔'' وہ تڑپ کر بولا۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟ اسی کے کہنے پر سب کچھ ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ سیّد زادی کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو۔'' ماں نے حقارت سے کہا۔ ''میں نے سینکڑوں نیک پروین، باپردہ سیّد زادیاں اپنی زندگی میں غلاظت میں منہ کے بل گرتے دیکھی ہیں۔''

''ماما پلیز۔ جوہی کے لئے ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ شکل و صورت تو عارضی حُسن ہے، وقت کے ساتھ ماند پڑ جاتا ہے۔ مجھے تو اس کے بلند کردار اور حُسنِ سلوک اور اعلیٰ اخلاقیات سے محبت ہوئی اور پھر عشق، جنون کی حدوں کو چھونے لگا تھا۔'' وہ تلملا اُٹھا تھا۔ ''ماما! ہم جوہی کو کورٹ کے ذریعے حاصل کریں گے۔ ورنہ میں یہاں نہیں رہوں گا، جہاں شرافت و انسانیت کے لئے لاقانونیت اور ظلم و ستم، تشدد اور زیادتی پر سراسر بے انصافی منہ چڑا رہی ہو۔ اس حالتِ ندامت اور احساسِ بے بسی و لاچارگی میں، میں ہر پل موت اور حیات کی اذیت میں مبتلا رہوں گا۔ اس ملک سے لگاؤ، اس کی دھرتی سے پیار اور اس کے مکینوں سے عشق ہی تو مجھے یہاں کھینچ لایا تھا۔ مگر میرے ان جذبوں

کی بے قدری اور بے حرمتی کی گئی تو اس ملک کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دوں گا اور یہاں سے آپ اور اپنے تمام بہن بھائیوں کو بھی نکال لوں گا، اگر جو ہی مجھے نہ ملی تو۔''

''ایک لڑکی کی خاطر اتنا بڑا فیصلہ؟'' ماں نے حیرت سے کہا۔

''وہ لڑکی غیر نہیں ماما! میری بیوی ہے۔ میں اس زور آوری اور غنڈہ گردی سے لکھوانے والی طلاق کو نہیں مانتا ماما! میں اسے مل کر تمام پچویشن بتاؤں گا تو وہ مان جائے گی میری ہر بات کو۔ اور میری خاطر اپنوں کو چھوڑ دے گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں۔'' وہ اُمید بھرے لہجے میں بولا۔

''تمام کیا دھرا اُسی کا تو ہے۔ ورنہ بھائی کی کیا مجال؟'' ماں نے دکھ سے کہا۔

''میری بات پر یقین کرو۔ اسے تم سے بہتر لڑکا مل گیا ہوگا۔ آج کل کی لڑکیوں سے اللہ ہی بچائے۔ پہلے زمانوں میں لڑکے، لڑکیوں کا پیچھا کیا کرتے تھے۔ آج لڑکیاں خود آفر کرنے میں پہل کرتی ہیں۔ تم ان چکروں میں نہ ہی پڑو تو بہتر ہے۔ اپنا گھر بساؤ اور اس ٹریجڈی کو بھولنے کی کوشش کرو۔ چھ فٹے مرد ہو۔ ہمت، جرأت اور حوصلہ بھی جثے کے مطابق ہی ہونا چاہئے۔ مجھے سب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا بیٹا!''

وہ ماں کی باتوں سے اتفاق تو نہ کر سکا مگر خاموش ہو گیا۔ وہ ماں کو کیا سمجھاتا، کیا بتاتا کہ جو ہی اس کی وفادار، تابعدار اور بے حد محبت و احترام کرنے والی بیوی ہے جس پر وہ آنکھیں بند کئے اعتبار کر سکتا ہے۔ کافی سوچ بچار کے بعد ماں کا ہاتھ پکڑ کر المناک لہجے میں بولا۔

''آپ نے ہمیں شرافت و انسانیت کا درس دے کر پروان کیوں چڑھایا ہے؟ اس معاشرے کے مطابق ہماری تربیت کی ہوتی تو آج ہم پر وار نہ ہوتا۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا! سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔'' وہ حمزہ کی پریشانی کو دور کرنے کی کوشش میں بولیں۔ ''چور اُچکے چودھری تے غنڈی رَن پردھان..... ہم پر ہجرت واجب ہو گئی ہے۔ تم سچائی پر ہو بیٹا! دنیا تمہارے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہے۔ انتخاب تمہارا ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے تمہیں۔ جہاں رہو خوش رہو۔ جلد یا بدیر ہم تمہیں جوائن کر لیں گے۔ اپنی نئی دنیا میں نئی زندگی کی شروعات کریں گے۔ جہاں انصاف ہوگا۔ اور اس ایک اصول کے دائیں بائیں، اوپر نیچے بے پناہ

مسرتیں، کامرانیاں اور شادمانیاں محوِ رقص ہوں گی جہاں انصاف کی جڑ سے اُگنے والا یہ تناور درخت ہاتھ پھیلائے مظلوموں کو اپنی آغوش میں لے کر انہیں اطمینان و سکون جیسی دولت سے مالا مال کرنے کو ہر وقت تیار ملے گا۔ میرے بچے! ہم بائیکاٹ کرتے ہیں اس لاقانونیت کا۔'' ماں پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی اور حمزہ کے حوصلوں میں ماں کے ہر آنسو نے اُمید و آس کے نئے رنگ بھر دیئے۔

''میں اس حسین ملک میں کلاشنکوف کے ذریعے اپنے لئے انصاف نہیں چھینوں گا۔ اے میرے وطن! میرا تم سے وعدہ ہے کہ دہشت گردی اور چور بازاری کے خلاف آواز اُٹھاؤں گا۔ اور ایک دن تیری آغوش کے مزے لوٹنے واپس ضرور آؤں گا۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ وطن کی عقیدت اور محبت میں اور اس کی جدائی اور دُوری کے احساس میں۔

'آہ! کتنے ہی لوگ بحالتِ مجبوری اپنی ماں کی جھولی کے تحفظ کو چھوڑ کر غیروں کی دنیا میں جا بسے اور اپنی ذہانت و فطانت سے وہاں کی ترقی میں اہم کردار بن کر نام کما گئے۔ کیونکہ وہاں ہر معاملے میں ان سے انصاف برتا گیا اور ان کی قدر دانی کی گئی۔' وہ دیر تک افسردگی سے سوچتا رہا۔

'میری مقدس دھرتی ماں کی محنتوں اور مشقتوں سے حاصل کردہ کریم ایکسپورٹ ہو رہی ہے۔ اور باقی ماندہ دودھ یہاں کی بلّیوں، کتوں اور درندوں کا پیٹ بھرنے کا سامان بن گیا۔ یہاں میری حیثیت اِک چیونٹی سے بڑھ کر نہیں۔ آج میری بیوی چھن گئی، کل میری بچی اغوا ہو سکتی ہے۔ میرا بھائی گولی کا نشانہ بن سکتا ہے۔ تو کیا ہم اپنے لئے عدالت سے انصاف حاصل کر لیں گے؟ کیا ہماری شنوائی کے تمام در کھلے ہوں گے؟' وہ دیر تک سوچتا ہوا اس فیصلے پر پہنچا کہ ایک بار جوہی سے ملاقات کرنے کے بعد اپنے لئے نئی راہ کا تعین کرے گا۔

❀❀❀

کتابیں کارپٹ پر بکھری ہوئی تھیں اور دونوں لیپ ٹاپ آن تھے۔ دو موبائل بھی قریب ہی چار جنگ میں مصروف تھے۔ ایک ٹرے میں ڈرائی فروٹ کے چھلکے، پیپسی کے خالی کین اور چپس کے پیکٹ دیکھ کر رت جگے کا گمان ہو رہا تھا۔ جوہی اور کرن بے

سدھ سوئی ہوئی دنیا و مافیہا سے بے خبر تھیں کہ گیارہ بجے فرحت نے دونوں کو گدگدی کرتے ہوئے جگا کر بٹھا دیا۔ انہوں نے وقت دیکھا اور میریٹ جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

❀❀❀

حمزہ رات بھر سو نہیں پایا تھا۔ وہ اپنے پیکڈ لیچ کو بے مقصد ہی کھول کر دیکھنے لگا۔

'میری متاعِ حیات! تمہارے بن میرے پیروں میں بیڑیوں کا احساس کس قدر اذیت ناک ہے۔ اور میری دغا بازی کی جھوٹی داستان پر میرے چلے جانے کی خبر میری بے وفائی کی سچائی بن کر تم پر خنجر برسا کر تمہیں گھائل کر دے گی۔ میں تمہیں جانتا ہوں جوہی! تمہیں مجھ سے بے پناہ نفرت ہو گئی ہے جو مجھے اپنی زندگی سے ایسے نکال دیا جیسے مکھن سے بال۔ کاش! میری بے گناہی کی عرض داشت ہی سن لی ہوتی۔ پھر میں دیکھتا کہ دنیا کی کون سی طاقت ہمیں جدا کر پاتی۔ میری بات کا ایک دن تم یقین کر لو گی کہ میں نے صرف تم سے پیار کیا ہے۔ میری زندگی میں کسی اور عورت کا کبھی دخل ہی نہیں ہوا۔ پھر مجھ پر اتنی بھیانک تہمت کیوں لگا دی گئی؟' وہ خود کلامی کئے جا رہا تھا۔

صبح فجر کی نماز کے بعد مونا کا فون آ گیا۔ حمزہ نے انہماک سے اس کی تمام باتیں سنیں۔ چہرے پر خوشی اور غمی، آس و یاس کے ملے جلے جذبات اُبھرے۔ آنکھوں میں چمک اُبھر آئی اور سیاہی میں ڈوب کر پھر سے اُمید و بیم کی طرف گامزن ہو گئی۔

ہر سانس سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اسی بے قراری میں وقت گزر رہا تھا۔

وہ تیزی سے تیار ہوا اور میریٹ کی پارکنگ میں جا کر جوہی کا انتظار کرنے لگا۔ ساتھ سوچے جا رہا تھا کہ آج کا دن اس کے لئے کس قدر اہم ہے کہ یا تو تختے پر یا تخت پر براجمان۔ جوہی کے روّیے پر منحصر تھا اُس کی تقدیر کا فیصلہ۔ اُس کی خوشیوں کا دارومدار جوہی کے بھروسے اور اعتبار کا محتاج تھا۔

سکیورٹی چیکنگ کے بعد کرن کی گاڑی چند گاڑیوں کے فاصلے پر آ رُکی۔ دونوں باہر نکلیں۔ جوہی کا چہرہ سفید حجاب کے ہالے میں کس قدر پاکیزہ اور پُرنور لگ رہا تھا۔ مگر اُداسی اور مایوسی کی اتنی گہری چھاپ تھی کہ وہ دیکھ کر تڑپ اُٹھا۔ جسامت میں لاغر

پن اور چال میں نقاہت نمایاں تھی۔ اُس کا جی بچے کی طرح بے قابو اور ضدی ہو گیا کہ اسے گلے لگا کر دنیا والوں کی نگاہوں سے چھپا کر اسے آج رات اپنے ساتھ سعودی عرب ہی لے جائے۔ سب ڈھونڈتے رہ جائیں، ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ اور جس ذلت کی تکلیف اور درد سے مجھے بے کل کیا ہے، اسی کیفیت سے سب دوچار ہو جائیں۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ اپنی خودغرضی کو برطرف کئے جوہی کی بہتری کا سوچ کر رہ گیا۔ وہ آج بہت مشکل ایگزام کے لئے جا رہی تھی۔ اس وقت اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ لگا اور گاڑی میں ہی میوزک سے دل بہلانے لگا۔ طبیعت میں بے تابی کے ساتھ اُمید کی کرنیں بھی اُجاگر تھیں۔

اُس نے ہارن کی آواز پر چونک کر سامنے دیکھا۔ کرن اور جوہی، ایگزام سے واپس آ چکی تھیں اور ڈرائیور سامنے والی گاڑی کو ہارن دے رہا تھا۔ اگلی گاڑی غالباً بند ہو چکی تھی۔

حمزہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، تیزی سے اپنی گاڑی سے باہر نکلا اور جوہی کی سائیڈ پر جھک کر التجائیہ انداز میں بولا۔

''جوہی! آئی وانٹ ٹو سے سم تھنگ۔ پلیز باہر آؤ۔ صرف ایک بار میری بات سن لو۔ یقین اور بھروسے کا اختیار تمہیں ہے۔''

جوہی نے چونک کر جھکے ہوئے حمزہ کو قہر آلود نگاہوں سے گھورا اور نفرت سے بولی۔ ''ڈونٹ ٹچ می۔ آئی ڈوانٹ وانٹ ٹو لسن اینی ورڈ۔ گو اوے۔ بہت دھوکا کھا لیا ہے۔ اب کوئی کسر باقی رہ گئی ہے کیا؟''

''جوہی! دنیا والوں کی طرح سنگ دلی اور زیادتی مت دکھاؤ۔ مجرم کو بھی کٹہرے میں اپنی صفائی میں بولنے کی اجازت ہوتی ہے۔ کیا تمہاری عدالت میں بھی بے انصافی، دھاندلی اور ستم گری چلتی ہے یہاں کے قانون کی طرح؟'' وہ درد بھرے لہجے میں بولا۔

''مجھ سے رشتہ آپ توڑ چکے ہیں۔ کس حق کے تحت میں آپ کی بات سنوں؟ مجھے میری ہی نظروں میں گرا کر آپ کو کیا ملا؟..... شیم آف یو۔'' وہ زہر آلود لہجے میں بولی۔

''آپ سے ایسی توقع نہیں تھی حمزہ صاحب! آپ تو ہاتھی کے دانت نکلے۔ اور مجھے

کس قدر شرمسار سا کر دیا ہے جوہی کے سامنے۔'' کرن بھی غصے میں بولی۔ اس سے پہلے کہ حمزہ ان باتوں کا جواب دیتا، اگلی گاڑی نے حرکت کی اور کرن بھی چند سیکنڈ میں یہ جا، وہ جا ہو گئی۔ حمزہ دُکھی اور ملول دل کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا اور بڑبڑایا۔

''بے وقوف! اس دل میں کسی اور کے سمانے کی جگہ تم نے چھوڑی بھی ہے جو دوسروں کی من گھڑت الزام تراشیوں پر پورا بھروسہ اور یقین کر کے بیٹھ گئی ہو؟ بس اتنا سا پیار تھا مجھ سے؟..... آج رات میں ہمیشہ کے لئے تم سے دور جا رہا ہوں۔ کبھی میری یاد ستائی یا میری ضرورت پیش آئی تو میرے دل کے دریچے کھلے پاؤ گی۔ میرے گھر کے دروازے تمہاری واپسی کے انتظار میں ہمیشہ وا رہیں گے۔ اور شناسائی کی خوشبو تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ یہ میرے پیار کا دعویٰ ہے۔'' اُس کی آنکھوں سے دو صاف شفاف اور گرم آنسو نکل کر اس کے دامن میں آ گرے۔ ''ایک الزام کی نذر کر دیا تم نے اپنا پیار۔ مجھ سے کیسی محبت تھی تمہاری، جس کو تم نے با آسانی دل سے نکال دیا؟..... سچی، کھری اور دیرپا اُلفت میں، میں ملوث ہوا ہوں جانم! کہ تمہاری طرف سے زیادتی کے باوجود تمہیں اپنے شعور اور لاشعور سے نکال نہیں سکا۔ مجھے ان خوش آئند لمحوں کا انتظار رہے گا، جب تم میری وفا، عہد و پیمان اور محبتوں پر بھروسہ کر کے میری زندگی میں واپس آ جاؤ گی۔''

❀❀❀

گھر تک گاڑی میں جامد خاموشی چھائی رہی۔ جوہی کی آنکھوں نے آج کتنے مہینوں بعد حمزہ کو دیکھا تھا جو حیران و پریشان تو لگا ہی تھا، مگر ندامت کی ہلکی سی رمق بھی اُس کے چہرے پر نہیں تھی۔ کس قدر بے بسی اور لاچارگی تھی لہجے میں۔ وہ یہ سوچ کر کٹ کر رہ گئی تھی۔ آنسو رخساروں کو بھگو رہے تھے۔ وہ باہر دیکھتے ہوئے سوچوں میں گم تھی کہ وہ رشتہ توڑ کر مجھ سے کیا کہنا چاہتا تھا۔

کمرے میں پہنچتے ہی کرن نے اس ضمن میں بات چھیڑی۔

''جوہی! حمزہ کے چہرے پر گناہ کے نشانات کا ہلکا سا گزر تک نہیں تھا۔ بے بسی میں بھی حد درجے کی خود اعتمادی تھی۔''

''جو بے شرم ہوتے ہیں نا کرن! اُن کو اپنی کسی بھی غیر مناسب اور ذلیل و حقیر

حرکت پر شرمندگی نہیں ہوتی۔'' وہ مری ہوئی آواز میں بولی۔

''جوہی! عقل مند وہ ہے جو ون سائیڈڈ سٹوری پر کبھی کان ہی نہ دھرے۔ یہ کیا ہوا کہ یقینی کیفیت میں مبتلا ہو کر دوسری پارٹی کو ایک لفظ کی ادائیگی کی اجازت نہ دی جائے۔ آئی تھنک یہ سراسر احمقانہ پن ہے۔ ذرا سوچ لو۔ حمزہ سے بات کی جا سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے، تمام ڈیزاسٹر کسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا ہو۔ جوہی! میرا دل کہتا ہے، حمزہ، مصطفیٰ بھائی کی پولیٹکس کا شکار ہوا ہے۔ اُس کے چہرے پر اندرونی سچائی اور نیک نیتی کو میرے دل نے محسوس کیا ہے۔''

''یہ بے ہودہ اور طویل لیکچر اپنے پاس ہی رکھو۔ اب تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔ وہ پیار ہی کیا جو عزتِ نفس کی قربانی مانگے۔ جب اللہ تعالیٰ نے عورت کا بے جان بت بنایا تو اسے اس پر بے پناہ پیار آیا اور پھر اس کے دل میں عزت و تحریم اور شرم و حیا کی روح پھونک کر خون کی سرخی میں سچی وفا اور صداقت و شرافت کی آمیزش سے اُس کے انگ انگ کو پوتر کر دیا۔ عورت کی انا، خود داری، وقار اور خلوص و اخلاص کی پاسبانی کا نام ہے پیار اور عشقِ حقیقی۔ جب اس کی دھجیاں اُڑ گئیں تو پھر کیسی محبت اور کیسی چاہ؟ آج کے بعد اس دیوانے کا میرے سامنے نام بھی نہ لینا۔ میں اسے بھول جانا چاہتی ہوں کرن!'' جوہی سسکیاں دبانے کی کوشش کرنے لگی۔ ''اُس نے مجھے دغا دیا ہے۔''

''تم خود کو کب تک بے وقوف بناؤ گی؟'' کرن نے اُسے پیار کرتے ہوئے کہا اور خود بھی آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی۔

❀❀❀

حمزہ ایئرپورٹ پر اپنوں میں گھرا تھوڑی تھوڑی دیر بعد گرد و پیش متلاشی نظروں سے دیکھ کر دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگتا تھا۔

'مجھے ہر پل اُس کا انتظار کیوں رہتا ہے؟ جبکہ میں جانتا ہوں کہ شی ہیٹس می۔ بھلا وہ مجھے کس رشتے کے توسط سے سی آف کرنے آئے گی؟..... اسے تو علم ہی نہیں کہ میں اس کا شہر ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لیکن یہ سن کر اسے کیونکر دُکھ ہو گا؟ مجھ پر پیار کیوں آئے گا جبکہ میری طرف سے رشتہ توڑنے کی سند اس کے پاس موجود ہے؟ ..... اُس کا آج کا ردِّ یہ ان تمام حالات کے پیشِ نظر بالکل جائز تھا۔ وہ

معصوم کسی معاملے میں قصوروار نہیں۔ اُسے جو بھی بتایا گیا ہے، اُس نے اُس پر یقین کر لیا۔' وہ انہی سوچوں میں غرق تھا کہ اناؤنسمنٹ پر چونک کر اُٹھا اور اپنوں کی دعائیں لیتا ہوا دوسری طرف چل پڑا۔

دوسری طرف جوہی ایک پل کے لئے سو نہ سکی۔ امتحان سے فارغ ہو کر ری لیکس تو بہت تھی۔ کیونکہ اس ایگزام کے بعد اس کی پریکٹیکل لائف کی شروعات ہونے والی تھی۔ اس کی تمام دلی آرزوئیں اور تمنائیں پوری ہونے کا وقت بہت قریب کھڑا اُس سے بغل گیر ہونے کے انتظار میں تھا۔ مگر دل کے چرکے اور ذہنی اختراعات کا کیا کرتی؟ ان سے چھٹکارا حاصل کیسے کرتی؟ حمزہ گناہ گار اور دغا باز ہوتا تو اتنے ملتجیانہ انداز میں اپنی صفائی پیش کرنے کیوں آتا؟ اگر اس نے مصطفیٰ بھائی کے اعتراض پر بذاتِ خود طلاق دینے کا فیصلہ کیا ہوتا تو آج اس کے چہرے پر پچھتاوا اور شرمندگی ہوتی۔ مگر ایسا کوئی تاثر نہ تھا۔

وہ جونہی فجر کی نماز سے فارغ ہوئی تو اُس نے کرن کو فون کر دیا اور کریدنے کے انداز میں سوال کرتے کرتے جوہی نے اصل حقیقت کو پا لیا کہ مصطفیٰ نے حمزہ کو اس کے کیریکٹر کے بارے میں اپنی تمام معلومات گوش گزار کر گن پوائنٹ پر طلاق لکھوائی تھی۔ حمزہ کو انکار کی صورت میں اتنا پیٹا گیا تھا کہ اسے ایمرجنسی میں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا۔

'اتنی بڑی حقیقت کو مجھ سے کیوں چھپایا گیا جب کہ کرن کے پاس تمام انفارمیشن تھی۔ شاید مصطفیٰ بھائی اس رُسوائی کو ہوا نہ دینا چاہتے ہوں۔ آج تک غلطی کرنے والے نے کبھی اپنی غلطی کا اعتراف بھی کیا ہے جو حمزہ اپنی غلطی مان لیتا؟ بار بار آزمانے سے بہتر فیصلہ یہی تھا کہ جلد از جلد اس سے جان چھڑا کر مجھے آزاد اور خودمختار ڈکلیئر کر دیا جاتا۔'

وہ کرن کو خوب گرم سرد سنا چکی تھی۔ مگر سوچ بچار کے بعد تمام حالات و واقعات سے سمجھوتہ کر کے بستر پر لیٹ کر رات بھر کی بیداری کی کلفتوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

❀❀❀

آخر معمولی گفت وشنید کے بعد کرن اور عمیر کا رشتہ ان کی رضامندی لینے کے بعد طے پا گیا۔ عمیر، میاں ارشد کی بڑی بہن کا بیٹا تھا۔ ریذیڈنسی کرنے واشنگٹن جا چکا تھا۔ جب سے جوہی کے ساتھ مس ہیپ ہوا تھا، انہوں نے کرن کا رشتہ اپنی ہی برادری میں کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور عمیر کے ساتھ مناسب اور ہم پلّہ رشتے کا فیصلہ کرنے میں زیادہ مشکل درپیش نہ آئی تھی۔ حالانکہ بڑی آپا نہایت متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھیں، سسرال بھی کافی ماٹھا ثابت ہوا تھا۔ جب سے بیٹے جوان ہوئے تھے، ان کی سنی گئی تھی۔ چاروں بیٹے ایک سے ایک بڑھ کر لائق اور محنتی نکلے تھے۔ اس لئے فرحت نے نند کی ماضی کی مفلسی اور کسمپرسی کو بالائے طاق رکھ کر حالیہ حالات کی جانچ پڑتال کر کے فوراً رشتے کی حامی بھر لی۔ جس پر کرن نے بھی قطعاً اعتراض نہ کیا۔ نہ ہی عمیر نے سوچنے کا وقت مانگا۔ عمیر ریذیڈنسی کا ایک سال گزارنے کے بعد ایک مہینے کی چھٹی پر پاکستان آیا تو والدین نے نکاح کر دینے میں عافیت سمجھی۔

گھر میں خوب رونق اور گہما گہمی کا سماں تھا۔ جوہی کرن کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اُداس اور غمگین۔ کالے رنگ کے کامدانی ڈریس میں سوگوار اور اُجڑی ہوئی بھی آسمان کا تارا لگ رہی تھی۔ ڈھولک پر سہیلیوں کے گیت اور چھیڑ خانیوں کا دور دورہ تھا کہ یکدم فرحت سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے کھڑی ہو گئیں۔ سب لڑکیاں ہی ہی، کھی کھی کرتی ہوئی کرن سے دور چلی گئیں۔ شاہ جی میاں ارشد اور باقی گواہوں کے ہمراہ کرن کے پاس آ کر نکاح کو مکمل کر کے سر جھکائے باہر نکل گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمیر کو لاؤنج میں کرن کے ساتھ بٹھا کر تصویریں لی جانے لگیں۔ وہ دونوں ریلیکس باتیں کر رہے تھے۔ انہی قہقہوں کے ساتھ کیک کٹا۔ عمیر نے خوشی سے مغلوب ہو کر کرن کو کیک کھلایا۔ انگوٹھی پہنائی تو لاؤنج تالیوں سے گونج اُٹھا۔

جوہی نے دُکھ سے سوچا۔ 'میرے نکاح پر کیسی عجیب سی سوگواری اور اُداسی تھی کہ لوگوں کی موجودگی میں بھی تنہائی اور مایوسی کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔ نہ سیٹیاں، نہ تالیاں، نہ خوشی، نہ رنگ۔ بلکہ دلوں کے نہاں خانوں میں ڈر تھا اور خوف اور اندیشے بے حال کئے جا رہے تھے۔ ہمارے خاندان میں لڑکی کی شادی پر سوگ کیونکر منایا جاتا

ہے؟ خوشی کا اظہار گناہ اور جرم کیونکر گردانا جاتا ہے؟' وہ مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ کرن نے جھنجوڑ کر چونکا دیا۔

''سب لوگ کھانے کے لئے جا چکے ہیں جوہی! تم میرے اور عمیر کے ساتھ کھانا کھاؤ گی۔'' کرن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنائیت سے کہا۔

''میں خوامخواہ کی بد دُعائیں سننے کا شوق نہیں رکھتی۔'' آپ دونوں کھانا انجوائے کریں۔ کباب میں ہڈی کا کیا کام؟''

''آپ ہڈی نہیں، کباب کا وہ مصالحہ ہیں، جس کے استعمال کے بغیر کباب کھانے کے قابل نہیں ہوتا۔'' عمیر نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ مگر جوہی نے جواب نہ دیا۔ اس کے کانوں میں بازگشت نے زہر اُنڈیلا۔ 'ہڈی چونکا دینے کے لئے بہت ضروری ہوتی ہے۔'

''ہاں ہاں۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے عمیر۔'' کرن نے ہنستے ہوئے کہا۔

''آپ میرے لئے بھی اسی طرح امپورٹنٹ ہیں جیسے آپ کرن کے لئے اور کرن آپ کے لئے۔'' عمر نے لگاوٹ سے کہا تو جوہی کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔

بی بی جی سامنے سے آتی ہوئی نظر آئیں تو جوہی کھڑی ہو گئی۔

''بی بی جی کھانے کے لئے بلا رہی ہیں۔'' جوہی نے اپنا اندازہ لگا کر کہا۔

بی بی جی قریب آ چکی تھیں۔ ''کرن بیٹا! ہم گھر چلتے ہیں۔''

''بی بی جی! کھانا نہیں کھائیں گی کیا؟'' کرن نے حیرت سے کہا۔

''فرحت نے خوامخواہ اتنا تکلف کیا۔ کھانا گھر ہی بھجوا دیا ہے۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ سنجیدگی سے بولیں اور جوہی کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑیں۔ کرن دیکھتی ہی رہ گئی۔

' بیٹا! اب کرن خاوند والی ہو گئی ہے۔ اس لئے اب دن رات کا اڈی ٹپا بالکل بند۔'' بی بی جی نے سختی سے کہا تو جوہی جو پہلے ہی بجھی ہوئی تھی، اب تو مر ہی گئی۔

❀❀❀

''چھوٹی بی بی جی! آپ کو بی بی جی بلا رہی ہیں۔'' ملازمہ نے کمرے میں آ کر جوہی کو رازداری سے کہا۔ ''نہ جانے چھوٹے شاہ جی غصے میں کیوں ہیں؟'' وہ یہ خبر سنا کر غائب ہو گئی۔

''اب کس قیامت کا اعلان ہونے والا ہے؟'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اُٹھی اور ہال میں نکل آئی۔ مصطفیٰ سخت بے چینی میں اِدھر اُدھر پھر رہا تھا اور ماں سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔

''تم چند دن پہلے میریٹ کیا کرنے گئی تھیں؟'' مصطفیٰ زور سے گرجا۔

''ایگزام دینے گئی تھی کرن کے ساتھ۔'' وہ ہمت کر کے بولی۔

''میں نے، شاہ جی اور بی بی جی نے تمہاری بہتری کے لئے کون سی نصیحت کی تھی، یاد ہے کہ بھول گئی ہو؟'' وہ غصے میں بولا۔

''نہیں بھولی۔ مگر اس دن باہر نکلنے کی مجبوری تھی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''خدا کے لئے اب کتابی دنیا سے باہر نکل آؤ۔ ابھی بھی تم نے سبق نہیں سیکھا کہ تمہاری زندگی کو ان کتابوں نے ملیامیٹ کر دیا ہے۔ اور ایک بات اور غور سے سن لو۔ ان کتابوں کے ساتھ کرن کو بھی خیرباد کہنا پڑے گا۔ کیونکہ اب وہ اکیلی نہیں، دو ہیں۔ دوسرا نامحرم اور انجان لڑکا ہے۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''بھائی جان! کرن اور کتابیں ہی تو میری فرینڈز ہیں۔'' وہ تڑپ کر بولی۔ ''ایک میری بہن اور دوسری میری استاد۔''

''ناممکن ہے..... نامحرم کے سامنے جانا تو ہے ہی اسلامی نقطہ نظر سے گناہ۔'' وہ

سختی سے بولا۔

''کتابوں کو چھوڑنے کی وجہ تو بتائیں۔ کیا یہ بھی نامحرم ہیں؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''نامحرم نہیں کہوں گا۔ نامناسب، غیر مہذب اور بے دینی کی طرف مائل کر کے تم میں خودسری، نافرمانی اور زبان درازی بھرنے والی یہی کتابیں ہی تو ہیں۔ تم تو اپنے خونی رشتوں کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہو۔''

''مصطفیٰ! ہماری زندگی میں تمہیں جویریہ سے اس طریقے سے بات کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟ اپنی زبان کو لگام دو۔ اگر تعلیم سے اس کی زندگی سنورتی ہے تو تمہارے اعتراض کا جواز نہیں بنتا۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔'' بی بی جی نے غصے میں کہا تو وہ غصے میں بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

❀❀❀

پارٹ تھری کا رزلٹ تمام تر رعنائیوں اور شادمانیوں کے ساتھ آ گیا۔ اتنی بڑی خوشی جس کا اندازہ ان کے گھر والوں کو قطعاً نہیں تھا، وہ کس سے شیئر کرتی؟ نفرت کے باوجود حمزہ ہوش و حواس پر چھا گیا۔ آج وہ کتنا خوش ہوتا، اس کی پیار میں ڈوبی ہوئی باتیں اور لگاوٹ سے بھرپور حرکتوں پر اسے پیار آنے لگا۔ اس کی بے وفائی پر آنسوؤں کا بندھ جو ٹوٹا تو تکیہ ہی بھیگ گیا اور اسی عالم میں آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ حمزہ نے گلاب کے ہار اُٹھا رکھے ہیں۔ وہ اس کے قریب آ کر جوہی کے گلے میں پیار سے ہار ڈال کر دور چلا جاتا ہے اور ہار سانپ بن کر اس کے جسم کے اردگرد لپٹ کر اُسے کاٹنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ یکدم کمرہ خوشبو میں نہا جاتا ہے..... وہی شناسا سی خوشبو۔ جس میں اس کا انگ انگ نہا جاتا ہے۔

ایک زوردار چیخ کے ساتھ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ چہرے پر سردی میں بھی پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔

'یہ کیسا خواب تھا؟' وہ منہ صاف کرتے ہوئے بڑبڑائی۔

'پہلے میں نے خود کو چاند کی آغوش میں دیکھا تھا۔ وہ خواب تو پورا ہو گیا تھا مگر بچھڑنے اور طویل جدائی کا میری سوچ میں ہلکا سا شائبہ تک نہ تھا۔ آج پھولوں کے ہار

سانپ بن کر ڈسنے لگے۔ وہ بھی حمزہ کے ہاتھوں سے۔ حمزہ! مجھے اور کون سا دکھ دینے کی پلاننگ کر رہے ہو؟' وہ سوچتی ہوئی بستر سے اُٹھی اور دو گلاس ٹھنڈا یخ پانی پی کر کرن کو فون کرنے لگی۔

❀❀❀

''خدا خدا کر کے یہ مبارک دن بھی آ ہی گیا۔ بیٹا! اس بار عرس سے آنے والی تمام آمدنی پر جویریہ کا حق ہے۔ دھوم دھام سے شادی کرنا تو ناممکن ہے۔ سادگی سے رات کی تاریکی اور خاموشی میں اس کی جھولی دولت سے بھر کر رخصت کر دیں گے۔'' شاہ جی نے مصطفیٰ سے سنجیدگی میں بات کی۔

''ہاں بچے! ایسا ہی کرنا ہمارا فرض ہے۔ آخر وہ بھی تو گدی نشینوں کی بہو بننے جا رہی ہے۔ بینک بیلنس، نئی کار، سونا اور قیمتی سامان کے ساتھ سسرال جائے گی تو سب کے سامنے طلاق کی شرمندگی سے ہو سکتا ہے، بچ ہی جائے۔''

''فکر نہ کرو جی۔ ہم ہر کام میں چار ہاتھ بڑھ کر ملیں گے ان سے۔ ایک بار یہ مصیبت ٹل جائے۔ وہ اپنے گھر کی ہو جائے۔ خاوند کی پابندی میں آ گئی تو تمام مسئلے حل ہو جائیں گے۔'' مصطفیٰ بھی سنجیدگی سے بولا۔

''میں کئی بار سوچتا ہوں، جن کی چار چھ بیٹیاں ہوتی ہیں، وہ نہ جانے کن آزمائشوں اور کلفتوں سے دوچار ہوتے ہوں گے۔ ہم سے ایک کا سنبھالنا ہی اذیت دہ ہو گیا ہے۔ ہم تو ایک کی قسمت کو نہ سنوار سکے۔'' شاہ جی نے آہ بھر کر کہا۔

''اس بار دیکھئے گا، نصیبوں جلی راج کرے گی۔ کیونکہ رشتہ میں نے ڈھونڈا ہے۔'' مصطفیٰ فخر سے بولا۔ ''اب خوش بخت گردانی جائے گی۔ اللہ تیری شان۔''

''میں وقت سے پہلے کچھ بھی رائے نہیں دے سکتا۔ میری جہاندیدہ نگاہوں نے پہلے ہی بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ بیٹی کا رشتہ تو جواء ہے پُتر! دیکھتے ہیں اس دفعہ ہار ہوتی ہے یا جیت۔'' شاہ جی اُمید و بیم لہجے میں بولے۔

''جیت ہو گی شاہ جی! اپنی سوچ درست رکھیں۔'' مصطفیٰ نے چہک کر کہا۔

''اسی امید پر تو طے ہوا ہے۔ ورنہ دماغ ماؤف اور دل ڈوب جاتا۔ بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا۔ یقین مانو، ہارٹ اٹیک ہو جاتا دعائے خیر کہتے ہوئے۔''

''تمہاری ماں کو تسلی نہیں ہے۔ جب سے ہاں ہوئی ہے، جاء نماز سے اُٹھتی ہی نہیں۔ وہیں کھانا کھا کر وہیں لیٹ کر تسبیح پڑھتی رہتی ہے۔ مجھے ڈر ہے، بیمار ہی نہ پڑ جائے۔'' وہ فکرمندی سے بولے۔

''شاہ جی! بی بی جی کی پرانی عادت ہے کہ خوشی میں بھی غم اور دکھ کو ڈھونڈ نکالتی ہیں۔ انہیں ہر وقت پریشان ہونے کا کوئی نہ کوئی بہانہ چاہئے۔'' مصطفیٰ چڑ کر بولا۔

''پہلے ایسی تو نہیں تھی۔ بیٹی کا غم ہی اسے لے ڈوبے گا۔'' وہ افسردگی سے بولے۔

''ویسے شاہ جی! آپ تو گولڈ میڈل کے مستحق ہیں کہ کس ہمت و حوصلے سے آپ نے بی بی جی سے نبھاہ کر لیا۔'' وہ ہنستے ہوئے مذاقاً بولا۔

''میں تو تمہاری ماں کے صابر و شاکر ہونے کی داد دیتا ہوں، جس نے مجھ جیسے سخت مزاج شوہر کے ساتھ نہایت وفاداری اور پیار کے ساتھ وقت گزار لیا۔ بہت اصیل عورت ہے۔ مجھے تم سے ایک شکایت ہے کہ تم ماں کی بالکل پروا کرتے ہو، نہ ہی عزت و محبت سے بات کرتے ہو۔ تمہارا اُکھڑا ہوا لہجہ اُسے زخمی کر دیتا ہے۔'' وہ خفگی سے بولے۔

''شاہ جی! میں حساب کتاب، جمع تفریق میں بہت کھرا ہوں۔ مجھ سے منافقت نہیں ہوتی۔ میں عورت ذات کی عقل اور وفا پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ چاہے میری اپنی ماں ہی کیوں نہ ہو۔'' وہ تنک کر بلا۔

''پُتر! ایسی شیطانی سوچ اور مکروہ گفتاری نرا عذاب ہے۔ ماں چاہے بازاری عورت ہی کیوں نہ ہو، اولاد کے لئے بہت مقدس اور قابل احترام ہوتی ہے۔ تمہاری جنت کی مالک وہ ہے۔ دوازہ کھولے گی تو اندر جا سکو گے۔ اگر دونوں جہانوں میں سرخرو ہونا چاہتے ہو تو ماں کا دل خوش اور روح کو مطمئن رکھو۔'' شاہ جی تاسف بھرے لہجے میں بولے۔

''آپ تو خفا ہو گئے شاہ جی!..... دیکھیں، ماں کی تسلی و تشفی کی خاطر جو یہ کوسونے میں تول کر بھیج رہے ہیں۔ ورنہ ہمارے خاندان میں بیٹی کو تین کپڑوں، ایک جاء نماز، قرآن اور تسبیح کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے۔'' وہ شاہ جی کے پاؤں دباتے ہوئے بولا۔

''نرے ہی احمق اور نادان ہو۔ بیٹی کی طلاق کا یہ بدنما داغ انہی دنیاوی چیزوں میں تو چھپے گا۔'' شاہ جی نے لمبا سانس لے کر کہا۔

''جانتا ہوں شاہ جی! ورنہ یوں آپ کی ہاں میں ہاں نہ ملاتا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو شاہ جی پشیمانی سے اسے دیکھنے لگے۔

❀❀❀

حمزہ کے سامنے اشتہا انگیز کھانا پڑا ہوا تھا، جس کی خوشبو سے ہی بھوک چمک اٹھے۔ مگر وہ کرسی سے ٹیک لگائے، ٹانگیں لمبی کئے بے خبری میں اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔ ویٹر نے پیپسی کا کنگ سائز گلاس اس کے سامنے رکھا تو حمزہ نے چونک کر اپنا یوسچر درست کیا اور نادم سا ہو کر کھانا زہر مار کرنے لگا۔

'کس کے لئے یہ دن رات کی محنت و مشقت کر رہا ہوں؟..... اپنے لئے تو ہرگز نہیں۔ شاید دنیا والوں کے لئے اور پیرنٹس کی خوشی کے لئے تمام ڈھونگ رچا رکھا ہے میں نے۔ آج میری جوہی ہمیشہ کے لئے میری زندگی کی حصے دار بن گئی ہوتی۔ آج عرس کا دن اور دو عاشقوں کے ملاپ کی رات ہے۔ میری طرح وہ بھی بے قرار، حیران و پریشان ہو رہی ہو گی کہ ہم آبِ حیات کا پیالہ لبوں کو لگانے ہی والے تھے کہ حاسدوں اور ظالموں نے ہاتھ مار کر اسے زمین بوس کر دیا۔ اور ہم دونوں پیاسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ چلو جوہی! آج ہم دونوں رَت جگا منا کر بیتے ہوئے حسین لمحوں کی یادوں کے دیے جلا کر سود و زیاں اور بے انصافی و زیادتی کا تجربہ کرتے ہیں اور اس بدترین وقت کو ایک جان لیوا حادثہ سمجھ کر اپنا جیون بِتا دیتے ہیں۔ جوہی! تم مجھے کیسے بھول سکتی ہو؟ تم اپنی ذات کے بارے میں جب بھی سوچو گی تو میں تمہاری سوچوں پر چھا جاؤں گا۔ کیونکہ مجھ سے تم نے بے پناہ محبت کی ہے اور میں نے بھی عشق، جنون اور دیوانگی کی شمعیں روشن کر کے اپنے پیار کا ثبوت دیا تھا جوہی! یہ نامراد دل تو کبھی کسی پر آیا نہ تھا۔ کسی کے لئے نہ تڑپا تھا، نہ ہی کسی کی یاد میں اُداس ہوا تھا۔ مگر تمہاری شخصیت میں ایسی کون سی بات تھی کہ راستے پر چلتے چلتے پھسل گیا۔ اسے ہی تو محبت کہتے ہیں۔ جستجوئے یار میں حصول ہی تو عشق ہے جان۔'

وہ سوچتا رہا۔ خود کلامی کرتا ہوا گھر واپس آ گیا۔ ٹائی کی گرہ ڈھیلی کر کے صوفے پر

نیم دراز ہوا تو اسی انتظار میں رات گزر گئی کہ کوئی تو ہوگا جو مجھے گلے لگا کر بستر پر لیٹنے کی دعوت دے گا۔ میرے بوٹوں کے تسمے کھولے گا۔ اور مجھے میٹھے کلمات سے خوش کرنے اور بہلانے کی کوشش کرے گا۔

اسی خام خیالی میں رات گزر گئی۔ یہ اس کی چھٹی حِس تھی، جس نے اسے خطرے کا الارم دیا تھا۔ آج رات جوہی پر کتنی بھاری تھی۔ اِک بم پھٹ گیا تھا اس کے دل و دماغ پر۔ وجود کرچی کرچی ہو کر بکھر گیا تھا۔

بی بی جی بیڈ پر اس کے گھٹنوں پر سر رکھے روئے جا رہی تھیں اور جوہی کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ ساکت و جامد تمام احساسات و جذبات سے عاری ماں کو دیکھے جا رہی تھی کہ کرن کمرے میں اُچھلتی ہوئی آ گئی۔ دونوں کو منہدم دیکھ کر قریب آ کر بیٹھ گئی۔

''بیٹا! آج تم کہاں چلی گئی تھی؟..... جویریہ کو تمہاری ضرورت تھی۔'' بی بی جی تڑپ کر بولیں۔

''دراصل پھپھو (ساس) نے میرا برائیڈل ڈریس کا آرڈر دینا تھا۔'' کرن خجل سی ہو کر بولی۔

''اس میں تمہارا کیا کام؟ آج تمہیں کہیں بھی نہیں جانا چاہئے تھا۔'' وہ ذرا خفگی سے بولیں۔

''بی بی جی! میرا ہی تو مین کام تھا۔ پہننا میں نے ہے۔ بھلا وہ آرڈر کیونکر دیتیں؟ اگر وہ ایسا کرتیں تو بی بی جی! قسم سے ڈریس کے سینکڑوں ٹکڑے کر کے انہیں واپس تھما دیتی۔'' وہ تیزی سے بولی تو بی بی جی نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

''چپ..... دماغ خراب ہو گیا ہے آج کل کی لڑکیوں کا..... جوہی! اُٹھو۔ کپڑے بدل لو۔ لال جوڑا پہن لو۔ مولوی صاحب تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آنے والے ہوں گے۔ کرن! تم ہی سمجھاؤ اسے۔ حد درجے کی ضدی لڑکی ہے۔ اس کا کیا کروں؟'' بی بی جی لاچارگی سے بولیں۔

''میں نے ایک دفعہ لال جوڑا پہننے کی جو غلطی کی تھی، اس کا خمیازہ آج تک بھگت رہی ہوں۔ آج میں یہ منحوس جوڑا پہنوں گی، نہ ہی بے وقوفوں اور جاہلوں کی طرح دستخط کروں گی۔'' وہ غصے میں بولی۔ ''میں پوری دنیا کو خود پر ہونے والے ظلم کی کہانی

چیخ چیخ کر سناؤں گی کہ مجھے ایک گھنٹہ پہلے شادی کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ شادی میں شرکت کرنے والے مہمانوں کو بھی ہفتہ دو ہفتے پہلے انفارم کیا جاتا ہے۔ میرے ساتھ یہ ناٹک اب نہیں چلے گا۔ عورت کی شکل میں گائے، بھینس، بکری یا کسی ایسی ہی مخلوق سے تعلق اور ربط۔ تم کیا بننا پسند کرو گی؟ جس کا انتخاب کرو گی، خوب ہی ہو گا۔''

کرن نے اسے چھیڑتے ہوئے غصہ کم کرنے کی کوشش کی تو وہ اس پر برس پڑی۔

''تم جیسی بے حس، خود غرض اور بے فیض لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ ایسی بے ہودہ، بے تکی باتیں مت کہو مجھے۔ تم اور میں کیا ہیں؟ ہم جنس ہیں۔''

''بیٹا! غصہ بعد میں کر لینا۔ فی الحال میری عزت رکھ لو۔ اولاد کی تمام غلطیوں کا سہرا ماں کے سر کیوں سجا دیا جاتا ہے؟ کتنی بڑی بے انصافی ہے ماں سے۔ اولاد کرے، ماں بھرے۔'' وہ پھر رونے لگیں۔ ''ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ اُٹھو میری پُتری۔''

''سجن بھی تو نہیں ہیں۔ آپ کیسی ماں ہیں؟ مجھ سے پہلے رشتے میں بھی پردہ داری رکھی اور اس بار بھی۔ مجھ سے پوچھ ہی لیا ہوتا۔ میں نے شادی نہ کرنے کا عہد کر لیا ہے بی بی! ان لوگوں کو واپس بھیج دیں۔ بی بی جی! مجھے معاف کر دیجئے گا۔ میں آپ سے بد کلامی اور گستاخی کر جاتی ہوں۔ کیا کروں بی بی جی! اور کوئی سنتا بھی تو نہیں۔'' اس دورانیے میں پہلی دفعہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''ان کو واپس نہیں بھیج سکتے۔ کیسی انہونی اور عجیب باتیں کرتی ہو؟ بیٹے! بہت اچھے لوگ ہیں۔ لڑکا جدی پشتی گدی نشینوں میں سے ہے۔ پیری اور مریدی ان کی باندی ہے۔ ہمیں اپنے جوڑ کا رشتہ چاہئے تھا، سو مل گیا۔ بتاؤ اور کیا چاہئے تمہیں؟'' وہ نرمی سے بولیں۔ ''ہم سے ہر لحاظ میں دس ہاتھ آگے ہیں۔ دوسرا یہ ان کا ہم پر احسان ہے۔ جنہوں نے اپنی بڑائی اور عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری عزت رکھ لی۔ ورنہ انہیں رشتوں کی کمی تو نہیں تھی۔'' وہ ہاتھ جوڑے بول رہی تھیں۔

''جوہی! خدا کے لئے بی بی جی کے لئے مسائل کھڑے مت کرو۔ یہ پہلے ہی تمہارے دکھوں اور غموں میں آدھی ہو گئی ہیں۔ ہر وقت بیمار رہنے لگی ہیں بے چاری۔ ان پر ترس کھا لو۔ تمہیں اوپر والا اس کا ریوارڈ ضرور دے گا۔ میرا ایمان ہے۔'' کرن نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

''لیکن خوش قسمتی سے میری شادی ہو چکی ہے۔ حمزہ میرا شوہر ہے۔ مصطفیٰ بھائی نے جس دھاندلی سے طلاق لکھوائی ہے، میں اسے طلاق نہیں مانتی بی بی جی! نکاح پر نکاح جائز نہیں، حرام ہے۔'' جوہی سمجھانے کے انداز میں بولی۔

''جوہی! تم ایک باعزت لڑکی ہو۔ خوامخواہ دوسروں کے سامنے اپنا ہی تماشا بنا کر رذیل نہ ہو تو بہتر ہے۔ زبان بند رکھو اور وہی کرتی جاؤ، جو بی بی جی کا حکم ہے۔ پہلے کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اس پر غور و فکر کرو۔ ہو سکتا ہے یہ نیا انجان تمہارا آئیڈیل ہی نکل آئے۔'' کرن نے پیار سے سمجھایا۔

''دیکھو بیٹا! لاکھوں کا جوڑا اور ایک کلو سونا لے کر آئے ہیں تمہیں لینے۔'' ماں نے زیور اور ڈریس اس کے سامنے پھیلا دیئے۔

کل کے اور آج کے ٹیسٹ میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ بی بی جی کی آواز پر چونکی۔

''شاہ جی آ رہے ہیں۔ فی الحال لال دوپٹہ ہی اوڑھ لو۔ بے شگونی کے کام نہیں ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سدا سہاگن رکھے میری بچی! مجھے تم پر ہمیشہ فخر رہے گا۔''

''آئیڈیل بار بار بدلے نہیں جاتے۔ بی بی جی! مجھے حمزہ کے پاس جانا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے پیار ہو گیا ہے۔ میں اس کی تمام خامیوں، غلطیوں اور زیادتیوں کو درگزر کر سکتی ہوں۔ اسے ہی تو محبت کہتے ہیں۔ وہ پیار ہی کیا، جس میں کردار کا ناپ تول ہو۔ وہ مجھے ہر حال میں منظور ہے۔ خدا کے لئے انہیں واپس بھیج دیجئے۔'' وہ ماں کے پاؤں پکڑ کر تڑپتی رہی مگر اُس کی ایک نہ سنی گئی۔

❀❀❀

''کرن! یہ کیسی شادی ہے؟..... ایسا لگ رہا ہے، جیسے اس حویلی سے ڈولی نہیں، رات کی تاریکی میں ایک عورت کی میت قبرستان جنازے کے بعد دفن ہونے جا رہی ہے۔'' جوہی نے نفرت سے خود کو آئینے میں دیکھ کر کہا۔

''جوہی! ایسی باتیں سوچنے کا وقت گزر گیا۔ اب تم سیّد مقرب شاہ کے نام پر دُلہن بن گئی ہو۔ اپنے ماضی کو دل سے کھرچ کر نکال دینا۔ اور حمزہ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحوں کو دفن کر کے نئی زندگی کا آغاز کرنا۔''

''بقول مصطفیٰ بھائی، دن کی روشنی میں کنواریاں دُلہن بنتی ہیں۔ رات کی سیاہی میں بیوہ اور طلاق شدہ عورتیں اپنی منحوس شکل کسی کو دکھائے بغیر رخصت ہوا کرتی ہیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے۔ جہالت کی انتہا ہے۔''

''کیا تم شادی نہ کر کے عمر بھر ایسے لوگوں میں رہنا پسند کرو گی؟ سراسر ٹارچر ہے تمہارے لئے اس ماحول میں رہنا۔'' کرن نے اسے بہت نرمی سے کہا۔

''میرے ساتھ والدین نے جو بھی سلوک کیا ہے، میں اس سے بے خبر رہی۔ کیونکہ ایسا ڈرامہ آج تک ہمارے خاندان میں کھیلا نہیں گیا۔'' جوہی تاسف بھرے لہجے میں بولی۔ ''یہ بھی تو ہے کہ اس خاندان میں کسی لڑکی کو طلاق ہوئی ہے، نہ ہی کسی بیوہ کی شادی کرنے کا خیال آیا ہے۔ یہ تو مجھ پر عنایات و نوازشات کے دروازے کھول دیئے ہیں میرے گھر والوں نے کہ میری دوسری شادی کی جا رہی ہے۔'' وہ طنز سے ہنسنے لگی۔

''بس جو کچھ تمہارے ساتھ پہلے کھیل کھیلا گیا اور جو جواء آج کھیلا جا رہا ہے، اسے اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لو۔'' کرن نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''کرن! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ دیکھو، جب قربانی کے لئے بکرا خریدا جاتا ہے تو تم جانتی ہو نا کہ قربانی کن بکروں پر جائز ہوتی ہے؟'' وہ لرزش زدہ آواز میں بولی۔

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔'' کرن نے حیرت و تجسس سے کہا۔

''یعنی بکرا اسٹرنگ ناٹ ڈیمیج فزیکلی۔ اُس کے دانت، آنکھ، ٹانگیں، پاؤں اور سینگ سلامت ہونا ضروری ہیں۔ اس کے جسم کا کوئی حصہ زخمی نہیں ہونا چاہئے۔'' وہ گہری بات کر گئی تھی۔ ''میری قربانی حلال کیسے ہو سکتی ہے؟ تم میری بات یاد رکھنا، میرے وجود کا انگ انگ حمزہ کی یاد اور بے وفائی میں مجروح ہو چکا ہے۔ مجھے ری جیکٹ کر دیا جائے گا۔ کیا پھر رسوائی اور بدنامی نہیں ہو گی میری اور اس خاندان کی؟''

''تم تو پاگل ہو گئی ہو جوہی! وہ سچ ہی کیا جو گھر کو آگ لگا دے۔ ملاقاتوں کو راز میں رہنے دو۔'' کرن تلملا کر بولی۔ ''اپنی عزت کی نیلامی لگاؤ گی بھرے بازار میں۔ کچھ عقل سیکھو۔''

''میں جھوٹ کی کھوکھلی بنیاد پر محل تعمیر نہیں کر سکتی۔ یہ میری فطرت کی خلاف ورزی

ہے۔'' وہ پژمردگی سے بولی۔

''اُف! کس آزمائش میں ڈال دیا ہے مجھے۔ پھر بھی فریب نہیں دوں گی۔ ان خدشات سے نکل آؤ۔ ابھی تم نے پیا سنگ سدھار جانا ہے۔ اس وقت صرف اپنی سہاگ رات کے بارے میں سوچو۔ سنا ہے، چاند فلک سے اُتر کر دُلہن کو سلامی دینے آتا ہے۔'' کرن نے اُسے ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔ مگر اُس پر کچھ خاص اثر نہ ہوا۔ آنکھوں میں حسرتوں کے ڈیرے تھے۔

''کرن! کیسے بھول جاؤں کہ آج کی رات تو حمزہ کے نام لکھی گئی تھی۔'' موٹے موٹے آنسو گالوں پر پھسل آئے۔ ''میں اُسے بھلا نہیں سکتی کرن! آج وہ بھی مجھے یاد کر رہا ہوگا۔ وہ کتنا ہی فراڈ سہی، میں تھی تو اس کی بیوی۔ وہ کیا جانے کہ اس کی امانت تو کسی اور کے آنگن کو آباد کرنے جا رہی ہے۔ دل میں اس کی یادوں کے دیے جلائے میں کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔''

''اب اس کا نام بھی تمہارے لبوں پر نہیں آنا چاہئے۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اب تم کسی اور کی امانت ہو نہ کہ حمزہ کی۔'' کرن نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔''

''اور کسی اور کی بے مول پراپرٹی۔ جسے زندگی بھر نہ تو کوئی مقام ملتا ہے، نہ ہی اس کا مول بڑھتا ہے۔ تاحیات بے مول، بے حیثیت اور بے نشان ہی رہ کر اس دارِ فانی سے رخصت ہو جاتی ہے۔ ایسی زندگی گزارنا تھی تو ناسمجھی میں ہی رہتی۔ مجھے اونچ نیچ کی شُد بُد کی تربیت کیوں دی تھی؟ کاش مجھے مر جانے دیا ہوتا۔'' وہ حسرت و یاس سے بولی۔

❀❀❀

بی بی جی نے دونوں بہوؤں کے ہمراہ جوہی کے کمرے میں آ کر اسے پیار کیا اور ماں نے روتے ہوئے دُکھی دل کے ساتھ دعا دی۔

''سدا سہاگن رہو میری بچی! دودھوں نہاؤ، پوتوں پھلو۔ زمانہ تمہارا محتاج ہو۔''

''کرن! جوہی کو سہارا دے کر اٹھاؤ۔ باہر سب انتظار کر رہے ہیں۔'' بھابی نے قریب آ کر کہا۔

''مجھے کسی سہارے یا بیساکھی کی ضرورت نہیں۔ حکم کریں کہ مجھے پچھلے دروازے سے جانا ہے یا مین گیٹ سے نکلنا ہے؟'' وہ ایک دم سے کھڑی ہو گئی۔ بھابیاں اُسے برقع پہنانے لگیں۔ اُس کی بات کو بی بی جی بھی نظر انداز کر گئیں۔

وہ نارمل قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ دیورانیاں اس کے دائیں بائیں کھڑی ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔ شاہ جی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کی ساس کے قریب آ کر احسان مندانہ لہجے میں گویا ہوئے۔

''بہن جی! ہم آپ کا احسان زندگی بھر نہ بھولیں گے۔ آپ نے ہماری لاج رکھ کر جو عزت افزائی بخشی ہے، تا قیامت یاد رکھیں گے۔ یہ بہت لاڈ پیار اور ناز و نعم میں پلی ہے۔ اس کی غلطیوں کو درگزر کر دیجئے گا۔ ہمیشہ آپ کی خدمت گار رہے گی۔''

جوہی، باپ کے منہ سے اس قدر تشکرانہ اور احسان مندانہ کلمات سن کر شاک میں چلی گئی اور بھابیاں اُسے تھامے گاڑی میں بٹھانے کے لئے چل پڑیں۔ بی بی جی ہاتھ اٹھائے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دعا مانگے جا رہی تھیں۔ آنسو رواں دواں تھے۔

مصطفیٰ کے چہرے پر فتح مندانہ مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی کہ آج اس مصیبت سے جان چھوٹ گئی۔ اب اس کی ڈاکٹری کو مقرب شاہ جانے یا پھر یہ خود جانے۔ ہم تو بخیر و عافیت اس جنجال سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

اپنے میکے سے بھی پچھلے چور دروازے کو پار کر کے یہ گاڑی میں بیٹھ کر رخصت ہوئی تھی۔ بغل میں فربہ ساس موجود تھی اور آگے ڈرائیور کے ساتھ اس کا دیور بیٹھا ہوا تھا۔ گاڑی میں مکمل طور پر سکوت تھا اور گاڑی شہر کی خالی سڑکوں پر فراٹے بھرتی ہوئی اسے سسرال کے چور دروازے تک لے آئی۔

اس نے اپنی ساس اور دیورانیوں کے ہمراہ جوہی دہلیز پر قدم رکھا، ایک موٹی تازی، رنگت کی کالی کلوٹی خاتون، جس کا نام سیّدہ حبیبہ تھا، جوہی کے سامنے دونوں بازو پھیلا کر راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ جوہی نے کالے برقعے کا نقاب اُلٹا اور حیرت سے اس لمبی چوڑی عورت کا جائزہ لینے لگی۔ دل ہی دل میں تلملا اُٹھی کہ ضرور کوئی ملازمہ ہے جو نیگ وصول کرنے اور بے جا رسموں سے پیسے بٹورنے کے چکر میں راستہ روکے کھڑی ہے۔ اس کے دل نے اسے دھکا دے کر اندر جانے کی دعوت دی مگر

جوہی نے دل کی آواز کو عملی جامہ نہ پہنایا۔ سیّدہ حبیبہ نے جب اس کا بے پردہ چہرہ دیکھا تو جل بھُن کر جوہی کو سالم ہضم کرنے کو جی ہمکنے لگا۔

''مقرب شاہ! تیری تو لاٹری ہی نکل آئی ہے۔ ایسی خوب صورت سیّد زادی۔ الامان۔ کہاں سے ڈھونڈ نکالی ہے یہ جادوگرنی؟''

''حبیبہ! راستہ چھوڑ دو دُلہن کا۔ دماغ تو ٹھیک ہے تیرا؟..... جھلّی نہ ہو تو۔'' ساس نے ہنکارا۔

''ساسڑی! سن لے۔ یہ چھوکری میری اجازت کے بغیر اس گھر میں قدم رکھنے کی جرأت نہ کرے تو اچھا ہے۔ تم غور سے سنیو۔ میری اجازت بن اپنے کمرے میں جانے کی کوشش کی تو ٹانگیں توڑ دوں گی۔ آخر کیا سمجھ رکھا ہے مجھے؟'' وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

'نہ جانے کون سر پھری ہے یہ جس نے گھر میں قدم رکھتے ہی خوب خاطر تواضع کر ڈالی۔' جوہی جو پُر ملال اور رنجیدہ تھی، اپنا دکھ بھول گئی اور اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

''جویریہ بچی! اس نامراد کی باتوں کا برا نہ منانا۔'' ساس نے پریشان ہو کر کہا۔

''آخر بڑی بہو ہوں اس ساسڑی خالہ کی اور اس گھر کی۔ میری اجازت کے بغیر اگر سانس بھی لیا تو روح کھینچ لوں گی۔'' وہ تلخی سے بولی۔

'ہوں..... تو یہ محترمہ جیٹھانی کہلاتی ہیں۔ مائی گاڈ..... دِس ہاؤس اِز فُل آف دیورانیاں اینڈ جیٹھانیاں۔ جوہی! تم تو سٹار پلس کے ڈرامے کا اہم کردار بن گئی ہو۔' جوہی کے دل نے سرگوشی کی اور وہ تلملا کر رہ گئی۔

''سچ کہہ رہی ہے بدنصیب۔ اسے اپنی بڑی بہن اور مخلص سہیلی سمجھ کر اس گھر میں رہو گی تو زندگی آسان ہو جائے گی۔ اپنا پتّا آج سے ہی مار لو پُتر!'' ساس نے طویل سانس لی۔

انہی سوچوں میں وہ اپنے بیڈ روم تک پہنچ گئی۔ دیورانیوں نے سکتے کے عالم میں اسے بیڈ پر بٹھا دیا تو سب سے چھوٹی دیورانی آمنہ جو سب دیورانیوں سے قدرے مختلف لگ رہی تھی، اس کا گھونگھٹ ذرا سا اٹھا کر بولی۔

''تم ہو تو ہماری جیٹھانی کی مگر عمر میں تو میری چھوٹی بہن ہو۔ گھبرانے کی ضرورت

نہیں۔ سب درست ہو جائے گا۔"

اس سے بڑی دیورانی، ہاجرہ ہمدردی سے بولی۔ "دراصل ہماری جیٹھانی جی کی اولاد نہیں ہوئی، اس لئے دماغ ذرا کھسک سا گیا ہے۔ اگر کسی وقت سختی یا زیادتی بھی کر جائے تو برداشت کر لینے میں ہی بہتری ہو گی۔ کیونکہ ہماری ساس کی لاڈلی بھانجی جو ٹھہری۔ آخر وہ اسی کی سائیڈ لیں گی۔"

عائشہ تیسری دیورانی نے تنک کر ذرا طنزیہ انداز میں کہا۔ "اور جیٹھ جی تو ہیں ہی تند مزاج اور بھڑ کیلے۔ آج کل گدی نشینی اور خلیفہ بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اسی پوز میں دندناتے پھرتے ہیں۔ دُلہنیا! ذرا بچ کے رہنا۔ کہیں سالم ہی نہ نکل جائیں۔"

'میں ان سب کی جیٹھانی کیسے ہو گئی؟ کیا ان کے بڑے بھائی ابھی تک ان میرڈ ہی تھے؟.....اور کیوں؟' جوہی کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔ ڈر کے مارے ہارٹ بیٹ خاصی تیز ہو گئی۔ وہ اس معمے کو حل کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ بے بسی کے آنسو گالوں پر ڈھلک آئے۔

"یار! اتنا تو نہیں روتے کہ میک اپ ہی بہہ جائے اور کاجل ہی پھیل جائے۔ اس گھر میں نہ تو تمہارے خاموش رہنے سے گزارہ ہو گا، نہ ہی رونے دھونے سے۔" آمنہ نے آہستگی سے کہا۔ "بے حس اور بے جان بن جاؤ۔ مگر آج تگڑی بن جاؤ۔ سر پھرے کی ایک بات نہ سننا۔"

"وہ کیسے؟" وہ خوف سے لرز رہی تھی۔

"سب سے پہلے ساٹھ سنے میاں کو ناک سے چنے چبوا دو۔" آمنہ نے آنکھ مار کر کہا۔

"وہ کیسے؟" جوہی نے حیرت سے کہا۔

"یار! پڑھی لکھی ہو۔ بھولی مت بنو۔ اب ہر بات ہم تو سمجھانے سے باز آئیں۔ اپنی عقل استعمال کرو۔" عائشہ نے قہقہہ لگا کر کہا تو جوہی سر پکڑ کر بیٹھ گئی کہ کس چڑیا گھر کی یہ بھی رونق بننے والی ہے۔

دیورانیوں کے سامنے وہ روبوٹ کی طرح ان کے مطابق ایک ڈیکوریشن پیس کی طرح ساکت بیٹھ گئی اور وہ کھی کھی کرتی ہوئی غائب ہو گئیں۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی اُس نے دوپٹے کو اُتارا اور اس کا گولا بنا کر دُور پھینک دیا۔ اُچھل کر بیڈ سے نیچے اُتر کر باتھ روم میں چلی گئی۔ جب واپس باہر نکلی تو وہ دُلہن کہیں سے معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ نیوی بلیو کلر کی شلوار قمیض میں وہ پرانی جوہی لگ رہی تھی۔ زیور کو دراز میں رکھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ کمرہ نئے اور قیمتی فرنیچر اور ہینڈ میڈ رگز سے سجا ہوا ضرور تھا، لیکن حد درجے کا گاڈی ٹیسٹ، شودا اور جاہلانہ پن تھا۔ وہ تڑپ اُٹھی۔ لال رنگ کے بھاری بھرکم برائیڈل ڈریس کو دیکھ کر سوچنے لگی۔

'مجھے ہمیشہ آف وائٹ برائیڈل ڈریس پہننے کی تمنا رہی ہے۔ مگر سیّد گھرانوں میں وائٹ رنگ، کفن اور بدشگونی کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔'

اُسے حمزہ سے نکاح کا وقت یاد آ گیا جب یہ اُس وقت بھی لال رنگ پہننے سے انکار کر رہی تھی تو بی بی جی فرما رہی تھیں کہ یہ رنگ تو سہاگنوں کی خوش بختی کی نشانی ہے۔ سفید رنگ پہنو گی، یعنی کفن پہن کر نکاح ہو گا؟ ناممکن ہے۔ بدشگونی ہے۔''

کرن چھیڑتے ہوئے ماحول کی ٹینشن کو ختم کرتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

''لال جوڑا پہن کر میکے سے سسرال رخصت ہوتے ہیں۔ اور کفن پہن کر سسرال سے دوسری دنیا سدھار جاتے ہیں۔ تم اس سناریو کو ریورس نہیں کر سکتی۔''

وہ چونک کر پھر ڈریس کی طرف افسردگی سے دیکھ کر بڑبڑائی۔

'تین لاکھ کا ڈریس اور ایک دو کلو سونا۔ حق مہر فقط پردہ، حجاب۔ رات کی تاریکی میں یہ ڈھونگ رچانے کی بھلا ضرورت ہی کیا تھی؟..... ویسے میری ورتھ کا اندازہ خوب لگایا ہے۔ حمزہ! تم کہاں ہو؟..... تم نے مجھ پر اتنا بڑا ظلم کیوں کیا؟'' وہ آنسو صاف کرنے لگی۔ ''لیکن تمہارے فریب اور دھوکے کی سزا شوہر کو ہرگز نہیں دوں گی۔ سچ بول دوں گی۔ آگے میرا اپنا نصیب کہ کس جانب بہا لے جائے۔'

دروازہ کھلنے کی آواز پر نگاہیں تجسّس سے اُس طرف اُٹھ گئیں۔ دُولہا مقرب شاہ کمرے میں داخل ہوا تو جوہی کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ سینے تک کھچڑی نما داڑھی، سر کا درمیانی حصہ بالوں سے عاری۔ پستہ قد، فربہ بدن، سفید سٹارچ لگی چرمر شلوار قمیض اور گلے میں نوٹوں اور چمکیلی تاروں کا ہار پہنے وہ دُلہن کو ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگا۔ آخر مقرب شاہ، گولڈن کنگ سائز چیئر پر بیٹھ گیا۔ جوہی آہستہ سے چلتی ہوئی دوسری کرسی پر بیٹھ

گئی۔ خود اعتمادی نمایاں تھی۔

کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ پھر کڑواہٹ سے بھرپور آواز اُبھری۔

''شاید تم نہیں جانتی کہ آج کی رات لڑکی صرف اپنے دُولہا کے لئے بنتی سنورتی ہے۔ تم نے میرا انتظار ہی نہ کیا۔ کپڑے بدل ڈالے۔''

اس نے جواب دیئے بغیر اثبات میں سر ہلایا۔ سر کو دوپٹے سے اچھی طرح ڈھانپنے لگی۔

''خیر، تمہیں آداب سکھانا پڑیں گے۔ میں پہلا درس شروع کرتا ہوں۔ حبیبہ میری خالہ کی بیٹی ہے۔ بے اولاد ہونے کی وجہ سے بہت دُکھی اور چڑچڑی ہوگئی ہے۔''

'حبیبہ کا حدود اربعہ نہیں چاہئے۔ اپنی بات کرو کہ تم نے اتنی لیٹ شادی کرنے کا مجھ پر احسان کیوں کر دیا؟' اس کے دل نے پکارا تھا۔

''پھر ماں جی کے اصرار پر دوسری شادی نے اسے ہلا کر ہی رکھ دیا ہے۔ صاف ظاہر ہے، خاوند کا بٹوارا عورت برداشت نہیں کر سکتی۔ تم اس کی احسان مند رہو گی تو تم دونوں کے درمیان کبھی لڑائی جھگڑا، ہاتھا پائی اور چھینا جھپٹی نہیں ہو گی۔'' وہ اسے غور سے دیکھ کر بولا۔

''دِس اِز ناٹ فیئر۔'' وہ اُچھل کر بے اختیاری میں بولی۔

''بیوی! وہ زبان بولو جو میں سمجھ سکوں۔ میری تعلیم دستخط تک محدود ہے۔''

''ٹھیک ہے مقرب شاہ جی!'' جونہی اس کے اَپ سیٹ ہونے پر مسکرا کر بولی۔

''ہمارے گھر میں شوہر کو اس کے نام سے پکارنے کی اجازت نہیں۔ آئندہ محتاط رہنا۔ ابھی شاہ جی کہہ کر بلاؤ۔ بیٹے کی پیدائش پر گدی نشینی کا شرف حاصل کرنے کے بعد میں بڑے شاہ جی کے خطاب سے نوازا جاؤں گا۔ اس لئے تو حبیبہ کا دل دُکھا کر تمہیں اپنانا پڑا۔''

'مصطفیٰ بھائی نے یہ عجوبہ میرے لئے پسند کیا ہے؟..... شاید میں اسی شخص کے قابل تھی جو شاہ جی بھی گونگے کا گُڑ کھائے بیٹھے رہے۔ اس کڑے وقت میں بی بی جی بھی میرا ساتھ چھوڑ گئیں۔ اب عمر بھر اس چوکھٹ پر نہ جاؤں گی۔ کیا یاد کریں گی کہ کس معصوم اور اپنے جگر کے ٹکڑے سے جان چھڑائی تھی۔ سب مجھے دیکھنے کے لئے ترس

جائیں گے۔ مگر مجھے دیکھ نہ پائیں گے۔ ملنے کا تصور بھی نہ کر سکیں گے۔' وہ نظریں جھکائے اپنی قسمت پر نالاں تھی۔

''ویسے تم بہت خوب صورت ہو۔ پاگل کر دینے والا ہے تمہارا حُسن۔'' مقرب نے اس کا ہاتھ پکڑا تو جوہی کو ایسا لگا جیسے اس کے نازک اور گداز ہاتھ پر کسی نے ضرب لگا دی ہو۔ ایک دم سے ہاتھ کھینچ کر کھڑی ہو گئی۔

''کیا ہوا؟ کہیں پہلا تو یاد نہیں آ گیا؟ اس سے ملاقاتیں تو رہتی ہوں گی۔'' مقرب نے کمینگی سے کہا۔

''جی۔ آپ نے درست سوچا ہے۔'' وہ مضبوطی سے بولی۔ ''دن میں ایک بار ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔''

''کیا اُس سے جسمانی تعلق تھا؟..... کیونکہ تم اُس کی بیوی تھیں۔ اور اکیلے میں ملاقاتوں کا مطلب مجھے سمجھ آ رہا ہے۔ مگر تمہارے بھائی کو تو تمہاری پاک دامنی پر بڑا ناز ہے۔''

''آپ غلط مت سمجھیں۔ میرے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کے الفاظ تو ہیں۔ مگر میں اپنی پہلی زندگی کے بارے میں بتانا ضروری سمجھتی ہوں۔ کیونکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔'' جوہی جھنجلاہٹ سے بولی۔

''تمہیں شرم آنی چاہئے۔ تمہارے والدین اور بھائی نے مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا؟'' مقرب نے گھورتے ہوئے اس کے خوب صورت، نازک وجود کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ''مجھے سب کچھ بتا دو۔ بہت بہتر ہو گا۔ کیونکہ میں اپنی نسل جھوٹن سے شروع کرنے سے تو رہا۔ تمہارے بھائی کو بلا کر تمہارے ماضی کے پچھن بتانا اور اسے ناک سے لکیریں کھنچوانا میرا فرض بنتا ہے۔'' اس کے لہجے میں شعلے اور آنکھوں میں چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ ''ملاپ سے پہلے طلاق کا ذکر کیا گیا تھا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ نکلا۔''

''میں نے عرض کیا بڑے شاہ صاحب! کہ میری بیتی ہوئی ذاتی زندگی کے بارے میں آپ کو جاننے کا حق ضرور ہے۔ میرے گھر والوں نے آپ کو حقیقت اور سچائی سے روشناس کیا ہے تو یہ ان کا قصور ہرگز نہیں۔ کیونکہ میاں بیوی کا آپس میں کیا تعلق و ربط

ہے، ہمارے معاشرے میں اس کا ڈھنڈورا پٹوانا قابل مذمت عمل ہے۔ اس لئے جو بھی بات آپ پوچھنا چاہتے ہیں، میں حاضر ہوں۔ جھوٹ، مکر وفریب اور دھوکے سے مجھے سخت نفرت ہے۔ اور پھر میں تو آپ کی جیون بھر کی ساتھی قرار دی گئی ہوں، پھر آپ سے پردہ داری کیسی؟ سوائے ملاقات کے اور کوئی تعلق استوار نہ تھا۔'' وہ خود اعتمادی سے بولی۔ ''میری بات پر یقین کیجئے۔ ہاں! ہم دونوں کو ایک دوسرے سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ کو دھوکے میں نہیں رکھوں گی۔''

''مجھے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں۔ تم جانتی ہو، ہمارے کیا اصول ہیں۔ کیوں چوری چھپے عشق ومحبت کا ڈھونگ رچایا تھا تم نے؟ اس لئے میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تم سے کسی قسم کے مراسم رکھ سکوں۔ میری توہین ہے یہ۔ تمہاری رخصتی سے پہلے کے تعلق کو میں صیغۂ راز میں رکھ لیتا ہوں۔ اس میں ہم دونوں کی بہتری رہے گی۔ ورنہ مجھے جو طعنے ملیں گے، وہ تو میں جانتا ہی ہوں، تمہیں بھی یہاں کوئی ایک منٹ کے لئے قبول نہیں کرے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری شادی کی داستانیں ہمارے مریدوں اور عقیدت مندوں تک پہنچیں۔'' وہ غصہ پی کر آہستہ سے ہارے ہوئے جواری کی طرح بولا اور بوجھل قدموں اور بجھے ہوئے دل کے ساتھ باہر نکل گیا۔ ''تم مرد سے ملنے کے بعد باکرہ کیسے رہی؟ میں تمہاری بات پر کیسے یقین کرلوں؟''

'یہ ہوئی نا بات..... شاہ جی! تمہاری ورتھ تو چند منٹوں میں معلوم کر لی میں نے۔ اپنی تو شادی ہو چکی۔ اور طلاق جسے میں نے آج تک قبول نہیں کیا، اس پر دوسرا نکاح کیسے واجب ہو سکتا ہے؟ حمزہ لاکھ برا سہی، زنا کار اور شرابی کبابی سہی۔ لیکن میرے دل کے نہاں خانوں میں آباد ہے۔ میرا پہلا اور آخری پیار ہے وہ۔' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اپنے دل پر لگے ہوئے چرکے اُسے بے تاب و بے زار کر گئے۔ 'بھائی اتنا سیلفش، طناز اور جنونی و جذباتی ہے کہ رشتہ کرتے وقت کسی اونچ نیچ کے بارے میں کچھ نہ سوچا..... میں بھی آپ سے بدلہ لے کر رہوں گی۔ مجھے دیکھنے کو آپ لوگ ترس جائیں گے۔ لیکن میری ایک جھلک دیکھ نہ پائیں گے۔' وہ بڑبڑاتی ہوئی بستر پر لیٹ گئی۔

❁❁❁

وسیع و عریض برآمدے میں دیوار کے ساتھ بان کی بُنی ہوئی چارپائیوں پر نئے اور پرانے گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ مقرب اور ماں چارپائی پر بیٹھے ہوئے نہایت محبت سے گپ شپ میں محو تھے اور اندرنی حصے میں تمام بہوئیں کچن میں اپنی اپنی ڈیوٹی سنبھالے ہوئے تھیں۔

صبح کا وقت تھا۔ ناشتے کی تیاری ہو رہی تھی۔ ملازمہ لسی بنا کر باہر لے گئی۔ چارپائیوں کے سامنے لگے ہوئے سنٹر ٹیبلز پر رکھ کر برتن رکھنے لگی۔ کچن میں آمنہ نے آملیٹ اور آلو کی بھجیا تیار کی۔ عائشہ نے قیمہ بھونا اور مزے دار کباب بنائے۔ جوہی نے بھی حلوہ بنا کر کڑاہی نیچے اُتاری تو سب نے جھانک کر ایک دوسرے کی طرف طنز سے دیکھا۔ کیونکہ حلوہ تو لفافے جوڑنے والی لئی تھی۔ اب وہ ٹیڑھے میڑھے پراٹھے بنانے میں مصروف ہو گئی۔ گھی کے چھینٹے کبھی بازوؤں پر، کبھی کپڑوں پر اور کبھی آس پاس اُڑ کر بکھر رہے تھے۔ چہرے پر سخت ناگواری اور بے زاری نمایاں تھی۔ وہ سب کی نگاہوں کی زبان سمجھتے ہوئے خاموشی سے اپنا کام نمٹانے کی جلدی میں تھی کہ حبیبہ کچن میں داخل ہوئی۔ بڑی بہو ہونے کے ناتے اس کی ڈیوٹی سپروائزر کی تھی۔ میک اپ اور زیور سے لدی آتشی گلابی رنگ کا جوڑا پہنے، پسینے میں شرابور ہر دیگچی کا ڈھکن اُٹھا کر چمچے سے کھانا ہاتھ کی ہتھیلی پر ڈال کر تنقیدی نظروں سے سب کو گھورتی ہوئی جوہی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ پراٹھا ہوا میں لہرا کر جوہی کو جھنجوڑ کر بولی۔

''اے سہیلی! میں نے تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ پرونٹھے اور حلوہ کیسے بنائے جاتے ہیں۔ مگر تم نے نہ سیکھنے کی قسم اُٹھا رکھی ہے۔ ہڈ حرام کہیں کی۔ دن بھر سونے اور رات

بھر رونے سے فرصت ملے تو کچھ سیکھ پاؤ۔''

جوہی خاموش رہی۔ روّیے میں بے نیازی اور لاپروائی عود کر آئی تھی۔

''میں تم سے بات کر رہی ہوں۔ یہ حلوہ تمہارے سر پر تھوپ دوں گی اور یہ کچے موٹے اور جلے ہوئے پروٹھے تمہارے پیٹ پر باندھ دوں گی۔ کس قدر ڈھیٹ عورت ہو۔ آخر تم نے مجھے مجبور کر ہی دیا ہے کہ کل سے تمہارے ہاتھوں پر ڈنڈے رسید کر کے اصلی پروٹھے بنواؤں۔'' حبیبہ چیخ کر بولی۔

''گو اوے..... ڈونٹ ڈسٹرب۔'' جوہی بھی زور سے بولی۔

''سیدھی طرح بات کرو مجھ سے۔ میں تمہارے رعب میں آنے والی نہیں۔ کسی اور پر جھاڑو انگریزی ونگریزی۔ یہاں کوئی سمجھنے والا نہیں۔'' وہ پھر چیخی۔

''تو پھر حبیبہ آپا! یہاں سے تشریف لے جایئے اور اپنے سے جونیئر رشتوں پر اپنی دھونس جمایئے۔'' جوہی نرمی سے بولی۔

''اپنی حیثیت پہچان کر مجھ سے بات کرو۔'' حبیبہ آنکھیں نکال کر بولی۔

''حبیبہ آپا! اپنی حیثیت و مقام کے مطابق ہی تو بات سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آپ اور میں دونوں کون ہیں؟ ذرا دماغ پر زور دیجئے۔ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اور یہ روز روز کی بک بک بھی ختم ہو جائے گی۔'' جوہی ابھی بھی نرم لہجے میں بول رہی تھی۔

''حبیبہ بھائی! یہ مت بھولیے گا کہ..... دُوجی رَن پیاری، کِتے مر نہ جائے وچاری۔'' آمنہ نے چسکے لے کر چھیڑا۔

''تم اپنا کام کرو۔ ہمارے درمیان لقمے دینے کی ضرورت نہیں۔''

''اے سہیلی اور پہیلی! یہ پروٹھے اور حلوہ..... ہمارے کتے بھی منہ نہ لگائیں انہیں۔ ہر بار میں تمہیں شاہ جی کے جوتوں، مُکوں، تھپڑوں اور اماں کے طعنوں سے بچا لیتی ہوں۔ مگر آج ایسا نہیں ہو گا۔ ماسی! آج تم پروٹھے بناؤ گی نہ ہی حلوے کو ٹھیک کرو گی۔ آج ہو ہی جائے تماشا۔'' حبیبہ تنک کر بولی۔ ''خصم تمہارے ساتھ ایک رات ہی گزار کر ایسا ٹھنڈا اور مندا پڑا ہے کہ تمہیں منہ تک نہیں لگاتا۔ نہ جانے کس خوش فہمی میں مجھ سے برابری کرنے پر اُتر آئی ہے۔''

''وہ مجھ سے بات کرے یا نہ کرے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہوں تو اُس کے

نکاح میں۔'' جوہی جڑ کر بولی۔

''اب میرے سامنے ایک لفظ بھی بولا تو طلاق نہ دلوا دی تو اپنے باپ کی نہیں۔'' وہ غصے سے پھنکارنے لگی۔

''یہ بھی کر دیکھیں گے۔ مجھے کوئی پروا نہیں۔ دیدے مجھے طلاق۔ میں خود آزادی چاہتی ہوں۔ جائیں میرا مسئلہ حل کر دیں۔'' جوہی بھی غصے میں بولی۔

''کوئی اور خصم تاڑ رکھا ہوگا۔ تم جیسی بدکردار عورت کے لئے دوسرے شوہر سے طلاق لینا کون سا مشکل کا ہے۔ تیسرا سہی۔ مرضی کا نہ نکلا تو چوتھا سہی۔'' وہ پراٹھے فرش پر پٹخ کر بولی۔

''بکواس بند..... خبردار جو میرے کیریکٹر پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی۔ منہ توڑ کر رکھ دوں گی۔'' جوہی ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولی۔

''حبیبہ بھابی! آپ یہاں سے چلی جائیں۔ اسے کام کرنے دیں۔ نئی نئی ہے۔ آہستہ آہستہ ہمارے اصول، طریقے سیکھ جائے گی۔ پڑھتے پڑھتے تو شادی ہو گئی بے چاری کی۔ یہ کیا جانے گھر داری اور چولہا چوکی کو۔'' آمنہ نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

''اب سمجھ آئی کہ تم نے میرے خلاف محاذ کھول رکھا ہے۔ دیور کو آنے دو۔ جوتے نہ پڑوائے تو کہنا کہ میں اپنے باپ کی نہیں۔'' وہ منہ پر ہاتھ پھیر کر بولی۔

''میں انصاف کی بات کر رہی ہوں۔ بھلا آپ کے خلاف پراپیگنڈہ کیوں کروں گی؟ اس کو ہمارے رنگ میں رنگنے کے لئے محبت و توجہ کی ضرورت ہے۔'' آمنہ مدھم پڑ گئی۔

''تم نے بھی میٹرک کیا کر لیا، سمجھتی ہو قانون کی ڈگری حاصل کر لی ہے جو انصاف دلانے چلی ہو۔'' حبیبہ طنز سے بولی۔

''عائشہ بھابی! آپ ہی انہیں سمجھا دیں کہ ذرا دل کو بڑا کر لیں۔ اگر میاں کو شادی کی اجازت دے ہی دی تو اب پچھتاوا کیسا؟ اور اس معصوم سے جھگڑا کیوں؟'' آمنہ نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''بھئی میں چپ ہی بھلی۔ سب جانیں اپنا اپنا کام۔'' وہ ہاتھ دھوتے ہوئے

بولی۔ اسی اثناء میں ملازمہ نے اندر آ کر کہا۔

''باہر سب ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔ بس ان پر ونٹھوں اور اس لئی حلوے کی کمی ہے۔'' ملازمہ نے حبیبہ کے قریب ہو کر آہستہ سے کہا۔

''لے جاؤ یہ سوغات۔ شاہ جی کو اس نے پہلی ملاقات میں ٹھنڈا ٹھار تو کر ہی دیا تھا، اب اس کے ہاتھ کا کھانا کھا کر شاید گرم ہو جائیں۔'' حبیبہ نے حقارت سے کہا۔

''آل رائٹ۔ آج یہ فیصلہ ہو ہی جائے۔'' جوہی نے غصے سے کہا اور اپنے مزاج کے بگڑنے اور زبان کی تیزی پر حیران سی ہو گئی کہ ماحول انسان کو کتنی جلدی بدل ڈالتا ہے۔

''بڑی اکڑ ہے بھئی۔ میکے نے تو آج تک منہ لگایا نہیں۔ لگی ہے رُعب دکھانے۔'' حبیبہ نے دانت پیس کر کہا۔

''ڈاکٹرنی ہے حبیبہ بھائی! یہ ذہن نشین رکھ کر بات کیا کریں اس سے۔ اسی لئے تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔'' عائشہ نے جل بھُن کر کہا۔

''تب ہی تو ماں باپ نے بھی ایسی جان چھڑائی کہ پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ ایسے ہی طلاق نہیں دی گئی اسے۔'' حبیبہ نے زوردار لہجے میں کہا۔

''حبیبہ بھابی! جوہی نہ تو بدتمیزی میں پہل کرتی ہے، نہ ہی فضول بحث مباحثے میں پڑتی ہے۔ آپ سب اسے بولنے پر مجبور کیوں کرتی ہیں؟ باقی جوہی یہاں رشتہ ہونے پر میکے سے بائیکاٹ کر چکی ہے۔ بالکل درست فیصلہ ہے جوہی کا۔ ایسے بے حس، خودغرض اور عاقبت نااندیش والدین کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ انہوں نے نہ عمر کے فرق کو دیکھا، نہ ہی باقی معاملات پر غور کیا۔ سراسر بے جوڑ رشتہ کیا گیا ہے۔'' آمنہ نے جوہی کو جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ ''حالانکہ لاڈلی تھی تو ڈاکٹر بن سکی ہے نا۔ پھر زیادتی کیوں؟''

''کر لو گل۔ تمہارا مطلب ہے کہ ہم درختوں پر اُگے ہیں اور سسرال نے ہمیں بے مول پھل کی طرح بے دردی سے توڑ لیا ہے۔ ہمارا پیچھا ہوتا تو ہم کچھ بن پاتیں۔ خوب رہی۔ اس چھوٹنگی کے آگے سب سجدے میں گر جائیں۔ کیونکہ وہ لاڈلی بھی ہے اور ڈاکٹرنی بھی۔'' حبیبہ نے لفظ چبا چبا کر بولے۔ ''پاکستان اور ہندوستان کے نقشے

پیش ہونے کی دیر ہے۔ پھر دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ کوئی ہنسے گا، کوئی روئے گا۔ خوب تماشا ہوگا۔ ماسی! جا کر یہ پروٹھے مقرب شاہ کو دکھا۔ شاید اسے سمجھ آ جائے۔''

''بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں جلدی سے پراٹھے بنائے دیتی ہوں۔ وہ بے چاری ابھی کچھ نہیں جانتی۔'' آمنہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ ''سیکھ جائے گی۔ یہ کون سا مشکل کام ہے۔ مشکل کام تو وہ تھا جس پر وہ غالب آ گئی۔ پڑھائی اور اعلیٰ تعلیم۔''

''تم نے آٹے کو ہاتھ لگایا تو چولہے میں جھونک دوں گی اس ہاتھ کو ورنہ اپنے باپ کی نہیں۔ بڑی آئی اس کی ہمدرد۔'' حبیبہ نے آٹا دور کرتے ہوئے غصے سے کہا۔

''حبیبہ بھابی! جس دن وہ ماں بن گئی تو آپ کو اس ذلالت کا وہ مزا چکھائے گی کہ نانی یاد آ جائے گی۔'' آمنہ نے سختی سے کہا۔

''یہ کمبخت ماں بنے گی؟.....واہ خوب کہی۔ شاہ جی کو تو اسے دیکھ کر اُبکائی آ جاتی ہے۔ ہاں، باہر کا گند اُٹھا لائی ہے تو میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ مگر شاہ جی سے اولاد حاصل کرنا اس کے لئے آسان نہیں۔ وہ پیار کرتے ہیں مجھ سے۔'' حبیبہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''خوفِ خدا نہیں آپ کو۔ جو ہی بے حد شریف اور پاک دامن لڑکی ہے حبیبہ بھابی! آئندہ ایسی الزام تراشی سے باز ہی رہیے گا۔ ہر وقت اسی گھر میں بند کر لیا ہے اس نے۔ نہ کہیں آنا، نہ جانا۔'' آمنہ نے تڑپ کر کہا۔

''اس کی پاک دامنی کا کیا ثبوت ہے تمہارے پاس، بولو؟ صرف یہی کہ اس گھر کی لونڈی بن کر رہ گئی ہے؟'' حبیبہ نے برجستہ کہا۔

''پاکیزگی کا ثبوت آپ کا اور ہم سب کا بھی کہیں سے نہیں مل سکتا۔ ہماری پروان اور اُٹھان ہی ہمارے تقدس کی گواہی دیتی ہے۔'' آمنہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''اب تم اصلی راستے پر آئی ہو۔ یہی تو کہنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ جویریہ کی تربیت میں کھوٹ ہے۔ ورنہ اسے طلاق کیونکر ہو جاتی؟ نیک لڑکی یوں بے مول نہیں ہوتی۔'' حبیبہ نے آنکھیں مٹکا کر کہا۔ ''ضرور آنکھ مٹکا کیا ہوگا کسی ڈاکٹر سے۔ طلاق اس کے بھائیوں نے لڑکے کے گھٹیا اور شرم ناک کردار کی وجہ سے لی تھی۔ بھائیوں نے اسے ریجیکٹ کیا تھا نہ کہ اس کے شوہر نے۔'' آمنہ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''تم تو اس کی پکی پکی چمچی ہو۔ کیسے اس کی سائیڈ لیتی ہو، دیکھو تو۔ دیور کو بتا کر تمہاری تو طبیعت ایسی صاف کرواتی ہوں کہ یاد رکھو گی۔'' حبیبہ نے غصے میں کہا اور دانت پیستی ہوئی سب کو دیکھنے لگی۔

برآمدے میں دسترخوان پر ناشتہ چن دیا گیا تھا۔ سب بچوں سمیت آلتی پالتی مار کر دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ ماں اور مقرب شاہ، چارپائی کے سامنے رکھے ہوئے میز سے کھانا لینے لگے۔ حبیبہ نے دونوں کے سلور کے بڑے گلاسوں میں لسی ڈالی اور آس پاس دیکھتے ہوئے پراٹھے ان کی پلیٹوں میں رکھتے ہوئے بولی۔ ''نئی دُلہن کے نئے اور نرالے پراٹھے کھایئے اور مزا اُڑایئے۔''

''کہاں ہے وہ؟ کتنی بار بولا ہے کہ سب میں گھل مل کر رہے۔ مل جل کر کھانا کھانے سے ویسے بھی محبت اور پیار بڑھتا ہے۔ مگر وہ ابھی اس گھر میں رچی نہیں۔ پرے پرے ہی رہتی ہے ہم سب سے۔'' ماں نے ناگواری سے کہا۔

''وہ نواب زادی رُوٹھ کر جا چکی ہے۔ یہ دیکھئے دنیا بھر کے خوب صورت اور حسین نقشے۔ سمجھانا چاہا تو برا مان گئی۔ نہ جانے یہ بدزبان عورت کہاں سے اُٹھا لائے ہیں آپ..... منظر شاہ! یہ جو تمہاری بیوی ہے نا، اس کی بہت سائیڈ لیتی ہے۔ وہ اس کی شہہ پر ہم سب سے منہ ماری کرتی ہے۔ زبان درازی اور بدتمیزی کی حد ہی نہیں رہی۔ ایک مہینے سے اُسے پروٹھے بنانے سکھا رہی ہوں۔ ایسی کُند ذہن ہے کہ سیکھ ہی نہیں پائی۔ جان بوجھ کر کملی بنی ہوئی ہے۔'' حبیبہ نے نفرت سے کہا۔

''سیکھ جائے گی بے چاری۔ وہ بھی تو بھرے بھرائے گھر سے آئی ہے، پڑھتے پڑھتے۔ وہاں اس نے کبھی کام کیا ہی نہیں تھا۔ دو بھابیاں اور نوکرانیوں کی فوج تھی وہاں۔'' آمنہ نے کھانا کھاتے ہوئے کہا تو میاں نے آنکھیں نکال کر ڈانٹا۔

''خاموش رہنا سیکھو۔ بڑھ چڑھ کر بات کرنے کی اجازت کس نے دی ہے تمہیں؟ خبردار جو گھر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ حبیبہ بھابی ہماری ماں برابر ہیں مت بھولو۔''

''سوری۔'' آمنہ نے آہستہ سے کہا۔

''ایک تو یہ کم بخت زبان ہمارے گِٹے گوڈوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اپنی زبان میں

بکواس کیا کرو۔ میں نے نوٹ کیا ہے کہ جویریہ بھابی سے بہت جُٹ بنا رکھا ہے تم نے۔ باز آ جاؤ۔'' میاں نے سب کے سامنے خوب بے عزتی کر دی۔ وہ سر جھکا کر رہ گئی۔

''ماسی! چھوٹی بی بی کو بلا لاؤ۔ میں ذرا اُس کے ہوش ٹھکانے پر لاتا ہوں۔'' مقرب نے خفگی سے کہا۔

''وہ دروازہ بند کئے رو رہی ہیں۔ کہہ رہی تھیں، ناشتہ نہیں کروں گی۔'' ماسی نے واپس آ کر کہا۔

''اُس کے نصیب کا رونا ہم خوشی میں کیسے بدل سکتے ہیں؟ اپنے کرتوتوں کی مار ہی تو کھا رہی ہے۔ ورنہ کس چاؤ سے بیاہ کر لایا تھا۔'' مقرب نے آہ بھر کر کہا۔

''سونے میں پیلی کر کے۔ وہ بھی ایک طلاقی کو۔ چلے ہیں نسل بڑھانے۔ شاہ جی! اگر اولاد آپ کے نصیب میں ہوتی تو مجھ سے ہی ہو جاتی۔ خالہ ماں! اب آپ کے لاڈلے فرماتے ہیں، اسے دیکھ کر متلی ہونے لگتی ہے۔ مجھے اس کے بطن سے اولاد نہیں چاہئے۔'' حبیبہ نے ماں کو آہستہ سے کہا۔

''پُتر! یہ سچ کہہ رہی ہے کیا؟ میں نے تو تمہیں چاند کا ٹکڑا لا کر دیا ہے۔'' ماں نے حیرت سے پوچھا۔

''کاش! چاند کا ٹکڑا نہ لاتیں۔ گہن زدہ اور داغ دار حصہ میرے مقدر میں آیا۔ روشنی بکھیرتا ہوا حصہ تو کسی اور کے آنگن کو اُجاگر کر گیا۔'' اس نے لمبی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''کیوں پُتر! کیا مسئلہ ہے؟'' وہ پریشان سی ہو گئیں۔

''ماں جی! جویریہ دل کو نہیں بھائی۔'' وہ دُکھی لہجے میں بولا۔

''آپ پوچھ کر کیا کریں گی؟ سیدھی سی بات ہے کہ حبیبہ کے سامنے ماند پڑ گئی ہے۔ اور آپ کے پُتر جی اس کا اقرار کر کے بیسیوں بار مجھ سے معافی مانگ چکے ہیں۔'' حبیبہ نے فخر و غرور سے کہا۔

''اچھا تو مسئلہ یہ ہے کہ لڑکی ہی پسند نہیں آئی۔'' ماں نے فکرمندی سے کہا۔

''خالہ! اب وہ اس گھر کی بہو بن کر آئی ہے۔ اسے نکالنا سراسر بے عزتی ہو گی

ہماری۔ اسے پڑی رہنے دیں ایک کمرے میں اور کام لیں نوکرانیوں جیسا دبا کر۔ روٹی کپڑے میں خاصی سستی پڑے گی۔'' حبیبہ نے خوش ہو کر کہا۔

''کسی اور لڑکی کے بارے میں سوچتی ہوں۔ آخر مقرب علی شاہ کو وارث تو چاہئے نا۔ لڑکیوں کی کمی نہیں۔ کُتیوں، بلّیوں کی طرح رُل رہی ہیں۔'' ماں نے فکرمندی میں کھانا ہی چھوڑ دیا۔

''ماں جی! فکر نہ کریں۔ ڈھونڈے سے خدا بھی مل جاتا ہے یہ تو معمولی سی لڑکی کی تلاش ہے۔ اب کی بار سیپی میں محفوظ موتی ڈھونڈ کر لائیے گا، جس نے دہلیز سے باہر جھانک کر دیکھا نہ ہو۔ جسے چاند، سورج اور ستارے بھی دیکھ کر شرما جاتے ہوں۔ مجھے ایسا ساتھی چاہئے ماں جی! ایسی عورت سے نسل چلے گی تو فخر ہی فخر ہو گا۔'' وہ افسردگی میں بولا۔

''یعنی آپ نے منہ کی کھا کر بھی سبق نہیں سیکھا۔ آپ میری کیسی خالہ ہیں؟'' حبیبہ رونے لگی۔

''رونے کی کیا بات ہے اس میں؟ ہماری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ کرتا دھرتا تم ہو۔ سیاہ وسفید کی مالک تم ہو۔ مقرب تین بیویاں ہی کیوں نہ لے آئے، بڑی بی بی کا رُتبہ تمہارا ہی رہے گا۔ بڑی ماں تم کہلاؤ گی۔ اس بار تو کھوٹا سکہ ہی خرید لائی ہوں۔ دعا کرو مقرب کی بہتری کے لئے۔ اور آمنہ! کان کھول کر سن لو جو لگائی بجھائی کی۔'' ماں نے شک آلود نظر اس پر ڈالی۔

''جو ہی پر زیادتی ہے یہ۔'' آمنہ نے آہستہ سے کہا۔

''دیکھا خالہ! آپ کی نند کی بیٹی کے تن بدن میں کیسے آگ بھری رہتی ہے میرے لئے؟ کیسی لاڈلی بنی پھرتی ہے؟ آپ نے ہی اسے سر چڑھا رکھا ہے۔'' حبیبہ تلخی سے بولی۔

''پگلی! میرے لئے سب برابر ہیں۔ کیونکہ سب میرا اپنا ہی تو خون ہیں۔ پھر تفریق کیسی؟ یہی ایک غیروں سے آ گئی ہے جسے ہم میں مل کر بیٹھنا ہی پسند نہیں۔'' ماں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یہ سب نیلی چھت والے کی طرف سے ہے۔ یہ لو، ٹھنڈی لسی پیو۔ خوامخواہ ہر وقت غصہ ناک پر دھرے سب کو پریشان کرتی ہو۔ خوش رہا کرو۔ اور

مقرب شاہ کے لئے منت مان لو۔ شاید اگلی بیوی اصیل مل جائے۔''

''وہ تو نہ ملی۔ چاہے میں ہزار منتیں ہی کیوں نہ مان لوں۔ بیسیوں چڑھاوے کیوں نہ چڑھا دوں۔'' وہ تنک کر بولی تو مقرب نے چونک کر نہایت بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

❀❀❀

''گریٹ.....ویری ایکسائٹنگ نیوز۔'' جوہی نے مسرت بھری آواز میں کہا۔

''بس جوہی! میری تو کسی وقت کی نیکی کام آ گئی۔ عمیر کے ہاسپٹل میں ہی اپنی پسند کا پرگرام مل گیا۔ اس طریقے سے ہم دونوں اکٹھے بھی رہیں گے۔ یہی تو ضروری ہے۔ ورنہ درمیان میں دُوریاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ذہنی مطابقت نہیں رہتی۔'' کرن خوشی سے چہک رہی تھی۔ جوہی بھی بہت خوش ہو رہی تھی۔

''ماشاء اللہ، کرن! تم نے زندگی میں جو چاہا، وہ پا لیا۔ کبھی کبھار ذہن میں سویا ہوا کیڑا بیدار ہو کر بے ایمان کر دیتا ہے۔ میں نے زندگی میں ایسی کون سی غلطیاں کی ہیں، ایسے کون سے گناہ سرزد ہوئے ہیں مجھ سے کہ زندگی دُکھوں اور پچھتاوؤں کی آماجگاہ بن کر رہ گئی ہے۔ میرے ساتھ تو وہ ہوا کہ آسمان سے گرا، کھجور میں اٹکا۔'' وہ درد بھرے لہجے میں بولی اور تمام رُوداد سنا کر ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔ دل سے بوجھ اُتر سا گیا تھا۔

کرن سوچ بچار کے بعد بولی۔ ''آمنہ کے گھر جا کر تم بھی اپلائے کرو۔ اللہ کرے میرے نزدیک ہی تمہیں بھی ریذیڈنسی مل جائے۔'' کرن نے گہرے لگاؤ سے کہا۔

''میں اس گھر سے کیسے نکل سکتی ہوں؟ اجازت ملنا ناممکن ہے۔ اور چوری چھپے بھاگنے کو بزدلی اور دھوکا بازی کا نام دیتی ہوں۔ حالانکہ مقرب کے ساتھ میرا رشتہ کسی عہد و پیمان کی بنیاد پر نہیں رکھا گیا۔ اسے مجھ سے گھن آتی ہے۔ مجھے اس سے بات کرنا بھی معیوب لگتا ہے۔ پھر بھی اسے بتائے بغیر ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی جس سے اسے نادم ہونا پڑے۔ آخر نام کی ہی سہی، ہوں تو اس کی شرعی بیوی تمام لوگوں کے لئے۔'' جوہی نے حوصلے سے جواب دیا۔

''جوہی! ان حالات میں کتنے دن سروائیو کر سکو گی؟ اپنی قیمتی زندگی کے انمول دنوں کو ایک نام کے شوہر کی خاطر کیوں قربان کر رہی ہو؟ تم تو بہت ہی احمق نکلی۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''تم میری فکر نہ کیا کرو۔ بہت سخت جان اور ڈھیٹ ہڈی ہوں۔ اپنوں کی بے رخی اور خود غرضی، حمزہ کی دغا بازی اور مکاری اور اس بڈھے کھوسٹ کا مجھ سے نفرت کرنا اور دھتکارنا۔ اگر ان تمام پریشانیوں کے باوجود میں زندہ ہوں، مری نہیں تو آئندہ بھی ہر حال میں سانس کی ڈوری اس وجود سے اپنا تعلق گہرا اور مضبوط ہی رکھے گی۔ تم تصور نہیں کر سکتی کہ میرا ہر دن ایک صدی کے برابر ہے۔'' وہ دکھ سے بولی۔ ''مگر میں پھر بھی زندہ ہوں۔''

''ان جھوٹی شان و شوکت کے ٹھیکیداروں کو چھوڑ دو جوہی! ذرا جذباتی اور سچے پن سے باہر نکلو اور اپنی آئندہ کی زندگی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچو۔ نہیں تو بالکل ہی ماری جاؤ گی۔ کہیں کی نہیں رہو گی۔'' کرن نے ڈانٹ کے انداز میں کہا۔ اتنی دیر میں آمنہ کمرے میں آ گئی تو جوہی نے مسکرا کر کہا۔

''کرن! آمنہ آئی ہے۔ تمہیں سلام کہہ رہی ہے۔''

''تم میری بات ٹالنے کی کوشش مت کرو۔ کل ہی آمنہ کے گھر جاؤ اور انٹرنیٹ پر بیٹھو اور انٹرویوز کے لئے ہر جگہ اپلائے کر دو۔ ورنہ تمہارا ذہن ایک کورے کاغذ کی مانند ہو جائے گا۔'' وہ حکم کے انداز میں بولی۔

''ٹھیک ہے۔ سن لیا ہے۔ توبہ! ایک بار کسی بات کے پیچھے پڑ جائے تو جان نہیں چھوڑتی، خبطی کہیں کی۔'' جوہی نے اس کی پریشانی دور کرنے کے لئے قہقہہ لگایا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر کے آمنہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''جوہی! مجھے تمہاری عقل پر بے انتہا افسوس ہوتا ہے۔ ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے۔ اتنا پڑھ لکھ کر بھی اس قدر بے عزتی اور بے کار کی زندگی۔ میں تمہاری جگہ ہوتی نا تو یہاں سے کب کی سدھار چکی ہوتی۔ جس عورت کا خاوند اُسے ہاتھ لگائے بغیر ہی تھوتھو کرتا اپنی پہلی بیوی کے پاس چلا جائے، اُٹھتے بیٹھتے نفرت، حقارت اور لاتعلقی کا اظہار کرتا رہے، ایسے مرد کو تو وہ سبق سکھانا چاہئے کہ تا حیات یاد رکھے۔ مجھے اس بات

کا جواب دو کہ تم نے معصوم بچیوں کے لئے عزتِ نفس اور اور نسوانی وقار و آن بان کے تحفظ کی کون سی مثال قائم کی ہے؟ تمہیں تو رول ماڈل ہونا چاہئے تھا۔ کیا فائدہ ہوا تمہاری پڑھائی کا کہ اسے زنگ لگنے لگا ہے۔'' آمنہ نے ہمدردی اور لگاوٹ سے سمجھایا۔

''تو کیا کروں؟..... مصطفیٰ بھائی کی حقارت و نفرت سے مقرب کا روّیہ ہزار ہا درجے قابل قبول ہے۔ بھائی میرا اپنا ہے اور شوہر میرا کچھ نہیں لگتا۔ اس لئے دل بھی نہیں دُکھتا۔ ورنہ امریکہ بھاگ جاؤں۔ اپنی زندگی بے فکری میں گزار دوں۔ لیکن میری زندگی کے کچھ اصول ہیں۔ میں ان سے ہٹ کر کچھ بھی نہیں کرنا چاہتی۔ مقرب مجھے احسن طریقے سے آزاد کر دے، اس کا انتظار ہے۔'' جوہی نے امید و بیم کے لہجے میں کہا۔ ''وہ وقت میری زندگی میں ضرور آئے گا۔''

''تو پھر گھٹ گھٹ کر مرو اسی کمرے میں۔'' آمنہ نے تلخی سے کہا۔ ''اور مرنے کی منتظر رہو۔ اگر تعلیم بزدلی اور خوف سکھاتی ہے تو پھر میں تم سے بہت بہتر ہوں۔ کم از کم اُتار چڑھاؤ کے بارے میں سوچ تو رکھتی ہوں۔ اپنی نسوانی عزت و وقار کا دعویٰ کرنے کی ہمت رکھتی ہوں۔ تمہاری انہی کمزوریوں کا ہر فرد فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ویری سیڈ جوہی!..... میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کیونکہ میں جو خبر تمہیں سنانے جا رہی ہوں، وہ سننے کے بعد بھی تم نے ہمت اور حوصلوں کو بلند نہ کیا تو میں بھی تمہارا ساتھ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گی۔ کیونکہ تمہاری ہمدردی میں اور تم پر ترس اور رحم کرتے کرتے کہیں اپنا گھر ہی برباد نہ کر لوں۔ میں کم تعلیم یافتہ، دو بچوں کی ماں اور سب سے بڑی کمزوری یہ کہ انہی کے خونی رشتے کا اٹوٹ انگ ہوں۔ اپنا سہاگ، عزت اور وقار کی قربانی وہ بھی تم جیسی بزدل اور ڈرپوک لڑکی کے لئے دینا سراسر میری حماقت اور نادانی ہو گی۔ میں اپنا گھر اُجاڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔'' آمنہ نے سخت ناگواری دکھائی۔

''پہلے خبر تو سناؤ۔ پھر کچھ سوچتی ہوں۔'' جوہی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''آپ کے شوہرِ نامدار کی تیسری شادی کے پروگرام بن رہے ہیں۔'' آمنہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''ایسا کرنے سے میری صحت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ دس شادیاں کرے۔ مجھے کوئی

پروانہیں۔ میری بلا سے۔'' جوہی نے بے فکری اور لاپروائی سے کہا۔

اتنی دیر میں ملازمہ نے کمرے میں آ کر آمنہ کو سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ کو باہر بلا رہے ہیں۔ اور ہیں بھی غصے میں۔ کیونکہ حبیبہ بی بی انہیں خوب سکھا پڑھا رہی تھیں۔''

''تم جاؤ، میں آتی ہوں۔'' آمنہ نے بظاہر لاپروائی سے کہا۔

''آمنہ! مجھ سے ان کے سامنے ملنا جُلنا چھوڑ دو۔'' جوہی نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔ ''اگر اپنا گھر آباد رکھنا ہے تو۔''

''مجھے تم پر بے پناہ پیار اور ترس آتا ہے جوہی! اس ایک کمرے میں قید بامشقت کیوں جھیل رہی ہو؟ نہ اس گھر میں ٹی وی ہے، نہ ہی انٹرنیٹ کا کنکشن۔ تم سے موبائل بھی چھننے والا ہے۔ کیونکہ اس کی بھی کسی کو اجازت نہیں۔ تم نے پھر بھی چند ماہ عیش کر لی ہے۔'' آمنہ نے آہستہ سے کہا۔

''آمنہ! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ نہ جانے میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اگر انہوں نے گھر سے نکال دیا تو کہاں جاؤں گی؟'' وہ خوف سے لرز اُٹھی تھی۔ ''فی الحال کوئی ٹھکانہ نظر نہیں آ رہا۔''

''امریکہ جاؤ۔ کرن کی طرح سوچو اور نکلو اس سٹون ایج سے۔'' آمنہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''اس کے لئے چند ماہ درکار ہیں۔'' وہ فکرمندی سے بولی۔

''آج سے ہی پلان کرو جوہی! میں ہر موڑ پر تمہارے ساتھ رہوں گی۔'' آمنہ نے مستحکم لہجے میں کہا تو وہ سر جھکائے سوچنے لگی کہ سچ مچ میں بھی عجیب ہی لڑکی ہوں کہ پہلے کرن اور اب آمنہ پُش کر کے مجھ سے وہ کام کروا لیتی ہیں جسے کرنے کا میں اختیار رکھتی ہوں۔ مگر خود اعتمادی نام کو نہیں۔ ہر وقت ڈر کو سینے میں چھپائے ایک ہی جگہ کی ہو کر رہ جاتی ہوں۔ اسی ماحول میں خود کو ایڈجسٹ کرنے کی تگ و دو میں لگ جاتی ہوں۔ زندگی ایسے نہیں گزر سکتی۔ اُٹھو جوہی! ہمت کرو اور اس جہنم سے نکل کر اپنے لئے جنت کے اعلیٰ درجے کا انتخاب کر لو۔ ورنہ تمہاری تعلیم کس کام کی؟ آج اپنی اس نئی محسن اور ہمدرد سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنی زندگی کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق

گزارنے کا صدقِ دل سے تہیہ کرلو۔

جوہی سوچتے ہوئے اپنی ہمت کی بکھری ہوئی کرچیاں سمیٹ کر ایک نئی جوہی کو تشکیل دینے لگی۔

❀❀❀

جوہی نے آمنہ کی مدد سے امریکہ کی ہر اسٹیٹ میں ریذیڈنسی کے لئے اپلائے کر دیا۔ اب وہ خاصی مطمئن اور آمنہ کی مشکور نظر آنے لگی تھی۔ اُس نے رات بھر اپنے سمپل اور ڈیزائنر ڈریسز کی اٹیچی میں پیکنگ کر دی۔ شادی کے بھاری بھرکم ڈریسز کو اس نے چھوا تک نہیں۔ وہ الماری میں ہی لٹکے رہے۔ شادی کا ڈریس جو اس نے ایک گھنٹے سے زیادہ دیر تک نہیں پہنا تھا، وہ اسی طرح ڈبے میں بند تھا۔ جوتے، پرس اس نے دوسرے اٹیچی میں پیک کر دیئے۔ جو شادی کے تھے، گاڈی اور فضول ترین، وہی چھوڑ دیئے تھے۔ کلازٹ میں دونوں اٹیچی رکھ کر وہ اگلے خوش آئند لمحوں کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ حبیبہ نے دروازہ کھولا اور دھاڑ سے بند کر کے اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

جوہی کو آغازِ گفتگو سے ہی اندازہ ہو گیا۔ آمنہ کی زبانی سنا ہوا مژدہ سچا لگنے لگا۔

''مہارانی بیگم! اگر شان میں گستاخی نہ ہو تو ایک بات کہوں؟..... یہ کمرہ، جس پر تمہاری اجارہ داری ہے، خالی کرنا پڑے گا۔ شاہ جی کا حکم ہے کہ اگلے دو تین گھنٹوں میں ساتھ والی کوٹھڑی میں شفٹ ہو جاؤ۔ ورنہ وہ تمہیں اُٹھا کر گلی میں پھینک دیں گے۔'' وہ ناک چڑھا کر بولی۔

''مجھے تھوڑا وقت چاہئے۔ چلی جاؤں گی اگر اتنی ہی جلدی اور مجبوری ہے تو مجھے میرے میکے چھوڑ آیئے۔ لیکن اس کمرے کے سٹور میں چارپائی نہیں ڈلواؤں گی۔ جا کر اپنے شوہر کو بتا دو۔'' وہ تلخی سے بولی۔

''اپنے شوہر سے خود بات کرو کہ مجھے میکے سے لانے کا طریقہ تو خوب آتا تھا، وہاں سے واپس پہنچانے کے تمام اصول کیسے بھُلا دیئے؟ ذرا اُن سے اپنے مطالبات منوانے کی کوشش تو کرو۔'' وہ نرمی سے بولی۔ ''اگلے چند دنوں میں اس کمرے میں نئی دُلہن آنے والی ہے، اس لئے کمرہ تو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ حالانکہ اس گھر میں کمروں کی

کمی نہیں۔ مگر مقرب کا ماسٹر بیڈ روم جو یہی ہے۔ میں بھی تو چپکے سے اس کمرے سے نکلی تھی نا۔ آج تمہاری باری ہے۔''

''اپنے شوہر کو میرا پیغام دے دیں کہ اپنی نئی دُلہن کو کال کوٹھڑی کی زینت بنائیے۔ جوہی تو یہ کمرہ چھوڑنے والی نہیں۔ کیا مذاق بنا رکھا ہے اس نے؟'' وہ چڑ کر بولی۔

''ویسے میں نے نوٹ کیا ہے کہ دن بہ دن تمہاری زبان بے لگام ہوتی جا رہی ہے۔ اس گھر میں یہ سب نہیں چلے گا۔ تم نے شاہ جی کی خاموشی اور صبر دیکھا ہے، جلال نہیں دیکھا۔ ورنہ وہ تمہیں طلاق دے کر کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیں گے۔'' حبیبہ نے دھمکی دینے کے انداز میں کہا۔

''اسے جا کر کہو کہ اپنا طاقتور ہتھیار استعمال کر لے۔ دیر کاہے کی؟'' جوہی نے طنزیہ مسکرا کر کہا۔ ''اس کے علاوہ بزدل اور کمینہ شوہر بھلا کر بھی کیا سکتا ہے؟''

''بہت بے غیرت، بے عزت اور حد درجے کی ڈھیٹ عورت ہو۔'' حبیبہ نے دانت چبا کر کہا۔

''وہ تو ہوں۔ آپ جیسے گھٹیا اور کمتر لوگوں کے ساتھ رہ کر یہی کچھ تو سیکھ پائی ہوں۔'' جوہی نے ہنس کر جواب دیا تو حبیبہ غصے میں کھولتی ہوئی باہر نکل گئی اور مقرب کو بڑھا چڑھا کر اپنے بے عزت ہونے کی رُوداد، رو رو کر سنائی اور اسے اُکسایا کہ اس کی ہڈی پسلی ایک کر کے اسے کوٹھڑی میں ابھی اور اسی وقت پھینک آئے اور کمرے کو تالا لگا دے۔

مقرب شاہ نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''بے چاری کو غسل خانے کا مسئلہ ہو گا۔ ماں جی کے ساتھ والا کمرہ کیوں نہ دے دیں؟''

''آپ نے ایک دن اُسے اس حویلی کی مالکن بنا کر دم لینا ہے۔ میں ہی یہاں سے دفع ہو جاؤں تو آپ کا ہر معاملہ سدھر جائے گا۔'' وہ رونے لگی۔

''مشورہ ہی تو لیا ہے تم سے۔ رونے کی بات تو ہے نہیں۔'' وہ اسے پچکارتے ہوئے بولا۔

''شاہ جی! کاکا گود میں کھلانے کو میرا بھی دل چاہتا ہے۔ ورنہ آپ کو ہرگز اجازت نہ دوں۔ آپ ہیں کہ میرا احسان ماننے کو تیار نہیں ہیں۔'' وہ آنسو صاف

کرتے ہوئے بولی۔ ''اور یاد رکھئے گا کہ وہ بچہ جنے گی اور میں پالوں گی۔ ماں میں کہلاؤں گی۔ وہ ہوگی اس کی آیا گیری کے لئے۔''

''ہاں ایسا ہی ہوگا۔ میں چلتا ہوں۔ اس رانڈ کے ہوش ٹھکانے لگانے کا وقت آ گیا ہے۔ کیا سمجھتی ہے خود کو۔ نہ آگا نہ پیچھا۔ کوئی منہ لگانے کا روادار نہیں۔ اور رعب جماتی ہے میری حبیبہ پر۔ آج زبان گدی سے نہ کھینچ نکالی تو سمجھو گدی نشینی کا حق دار نہیں ہوں۔'' وہ اسے خوش کرنے کے انداز میں بولے جا رہا تھا۔

❀❀❀

ابھی شام ڈھلی ہی تھی کہ حبیبہ دندناتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔ حسبِ حال غصہ آنکھوں سے برس رہا تھا۔

''آج تم مقرب کے ہاتھوں سے بچ گئی ہو۔ وہ لاتوں کے بھوت کو باتوں سے نہیں سدھارتے۔ یہ یاد رکھو۔'' وہ اکڑ کر بولی۔ ''میرا چالیس سال کا ساتھ ہے۔ ان کی رگ رگ سے واقف ہوں۔''

'دو ٹکے کے سستے اور بے دام لوگ..... ڈاکٹر جویریہ شاہ ان سے کھائے مار اور دھتکار..... ڈوب نہ مروں چلّو بھر پانی میں؟' جوہی کے دل نے سرگوشی کی مگر خاموشی سے حبیبہ کو دیکھنے لگی۔

''بٹر بٹر مجھے کیا دیکھ رہی ہو؟ تم نے ابھی تک اپنا سامان کیوں نہیں سمیٹا؟'' حبیبہ نے زوردار لہجے میں کہا۔

''سمیٹ لیا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ حکم عدولی کیسے کر سکتی ہوں؟'' وہ مؤدبانہ انداز میں بولی۔ ''ذرا اسٹور کی صفائی کروا لوں، پھر شفٹ ہو جاؤں گی۔ ایک آدھ دن اور چاہئے۔''

''شاباش۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔ ''عزت دار اور خاندانی ہونے کا ثبوت دے دیا ہے تم نے۔''

جوہی خاموش ہی رہی اور وہ اپنا طنطنہ دکھاتی باہر نکل گئی تو دبے پاؤں آمنہ کمرے میں آ گئی۔

''آمنہ! میں نے فیصلہ کر ہی لیا ہے۔ کاش! چھ مہینے پہلے ہی یہ قدم اٹھا لیتی تو

آج اپنے وقت کے زیاں کا دکھ نہ ہوتا۔ خیر، دیر آید درست آید۔ میں ناکردہ گناہوں کی پاداش میں زندگی کیوں گزار دوں؟ مجرم بنی ان لوگوں کے سامنے نظریں نیچی کئے مشقت میں اپنے دن رات نہیں بتاؤں گی۔''

''اپنا زیور اور پیسہ ساتھ لے جانا مت بھولنا۔'' آمنہ نے مخلصانہ مشورہ دیا۔ ''پیسے کے بغیر گھر سے باہر تم ایک لمحہ نہیں گزار سکو گی۔''

''میں وکیل چاچا کے گھر جاؤں گی۔ کیونکہ مجھے ایک آدھ مہینہ وہاں رُکنا پڑے گا۔'' جوہی نے سرگوشی کی۔ ''ویسے میں اس تمام زیور کی شرعی طور پر حق دار ہوں۔ پیسہ میرے والدین کی طرف سے ملا ہے۔ اس پر بھی ان کا قطعاً حق نہیں بنتا۔'' وہ پُرسکون سانس لے کر بولی۔

''جلد از جلد خلع کے پیپرز تیار کروا لینا۔ جان چھڑاؤ ان کم بختوں سے۔'' آمنہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''ارے میں نے طلاق لے کر کون سا دوسری شادی رچانی ہے؟ ہاں، اس کا نام اپنے نام کے ساتھ منسوب رکھا تو ان کی زیادتیوں کو بھول نہیں سکوں گی۔ کیا یاد کرے گا کہ ایک کمزور، لاوارث اور بے بس بیوی نے کورٹ میں گھسیٹ لیا۔ ناک ہی تو کٹ جائے گی۔'' جوہی نے بہادر بن کر کہا۔

''انہیں اپنی عزت اتنی پیاری ہے کہ نوٹس ملتے ہی طلاق ارسال کر دیں گے۔'' آمنہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''ان کی پھوک نکالنا بہت آسان ہے۔''

''اُف! دوسری بار طلاق؟..... میری بدنصیبی کا سن کر بی بی جی زندہ نہیں رہیں گی اور شاہ جی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ اور مصطفیٰ میرے روپوش ہونے کی خبر سن کر میری تلاش شروع کر دے گا۔ تمام کام ہی خطرناک ہیں۔ پکڑی گئی تو موت کی آغوش میں چلی جاؤں گی۔'' وہ پھر خوف سے لرز گئی۔ مگر اگلے ہی لمحے پھر سے مضبوط نظر آنے لگی۔ ''ایسی زندگی سے موت ہی بہتر ہے۔ مت ڈرو جوہی!..... بے شک مقرب دس شادیاں کرتا۔ لیکن اتنی انسلٹ کہ اب کال کوٹھڑی میرا مقدر بنانے چلا ہے۔ عزتِ نفس کا قتال مجھے دربدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر رہا ہے۔ میں یہاں ایک پل نہیں رُکنا چاہتی۔''

''سب کچھ ٹھیک رہے گا۔ میں کل رات پچھلا گیٹ کھلا چھوڑ دوں گی۔ اُس طرف کسی کا آنا جانا نہیں ہوتا۔ تم وکیل چاچا کے ساتھ وہاں سے بحفاظت نکل سکتی ہو۔ فکر نہ کرنا۔ تم مجھے یاد بہت آؤ گی۔ آہ! کاش کہ میں بھی تمہاری طرح پڑھی لکھی ہوتی، بغیر اولاد کے ہوتی تو کل تمہارے ساتھ ہی نکل جاتی۔ منظر شاہ کی نظر میں میری کتنی عزت اور اہمیت ہے، تم جانتی ہو۔'' آمنہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ جوہی بھی اس کے گلے لگی روتی چلی گئی۔

❀❀❀

مقرب کی ہدایات کے مطابق سٹور کو خالی کر دیا گیا اور اس کی صفائی کرانے کے بعد وہاں بان کی بنی ہوئی چارپائی بچھوا دی گئی۔

حبیبہ کا خوشی کے مارے زمین پر پاؤں نہ ٹکتا تھا۔ ہواؤں میں اُڑ رہی تھی۔ دوسری بیوی تو ایک طرف لگی۔ تیسری سے بچہ پیدا کروا کے اسے طلاق نہ دلوائی تو اپنے باپ کی نہیں۔ یہ سوچ کر کافی اطمینان میں تھی۔ چہکتی ہوئی جوہی کے کمرے میں گئی۔ بکھرا ہوا سامان دیکھ کر مزید مطمئن ہو کر بولی۔

''ہفتہ بھر اور اس کمرے میں تم رہ جاتیں۔ لیکن مجبوری ہے۔ فرنیچر کی پالش اور پوشش کرانی ہے۔ کمرے کو چونا پانی بھی کروانا چاہتے ہیں مقرب۔ بہت چاؤ اور خوشی سے لا رہے ہیں۔ کنواری ہے نا، اس لئے اسے لانے کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ بہت غریب گھر کی سادہ سی لڑکی ہے۔ ہمارے سامنے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کر سکے گی۔ تمہارے ساتھ تمہارے والدین نے بہت ظلم کر دیا تھا۔ کچھ دیکھا نہ بھالا، پکڑ کر بڈھے کے سر منڈھ دیا۔'' حبیبہ کے لہجے میں ترس تھا۔

''حبیبہ آپا! آپ نئی آنے والی کے لئے اتنی فراخ دل اور حلیم کیسے ہو گئیں؟ میرے ساتھ کیا مسئلہ تھا جو ویلکم بھی طعنوں تشنوں سے کیا گیا تھا؟'' جوہی نے حیرت سے کہا۔

''تم تو بہت خوش قسمت ہو، جو ابھی تک اس گھر میں موجود ہو۔ اُس کا انجام تو بہت برا ہو گا۔ بے شک وہ سات پردوں میں پل کر جوان کیوں نہ ہوئی ہو، مجھے اس سے کیا لگے؟ ہو گی تو میری سوتن۔ تم نے اس درد میں دن رات گزار کر سمجھ تو لیا ہو گا

کہ سوتن ناگن ہے۔ سہاگ کو ڈس جانے والی۔ خیر اس سے نمٹ لوں گی۔'' حبیبہ خوداعتمادی سے بولی۔

''مذہب اور دین کے ٹھیکیدار لوگوں کے دل اتنے سخت اور ذہن اتنے بے حس کیوں ہوتے ہیں؟ انہیں معصوم لڑکیوں کی زندگی برباد کرتے ہوئے رتی بھر خوفِ خدا کیوں نہیں ہوتا؟ آگے جا کر کس کس سے زیادتی پر جواب دہ ہونا پڑے گا۔ کبھی آپ نے اس بارے میں سوچا ہے؟'' وہ پژمردگی سے بولی۔

''میں یہاں تمہاری منطق سننے نہیں آئی۔ خالہ کا حکم تم تک پہنچانے آئی ہوں کہ زیور واپس چاہئیں۔ ان کی پالش وغیرہ کروا لیتے ہیں۔ اور تمہارے میکے کی طرف سے جو سیٹ اور بازو بند آئے تھے، وہ بھی چاہئیں۔ چند دنوں بعد تمہیں واپس مل جائیں گے۔ ڈھیر سارا سونا دکھائیں گے تو سولہ سال کی لڑکی کو وہ خوشی خوشی رخصت کریں گے۔ اس سونے کی چمک تو اندھا کر کے رکھ دیتی ہے غریبوں کو۔'' حبیبہ نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

''فکر نہ کریں۔ اپنا گھر ہے، اپنی ہی عزت ہے۔ میں کون سا ہر وقت زیور پہنے پھرتی ہوں۔ مجھے یہ بننا سنورنا، زیور میں لدے پھرنا پسند ہی نہیں۔'' وہ سوچ کر بولی۔

''جانتی ہوں۔ تمہیں چھلا، مُندری اور شادی کے کپڑے پہنے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ ویسے تم ہو صابر و شاکر لڑکی۔ کبھی کسی بات پر واویلا نہیں کیا۔ کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا۔ کیا پتھر کی بنی ہوئی ہو یا کسی جست کی؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''حبیبہ آپا! یہ شادی کا طوقِ غلامی آپ کو مبارک ہو۔ میرے دن رات اور میری ہر سانس آزاد اور بے مہار ہے۔ شکریہ ادا کرتی ہوں شوہر کا۔ بتائیں مجھے اور کیا چاہئے تھا؟ اپنی نیند سوؤں اور اپنی نیند جاگوں۔ اور کہلاؤں بھی سہاگن۔ میں اس وقت بھی شادی کی مخالفت کر سکتی ہوں۔ کیونکہ مجھ سے اجازت نہیں لی گئی۔ لیکن بھینس کے آگے بین بجانے کا کیا فائدہ؟'' جوہی نے سکون بھرے لہجے میں کہا۔

''خاندانی لوگوں میں بیوی سے اجازت کون لیتا ہے پگلی کہیں کی'' حبیبہ نے ہنس کر کہا۔

''دراصل بدقسمتی سے خاندانی عورتوں کو حقوق سے روشناس نہیں کرایا جاتا حبیبہ

آپا!.....قرآن شریف کو سمجھ کر پڑھیں۔ آپ پر ایک نئی دنیا سے حجاب اُٹھ جائے گا۔ ذرا دیکھیں کہ باری تعالیٰ نے عورت کو کس قدر حقوق سے نوازا ہے۔'' جوہی نے ملائمت سے کہا

''جانتی ہوں۔ بیوی، شوہر کی خاطر نفلی نماز اور روزہ توڑ سکتی ہے۔ وہ دن کو رات اور رات کو دن کہہ دے تو جنتی بیوی کا جواب ہاں میں ہوگا۔ بحث کر کے اسے دن ہونے کا احساس دلانا سراسر گناہ ہے۔ وہ ہمارے نان نفقے کا ذمہ دار ہونے کی وجہ سے ہمیں قید کر سکتا ہے، مار پیٹ کر اپنی بات منوا سکتا ہے۔ اسے چار شادیاں کرنے کی اجازت ہمارے اسلام نے دی ہے۔ مگر ہم تھوڑ دل ہیں۔ مرنے مارنے پر اُتر آتی ہیں۔ لیکن جویریہ! میں نے تم میں جنتی بیوی والا صبر و تحمل محسوس کیا ہے۔'' حبیبہ اپنا نالج بتا رہی تھی۔

''آپ کو جو بھی سکھایا گیا ہے، اس کا نہ سر ہے نہ ہی پیر ہے۔ صرف بدکار عورت سے بستر الگ کرنے اور اسے الگ کمرے میں قید کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو تب ہلکی سی چپت سے اسے توہین کے احساس دلانے کا ذکر ہے۔ آپ اپنے شوہر سے پوچھئے گا کہ اس نے میرے ساتھ ایسا توہین آمیز سلوک کیوں روا رکھا؟ کیا میں اس کی امانت میں خیانت کر رہی تھی یا بدزبانی اور بدکلامی سے اس کی بے عزتی کیا کرتی تھی۔ کس گناہ میں ملوث تھی؟ کیوں ہوا مجھ پر یہ ظلم جو میرے لئے نعم بن گیا۔'' جوہی نے بھی درس دے ڈالا۔

''تمہاری باتیں دل کو تو بھلی لگ رہی ہیں مگر ہیں بہت عجیب سی۔'' حبیبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''حبیبہ آپا! ہم تو پیدائشی شہزادیاں ہیں۔ اس کائنات کا تمام حُسن اور جلترنگ ہمارے دم سے ہے۔ مرد کو خدمت گار اور غلام بنا کر اس دنیا میں ہمارے لئے بھیجا گیا ہے۔'' جوہی نے ایک اور پتا پھینکا تو وہ تڑپ اُٹھی۔

''جویریہ.....توبہ استغفار پڑھو۔'' حبیبہ پریشان ہو کر بولی۔

''میں نہ تو کوئی گناہ کر رہی ہوں، نہ ہی مذاق اُڑا رہی ہوں۔ میں آپ کو اسلامی نقطہ نظر کے مطابق چند باتیں گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔ وہ عورت جنتی ہے جو خاوند کی

امانت اور عزت کی حفاظت کرنے والی ہو۔ اس کے رزق کو سنبھال کر رکھتی ہو اور اولاد کو دین اور دنیا میں بیلنس رکھنے کی ٹریننگ دے کر پروان چڑھائے۔ وہ ہے جنتی۔ باقی فرائض تو شوہر کے حصے میں لکھے گئے ہیں۔ کس ندیدے پن سے بغیر حق مہر کے بیوی لے آتے ہیں۔ جو دل میں آتا ہے، اپنا حق سمجھ کر دن رات وصول کرتے ہیں۔ کہاں کا انصاف ہے یہ؟'' جوہی سنجیدگی سے بولی۔

''ہمیں تو صرف سر جھکا کر جینے کا سبق دیا گیا ہے۔ حالانکہ میں مقرب شاہ سے توں توں، میں میں کرنے سے باز نہیں آتی۔ شاید اس لئے آج تک گود ہری نہ ہوئی۔ تمہاری باتیں بہت انوکھی اور نرالی ہیں۔'' وہ دونوں کان پکڑ کر بولی۔

''میں آپ کو چند اور انہونی باتیں بتانا چاہتی ہوں۔ چار شادیاں بحالت مجبوری جائز قرار دی گئی ہیں۔ اولاد کا نہ ہونا، بیوی کا بیمار رہنا، بیوی سے مزاجاً اختلافات، ہر وقت کی اَن بَن اور جھگڑا یعنی ناپسندیدگی، نفرت اور انتہا درجے کی بدگمانیاں ہونا۔ ان صورتوں میں دوسری شادی کرنا واجب ہے۔ مگر چاروں کو انصاف کے ترازو میں بٹھانا اوّلین فرض ہے۔ جب کہ شوہر اُس پر پورا اُتر ہی نہیں سکتا تو پکڑ کیسے نہیں ہو گی؟ میرے ساتھ مقرب شاہ نے جو سلوک روا رکھا ہے اور آنے والی کے ساتھ جو ہونے والا ہے، اس گناہ کا خمیازہ وہ بھگتے گا اسی دنیا میں۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ ہمیں محض سیکس اوبجیکٹ اور بچے پیدا کرنے والی مشین کا درجہ کیوں دیا جاتا ہے؟ اس لئے کیونکہ ہمیں اپنے حقوق کے بارے میں علم ہی نہیں۔ ہم نے اپنے احساسات و جذبات کو مار دیا ہے۔ اور مرے ہوئے دل، پتھر ہو جاتے ہیں۔ بے جان و بے حس۔ آپ خود کے بارے میں سوچیں کہ دل دھڑکتا ضرور ہے لیکن ہے مُردہ۔'' جوہی نے پیار سے کہا تو حبیبہ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

''جویریہ! اگر ہم نے قرآن کو سمجھ لیا تو گھر میں جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ ہم جھلّیاں کلّیاں ہی درست ہیں۔ مرے رہیں یہ دل اور دماغ۔ گزر ہی جائے گی باقی ماندہ زندگی۔''

''حبیبہ آپا! میری ایک اور بات ذرا غور سے سن لیں۔ زیورات پر میرا حق ہے۔ کیونکہ شادی میں دیئے گئے تمام تحائف کی مالک ہوں۔ اپنے شوہر سے پوچھ لیجئے گا۔

مجھے قرآن سے نکال کر دکھائیں کہ زیورات پر ان کا حق ہے تو بائی گاڈ میں ایک رتی بھی اپنے پاس رکھنے کا گناہ نہیں کروں گی۔'' جوہی نے نرمی سے کہا۔

''کیا سچ مچ تم نے یہ سب قرآن مجید میں پڑھا ہے؟'' حبیبہ حیرت سے بولی۔

''جی حبیبہ آپا! میں آپ کو انڈر لائن کر دوں گی تمام قوانین کو۔ خود بھی پڑھیے گا اور اپنے خاندان کی ہر عورت کو بھی سنایئے گا۔'' جوہی نے قرآن اُٹھا لیا اور دیر تک اُسے سورۃ النساء اور سورۃ نور کا ترجمہ سناتی اُس کے بند ذہن کے زنگ آلود تالوں کو کھولتی چلی گئی۔

''جویریہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جس گھر میں عورت اپنی پسند کا کپڑا جوتا تک نہیں خرید سکتی، وہ اس ماحول میں انقلاب کیسے لا سکتی ہے؟ تم بھی خاموش ہی رہو۔ ورنہ شامت آجائے گی۔''

''لیکن میری تم سے دوستی ہو گئی ہے پکی۔'' حبیبہ نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو جوہی نے اسے معصوم اور بے قصور سمجھ کر گلے لگا لیا اور نہایت دُکھی لہجے میں بولی۔

''حبیبہ آپا! آپ جانتی ہیں کہ اس رشتے کی وجہ سے میں نے اپنے والدین سے منہ موڑ لیا اور والد، بھائی کی وجہ سے مجبور ہو کر خاموش رہ گئے۔ میں آپ کو دھوکا نہیں دوں گا۔ میں اس شک آمیز ماحول میں رہنے کی تمام طاقت اور حوصلہ ختم کر چکی ہوں۔ مجھے آپ کی طرح زندہ لاش بن کر زندگی گزارنے کا قطعاً شوق نہیں ہے۔ یہ سونا ہی تو میری سکیورٹی ہے۔ میں اپنا حق اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔''

''ایسا مت سوچو جویریہ!..... دونوں باعزت اور نام و نمود والے گھرانے ہیں۔ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ ہاں میں تمہارے لئے اتنا کام کر سکتی ہوں کہ خالہ کے ساتھ والا کمرہ تمہیں دلانے کی کوشش کرتی ہوں۔ لیکن یہ گھر چھوڑ کر نہ جاؤ۔ باہر کی دنیا بہت ظالم ہے جویریہ! تم خوب صورت بھی ہو، جوان بھی ہو۔ خود پر رحم کھاؤ۔'' حبیبہ فکرمندی سے بولی۔

''اب مجھے کمرے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ اپنے شوہر کو بتا دیجئے گا کہ مجھے اس کے نام کے ساتھ چپکے رہنے کا کوئی شوق نہیں۔ مجھے اسلامی

قانون کے مطابق آزادی چاہئے۔ ورنہ مجھے کورٹ جانا پڑے گا۔'' جوہی نے سختی سے کہا۔

''ایسی نازیبا باتیں تمہیں سوٹ نہیں کرتیں۔ بھلا دو طلاقوں کے بعد تمہیں کون قبول کرے گا؟'' حبیبہ نے سہم کر کہا۔ ''خود پر اور ہم پر رحم کرو۔ اور یہاں سے مر کر ہی نکلو۔''

''ان دو تلخ تجربوں کے بعد میں خود کسی اور کو قبول نہیں کر سکتی۔ آپ کیا سمجھ رہی ہیں کہ طلاق کا مطالبہ پھر سے شادی کے راستے کھولنے کے لئے کر رہی ہوں؟'' جوہی نے بیزاری سے کہا۔

''سوچ لو..... طلاق کا دھبہ عورت کی ہر خوبی پر خامی کی قلعی چڑھا دیتا ہے۔ ایک بڑی بہن ہونے کے ناتے سمجھا رہی ہوں۔ تمہاری باتوں نے تو میری نیند ہی اُڑا دی ہے۔ جویریہ! تم مجھے معاف کر دینا۔ ایک دُکھی عورت تمہیں خوشیاں کیسے دے سکتی تھی؟ لیکن تم نے میری بند سوچ کو کھول دیا ہے اور دُکھی ہو گئی ہوں۔'' حبیبہ کی آواز بھرّا گئی۔

''لیکن میں خود کو بدل نہیں سکتی۔ ورنہ برباد ہو جاؤں گی۔''

''آپ بڑی ہیں حبیبہ آپا! مجھے معاف کر دیجئے گا۔ میں نے بھی تو کئی بار آپ سے بدتمیزی کی ہے۔ نا سمجھی تھی سب۔'' جوہی نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔''

❀❀❀

حبیبہ جب سے جوہی سے گفت و شنید کر کے اپنے کمرے میں آئی تھی، لبوں پر خاموشی اور آنکھوں میں بلا کی اُداسی و مایوسی تھی۔ مقرب شاہ کی طرف اُس نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تک نہ تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر کروٹ بدل کر لیٹ گئی تو مقرب نے بیسیوں بار اُس کے اس روّیے کی وجہ جاننا چاہی۔ لیکن حبیبہ نے تو جیسے چپ کا روزہ ہی رکھ لیا تھا۔ اسے آج احساس ہو چلا تھا کہ اس پر زندگی کے ہر موڑ پر کتنی زیادتی اور بے انصافی ہوئی ہے۔ اس کا لب و لہجہ زہر آلود انہی ستم گیریوں کی وجہ سے تو تھا۔

آخر تنگ آ کر مقرب شاہ نے اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک وہ اس کا منہ تکتی رہی اور پھر گویا پھٹ گئی ہو۔

''شاہ جی! میں آپ کو صرف اتنا ہی کہنا چاہوں گی کہ جویریہ آپ کے قابل نہیں

تھی۔ وہ تو کسی اور ہی دنیا کی مخلوق ہے۔ آپ اسے طلاق دے کر احسن طریقے سے رخصت کر دیں۔ اس کے پیسے اور زیور پر آپ کا کوئی اختیار نہیں۔ وہ حق دار ہے۔ اور مجھے بھی تیسری شادی کرنے سے پہلے رخصت کر دیں۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے؟..... اس نے کون سی پٹیاں پڑھا کر بھیجا ہے تمہیں؟ اور تم طلاق لے کر کہاں جاؤ گی؟ بھائی تمہارے منہ پر تھوکیں گے۔" وہ چیخ کر بولا۔

"میں بھائیوں سے جائیداد سے اپنا حصہ لے کر ان سے الگ رہوں گی۔ مجھے اپنے حقوق کا علم ہو چکا ہے۔ جویریہ تو وہ کچھ جانتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ کاش! میں پہلے جان جاتی۔" وہ رُکھائی سے بولی۔

"اچھا چھوڑو اس کی بے ہودہ اور فضول باتوں کو۔ وقت دیکھو، تہجد کا ٹائم ہے۔ نہ کہ لڑائی جھگڑے کا۔" وہ قدرے نرمی سے بولا۔

"آپ کی نمازوں، روزوں اور صدقات کا کیا فائدہ، اگر آپ اپنی بیوی کے حقوق دینے سے بھاگ رہے ہیں؟..... میرے ساتھ جانوروں جیسا برتاؤ کیوں کیا گیا؟ اب آپ کو مزا آئے گا، جب جویریہ کورٹ سے خلع کا مطالبہ کرے گی۔ اور زیور پیسہ وہ سب اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہے۔ سچ کہوں، اس نے تو دل خوش کر دیا ہے میرا۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تو مقرب شاہ باہر نکل گیا اور خود کلامی کرتا ہوا جوہی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"مجھ سے طلاق لے گی بذریعہ کورٹ؟..... صبح تک میں اس عذاب میں کیونکر گرفتار رہوں؟..... ابھی اس کی وہ ٹھکائی کروں گا کہ اُٹھنے کے قابل ہی نہ رہے گی۔ وہ اس گھر میں گزرے ہوئے سہانے وقت کو یاد کرے گی۔ کوٹھڑی میں بند کر کے نہ مارا تو شاہ جی کہلانے کے قابل نہیں۔ بدکردار کہیں کی۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا جوہی کے کمرے کے اَدھ کھلے دروازے کو دیکھ کر چونک گیا۔ لائٹ آن کی تو کمرے کی حالت دیکھ کر حیرت سے باتھ روم میں جھانکا۔ پھر سرعت سے باہر نکل کر ملحقہ سٹور کی طرف بڑھا لیکن جوہی ندارد۔ اب اس کے قدموں میں تیزی آ گئی تھی۔ حویلی کا کونہ کونہ چھان مارا۔ آخر پچھلے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ تالا کھلا دیکھ کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ باہر سے لاک تھا۔ وہ سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔

'اچھا تو کسی یار کے ساتھ منہ کالا کر ہی گئی۔ بڑا دعویٰ کرتے ہیں گدی نشینی کا اور اپنی عزت و وقار کا..... میں نے دیکھ لیا ہے، تم لوگوں کے گھر کی عورتوں کی پاکیزگی اور عزتِ نفس کا لیول کیا ہے۔ وہ حرام زادی جاتے جاتے حبیبہ کو بھی بگاڑ گئی۔ آمنہ پر بھی وار کر گئی۔ بہت چھنال عورت نکلی۔ تمہارا قتل مجھ پر واجب ہو گیا ہے جویریہ بیگم! وہ بندوق تمہارے بھائی کے کندھے پر ہو گی۔ سُولی پر بھی وہی لٹکے گا۔''

وہ موبائل نکال کر شکستہ دل سے مصطفیٰ کو فون کرنے لگا۔ ایک بیوی کا دھتکارا ہوا شوہر خود اعتمادی کی کمزور ڈور کے ساتھ کہاں تک چلے گا؟ کبر و پندار کے پاش پاش ہونے کا احساس اُسے اندھیری تاریک کھائی میں گرا رہا تھا۔ مجروح انا چیخ اُٹھی تھی۔ مردانگی کا وقار تڑپ رہا تھا۔ اور مصطفیٰ ندامت و تاسف میں گُھلا جا رہا تھا۔

❀❀❀

مصطفیٰ نے جویریہ کی تلاش کے لئے ہر طرف اپنے کارندے پھیلا دیئے تھے۔ مگر جو ہی کی کسی طرف سے کوئی اطلاع نہ مل رہی تھی۔ اسی میں مہینہ گزر گیا۔ مصطفیٰ کے ضبط، صبر و تحمل کی بیڑیاں ڈھیلی پڑنے لگی تھیں۔ اس نے قہر و غضب میں خبر رساں مریدوں کو بلا کر خوب بے عزتی کی۔

''تم دونوں تو بہت ناکارہ اور لالچی ثابت ہوئے ہو۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ سیّد مصطفیٰ علی شاہ کی بہن کی کوئی خبر ہی نہیں۔ نہ مرنے کی، نہ جینے کی۔ کیا آسمان کھا گیا ہے یا زمین نگل گئی ہے؟..... تم لوگ کچھ تو مخبری کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔ لگتا ہے بھتہ مقرر کرنا پڑے گا، کام نکلوانے کے لئے۔'' مصطفیٰ غصے میں اول فول بک رہا تھا۔

''پیسوں کی تو ہمیں پروا ہی نہیں شاہ جی! ہم تو عقیدت مندی میں آپ کا ہر حکم ماننے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ ناراض ہو گئے تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ ہم نے پہلے بھی آپ کو آنے والی پریشانی سے مطلع کر دیا تھا۔ انشاء اللہ اب بھی پوری کوشش ہے۔ ایک معمولی سی خبر ہے کہ حمزہ جس لڑکی کے ساتھ راتیں گزارتا تھا، اب وہ آپ کے وکیل چاچا کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے۔'' وہ نگاہیں نیچی کرتے ہوئے بولے۔ لہجے میں خوف اور ڈر تھا۔

''سب بکواس ہے۔ وکیل چاچا ایسے گھٹیا انسان نہیں ہیں۔ بہت نرم دل، متقی اور پرہیزگار شخص ہیں۔ دوسرا مجھے اُس انجان لڑکی سے کیا لینا دینا؟'' وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''اپنا کام کرو۔ سیّد زادی کو ڈھونڈ نکالو۔''

''آپ درست فرما رہے ہیں۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم حد درجہ چوکنے اور ہوشیار ہیں۔ ہم نے چار بار ان دونوں کو اکٹھے دیکھا ہے اور ایک دوسرے کے بہت قریب۔ انشاء اللہ ایک دن اپنی بی بی جی کو بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔'' دونوں مؤدبانہ انداز میں بولے۔ ''اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہیں۔''

''بولو۔'' مصطفیٰ نے مونچھوں کو تاؤ دے کر رعب دار لہجے میں کہا۔

''جس نے ہر طرف آگ لگا رکھی ہے، وہ لڑکی نہیں شاہ جی! قسم سے حُسن کی دیوی ہے۔ جو ایک نظر دیکھتا ہے، اس کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگتا ہے۔'' وہ ڈرتے ہوئے بولا۔ ''اگر آپ حکم کریں تو جلد ہی آپ کے حضور پیشی کرا دوں؟''

''مجھے اُس کی نہیں، چھوٹی بی بی کی تلاش ہے۔ بیسیوں خبر رساں آگے پیچھے چھوڑ رکھے ہیں۔ سب پیسے کے پُتر ہیں۔ نہ جانے ہماری مجبوری سے کب تک فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔'' مصطفیٰ سوچ میں ڈوب گیا۔

'شاہ جی! اگر آپ کو مناسب لگے تو چھوٹی بی بی کی تصویر ہی دکھا دیں۔ ورنہ ہمیں ان کی پہچان اور شناخت کیسے ہو گی؟'' ایک نے لرزش زدہ آواز میں کہا تو مصطفیٰ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم دونوں باہر بیٹھو۔ ہم باپ بیٹا مشورہ کر لیں۔'' مصطفیٰ نے شاہ جی کی طرف دیکھ کر کہا جو تسبیح پڑھ رہے تھے مگر نہ جانے کس دنیا میں گم بھی تھے۔

''شاہ جی! یہ مسئلہ آپ کی دلچسپی لئے بغیر حل ہونے والا نہیں۔ کچھ تو فرمائیں۔'' مصطفیٰ تذبذب میں بولا۔

''اتنی رسوائی اور شرمندگی کے بعد بھی تم چاہتے ہو کہ وہ دوبارہ ہمارے خاندان کا حصہ بن کر تا قیامت ہماری پیشانی کے کلنک کا ٹیکہ بن جائے؟ اُسے بھول جاؤ میری طرح۔ عزت کی خاطر سینے پر پتھر رکھ لیا ہے میں نے۔ خوامخواہ ان دو دو ٹکے کے لوگوں کے احسان مند بھی ہو رہے ہو، انہیں گھر کے تمام بھید بھی بتا رہے ہو۔'' شاہ جی نے

ناگواری سے کہا۔

''مصطفیٰ! سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ خون تو ہمارا ہی ہے۔ نہ جانے کن لوگوں کے قابو میں ہے۔ اس کی پاکبازی کی تو میں بھی قسم کھاتا ہوں۔ وہ اس گھر سے کسی اور کے ساتھ فرار نہیں ہوئی۔ ہوسکتا ہے سسرال نے کوئی ہاتھ کر دیا ہو۔ جو بھی حادثہ رونما ہوا ہے، ہم اس کے جواب دہ نہیں۔ ایک بار بچی پر جھوٹی تہمت ہی کیوں نہ لگ جائے، وہ کسی کام کی نہیں رہتی۔ اس کے مقدر میں الزام کی سیاہی ہمیشگی پکڑ لیتی ہے۔ اللہ کرے وہ مر جائے اور ہم سرخرو ہو جائیں۔''

''شاہ جی! اسے سڑکوں پر رُلنے کے لئے چھوڑ دینا بھی تو نادانی اور حماقت ہے۔ کاش میں اس کا رشتہ مقرب سے طے نہ کرتا۔ بہن پر ظلم وستم کی سزا ہم نے خوب بھگتی ہے۔ آگے آپ کی نسل میں اولادِ نرینہ ہے ہی نہیں۔ مرتضیٰ کی چار بیٹیاں اور میری دو۔ پرایا مال۔ کیا مان اور کیا فائدہ؟ مرتضیٰ تو بہت سمجھ دار نکلا ہے۔ چار بیٹیوں کے بعد اس کے کوئی نیک ارادے نہیں۔ طرہ یہ کہ پھپھو کی طرح اُنہیں ڈاکٹر بنانے کا خواہش مند ہے۔'' مصطفیٰ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ ''اور سارہ ویسے ہی ناکارہ ہوگئی ہے۔ ورنہ بیٹیوں سے ستاروں کا جھرمٹ ضرور بنا لیتا۔ چاہے دو درجن بچے ہوتے۔ ان میں سات عدد بیٹے بھی تو ہونے ممکن تھے۔''

''پریشانی کی بات ہی نہیں۔ تمہارے لئے دوسری لے آتے ہیں۔ بیٹا! وارث کی تمنا کرنا جذباتی یا پاگل پن نہیں۔ میرے بعد میرا نام چلانے کے لئے جھرمٹ نہیں، ایک پوتا بھی کافی ہے۔'' شاہ جی گہری سوچ کے بعد بولے۔ ''اب بیوی سے مشورہ لینے نہ بیٹھ جانا۔''

''یہ میرا دل ہر راز اپنے اندر سمو لیتا ہے شاہ جی!..... ویسے بھی عورت ذات کو زیادہ منہ نہیں لگاتا۔ یہ اس قابل کہاں؟'' وہ مسرت بھرے لہجے میں بولا۔

''آپ کا آئیڈیا برا نہیں۔ چار شادیوں کی اجازت ہے ہمیں۔ سوچنا عقل مندی ہے اور عملی جامہ پہنانا سراسر دُور اندیشی۔ آپ کی دانش مندی کا تو جواب ہی نہیں۔''

''کچھ سوچتے ہیں۔ پہلے ان ذلتوں اور رسوائیوں سے نکلنے کا سوچو۔ اُف! کس آزمائش میں ڈال دیا ہے جویریہ نے۔ اگر چھوڑ دیتے ہیں تو بھی رَج کے ذلالت۔

ڈھونڈ نکالتے ہیں تو بھی حد درجے کی بے غیرتی اور بے شرمی۔'' شاہ جی کی آنکھوں سے دو موٹے آنسو مصطفیٰ کی اُبھرتی خواہش کو دبا گئے۔

''تصویر دکھا دیتے ہیں۔ نہ جانے کن گلیوں، محلوں اور بازاروں میں بھٹک رہی ہو گی۔ آج یہ دن بھی دیکھنا تھا کہ سیّد زادیوں کی تصویریں نامحرم لوگوں کو دکھائی جائیں۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔'' شاہ جی نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''بیٹی خودسر اور بے لگام ہو تو انجام عبرت ناک ہی ہوتا ہے۔ وہ بڈھا کھوسٹ کمبخت تو بالکل ہی گھسیارہ نکلا۔ بیوی کو قابو نہ کر سکا۔'' مصطفیٰ نے حقارت سے کہا۔

''یہ لو جویریہ کی تصویر۔ ہر وقت اپنے سینے سے لگائے رکھتا ہوں۔ کیا کروں؟ کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔'' شاہ جی نے جیب سے اپنا وائلٹ نکالا اور جوہی کی تصویر نکال کر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اللہ تجھے باعزت اس دنیا سے اٹھا لے۔ تم یہاں رہنے کے قابل نہیں رہی۔''

مصطفیٰ نے باپ کو حیرت سے دیکھ کر تصویر پکڑ لی۔ نفرت اُمڈ آئی۔ غصے میں آنکھیں لال ہو گئیں۔

''تم نے ہم سب کو کس قدر پریشان کر دیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ تمہارا گلا گھونٹ کر اپنے غیرت مند ہونے کی مثال قائم کر دوں۔'' مصطفیٰ دانت پیستے ہوئے بولا۔

''اس لئے تو کہتا ہوں کہ قاتل بننے سے بہتر ہے، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔'' شاہ جی نے افسردہ لہجے میں کہا۔ ''ہمارے لئے تو وہ مر گئی ہے۔ کس زندہ لاش کی جستجو میں ہو؟''

وہ تصویر کو دیکھتے ہوئے برآمدے میں نکل کر دونوں مریدوں کے پاس بینچ پر بیٹھ گیا اور رعب دار لہجے میں بولا۔

''اس بات کا خیال رکھنا تم دونوں۔ یہ بات اسی طرح دبی رہے۔ اگر اسے ہوا دینی ہوتی تو پولیس کی مدد لے لیتے۔ ابھی لوگ شش و پنج میں مبتلا ہم سے سوال نہیں کر رہے۔ یہ نہ ہو کہ پوری دنیا میں آگ کی طرح یہ خبر پھیل جائے۔ تصویر کو دیکھ لو۔ ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔ نیک نیتی اور مضبوط ارادے سے کام شروع کر دو۔''

دونوں تصویر دیکھ کر کانپ اٹھے۔ کبھی ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھنے

لگتے تو کبھی تصویر کی طرف۔ مصطفیٰ غیرت کھا گیا۔ چیخ کر بولا۔

''اب تصویر سے نظریں ہٹاؤ کم بختو۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر اپنی ماں بہنوں کو جا کر دیکھو۔'' اس کے بعد ایک کے منہ پر تھپڑ بھی کس دیا۔ ''ایسی بد دعا دوں گا کہ تمہاری سات پشتیں برباد و ذلیل ہو کر رہ جائیں گی۔''

''چھوٹی بی بی ہماری ماں اور بہن کے برابر ہیں شاہ جی!..... ہم تو تصویر دیکھ کر اس لئے پریشان ہو گئے کہ یہی تو وہ لڑکی تھی جو حمزہ کے ساتھ دیکھی گئی تھی۔ اور آج کل آپ کے وکیل چاچا کے ساتھ۔''

اس نے اپنے گال کو سہلاتے ہوئے کہا تو مصطفیٰ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ سچویشن سمجھنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ پھر بھی اپنی بات رکھنے کو گرج کر بولا۔

''بکواس بند کرو۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔''

''نہیں شاہ جی! ہم میں سے ایک کی نظریں دھوکا کھا سکتی ہیں، ایک سے غلطی ہو سکتی ہے۔ لیکن دو سے غلطی سرزد ہونا ناممکن ہے۔ آپ قرآن کی قسم اُٹھوالیں۔''

شاہ جی کے کان میں تمام باتیں پڑ گئیں تو وہ وہیں غشی کی حالت میں تخت پوش پر گر گئے۔ مصطفیٰ بھی سر جھکائے بوجھل قدموں سے اندر آیا تو باپ کو اس حالت میں دیکھ کر چیخ اُٹھا۔

''شاہ جی! حوصلہ کریں۔ آنکھیں کھولیں۔ جویریہ محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ شکرانے کے نفل پڑھیں۔''

مگر جواب نہ ملنے پر وہ باہر کی طرف بھاگا اور لینڈ کروزر کو حجرے کے قریب لے آیا۔ حویلی کی تمام مخلوق مین گیٹ پر اکٹھی ہو گئی۔ وکیل چاچا کو انفارم کرنا کسی کو یاد ہی نہ رہا۔ اسی افراتفری کے عالم میں اُنہیں ہاسپٹل لے جایا گیا۔ مصطفیٰ کے ذہن سے وقتی طور پر نیا انکشاف غائب ہو گیا تھا۔

❀❀❀

''وکیل چاچا!..... فادر مسٹ بی لائک یو۔ ورنہ اس دنیا میں بیٹی کا کہیں ٹھکانہ ہے، نہ ہی اس کی زندگی میں عزت و کروفر ہے۔'' جوہی نے سامان پیک کرتے ہوئے احتراماً کہا۔

''اللہ تعالیٰ جب اپنی رحمتیں اور فضل و کرم کے دروازے کسی بشر پر کھول دیتا ہے تو اسے بیٹی، انمول تحفے کی صورت میں بخش دیتا ہے۔ والدین پر بیٹی کی بہترین پرورش اور لاڈ و پیار کی صورت میں شکرانہ پیش کرنے کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ جنہوں نے اس ذمہ داری کو فراخ دلی سے تسلیم کر لیا، انہوں نے دو جہانوں میں اپنا مقام پا لیا۔ جب تم پیدا ہوئی تو چالیس دن تک لنگر کھول دیا گیا اور خیرات و صدقات کی انتہا نہ تھی۔ چالیس راتیں قوالی اور بے تحاشہ دعائیں مانگی گئیں۔ پھر تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں ڈاکٹر بنا دیا گیا۔ شاہ جی کی شفقت اور بی بی جی کی محبت کا تو جواب ہی نہ تھا۔ مصطفیٰ کی نگیٹو تھنکنگ نے تو ڈیزاسٹر ہی کر دیا۔ شاہ جی اور میں اکٹھے گلی ڈنڈا اور چھپن چھپائی کھیل کر جوان ہوئے ہیں۔ دوستی اور بھائی بندی میں ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب رہے ہیں۔ انہوں نے تمہارے معاملے میں ہمیشہ میرے مشورے پر کان دھرے۔ بیٹا! جب بیٹا جوان ہو جائے تو ان کی بات مان کر چلنے میں ہی والدین عافیت سمجھتے ہیں۔ یہاں گڑبڑ تھی۔ ورنہ ان کے پیار پر مجھے کبھی شک نہیں ہوا۔'' وہ پیار سے سمجھا کر اس کا دل صاف کرنا چاہ رہے تھے۔

''وکیل چاچا! ان کا یہ کس قسم کا پیار اور لگاؤ تھا کہ مجھے گندگی کے ڈھیر پر پھینک کر پلٹ کر نہ دیکھا۔ مجھے منا ہی لیتے۔ میں کس قدر کمتر اور حقیر ہو گئی تھی اپنے سسرال میں۔'' وہ رو پڑی۔ ''خفا ہونا میرا حق تھا، منانا اُن کا حق تھا۔''

''بیٹے! وہ اپنی لاتعلقی کا اظہار کر کے تمہیں اس ماحول میں ایڈجسٹ کر کے خوش و خرم اور آباد و شاد دیکھنا چاہتے تھے۔ اس میٹھی عید پر تمہارے لئے بے شمار تحائف کے ساتھ تمہیں منانے کا پروگرام تھا۔ دونوں انگلیوں پر ان حسین گھڑیوں کو گن رہے تھے۔ یہ مت بھولو، وہ اس ماڈرن دور کے پرانے نمائندے ہیں۔ ایسے لوگ غیرت اور انا کے بھی بے حد پکے اور کھرے ہوتے ہیں۔ بس یہی بات ان کے آڑے رہتی رہی۔'' وہ تسلی دینے لگے۔

''میں اس بات سے اگری نہیں کرتی۔ انہیں مجھ سے پیار نہ سہی، ایک انسان ہونے کے ناتے ہمدردی تو ہوتی۔ انہوں نے مجھے اس دنیا میں لانے کا کفارہ بے انصافی اور ظلم کی صورت میں کیوں ادا کیا؟ مجھے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا ہوتا۔ اگر مجھے زندگی کا

تحفہ بخش کر احسانِ عظیم کر ہی دیا تھا تو مجھے سپورٹ کرتے۔ جو بیٹی ایک شہزادی جیسی زندگی بسر کر کے پروان چڑھی ہو، اسے ایک لونڈی اور باندی کی حیثیت دے کر سسرال کو کیوں سونپ دیا جاتا ہے؟'' وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

''آج رات میری فلائٹ ہے۔ وکیل چاچا! میں حویلی میں اپنے منحوس قدم تو نہیں رکھ سکتی، ہاں بی بی جی کو یہاں بلا دیجئے۔ ان سے اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگ کر ان کی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہونا چاہتی ہوں۔''

''مجھے اپنی بچی سے یہی امید تھی۔ میں اس وقت کتنا پراؤڈ فیل کر رہا ہوں۔'' وہ خوشی سے بھرّائی آواز میں بولے اور باہر نکل گئے۔

جوہی نے دونوں اٹیچی پیک کئے، ہینڈی کیئر تیار کر کے غسل کرنے چلی گئی۔ تیار ہو کر اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ اپنے ملک، اپنے خونی رشتے ہمیشہ کے لئے چھوڑنے کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے کالا گاؤن اور کالا حجاب پہن کر شکرانے کے دو نفل ادا کئے ہی تھے کہ بی بی جی، فرحت کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں۔ جوہی نے اپنی ماں کو اچنبھے سے دیکھا۔

کتنی ایج کر گئی تھیں چند مہینوں میں۔ چہرے پر مایوسی اور اُداسی کی پرچھائیاں نمایاں تھیں۔ وہ ان کے قدموں پر گڑگڑا کر بولی۔

''بی بی جی! مجھے معاف کر دیں۔ آپ سے خفا ہو کر میں نے آپ کو اذیت پہنچائی۔ اس کا خمیازہ میں نے بھگت لیا۔ میری وقعت اور قیمت اُس گھر میں کوڑی سے بھی کم تھی۔ اور شوہر کی نظر میں بدچلن اور سبز قدم ہونے کی وجہ سے اس نے مجھ پر تھوک کر خود سے الگ رکھا۔ اب میں نے قانونی طور پر اس سے علیحدگی کی سند حاصل کر لی ہے۔ آج میں آپ کی دعاؤں کے سائے میں ہمیشہ کے لئے امریکہ جا رہی ہوں۔ مجھے دل سے معاف کر کے دعا دیجئے۔''

بی بی جی نے جھک کر اُسے اُٹھایا اور گلے لگا لیا۔

''پُتر! گھر چلو۔ تمہارے شاہ جی، تمہارے دکھ اور جدائی کے درد میں دل کے مریض بن گئے ہیں۔ تمہاری ماں تمہاری ناراضگی کے درد میں ذہنی طور پر مفلوج ہو چکی ہے۔ تم ہمیں معاف کر دو۔ مصطفیٰ نے تمہیں ڈھونڈنے میں دن رات ایک کر دیا ہے۔

وہ تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔ مگر اپنی انا اور خود داری کے پیش نظر کبھی نہ ہم پر اور نہ ہی تم پر ظاہر کرے گا۔''

بی بی جی اسے چومے جا رہی تھیں۔ جوہی نے وکیل چاچا کی طرف دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ جوہی کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔ قلابیں بھرتی کمرے سے باہر نکلی اور انہی پرانے مانوس راستوں کو پھلانگتی ہوئی حویلی کے اندر داخل ہو گئی۔

حویلی اُسے بہت اُداس لگی تھی۔ تیزی سے بڑے ہال میں پہنچ کر اس نے خالی دیوان کو جھک کر بوسہ دیا اور ہر چیز کا جائزہ لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے کمرے کی ہر شے اسی کے ہاتھوں کی رکھی ہوئی تھی۔ مگر آج کمرہ اپنا سا نہیں لگا تھا۔ برا سا منہ بنا کر باہر نکل آئی اور شاہ جی کے کمرے میں چلی گئی۔ شاہ جی دو گھنٹے ہسپتال رہنے کے بعد گھر واپس آ گئے تھے۔ آنکھیں موندے لیٹے ہوئے تھے۔ چہرہ سرسوں کی طرح پیلا پڑ گیا تھا۔ وہ آہٹ پر نہ چونکے، نہ ہی حرکت کی یہ سوچ کر کہ بی بی جی آئی ہوں گی۔ خوامخواہ دس نصیحتیں کرنے لگ جائیں گی کہ یوں کریں، یوں نہ کریں۔ اس لئے جامد رہے۔ جوہی نے ان کے پاؤں پر اپنے لب رکھ دیئے تو انہوں نے ایک جھٹکے سے پاؤں کھینچے اور بیٹھ کر حیرت سے جوہی اور پھر بی بی جی کو دیکھنے لگے۔

جوہی نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔

❀❀❀

جوہی، شکاگو ایئرپورٹ پر ڈری سہمی ہوئی حجاب اور گاؤن میں ملبوس اُتری۔ چہرے پر پریشانی کے ساتھ خوشی بھی ہویدا تھی۔ خدا خدا کر کے چار گھنٹوں بعد گرین پاسپورٹ ہولڈر کو ایئرپورٹ سے باہر نکلنے کی اجازت مل گئی۔ جوہی کو پاکستان سے مائیگریٹ ہو کر امریکہ آنا تذبذب میں ڈال گیا۔ وہاں بھی تو چار سُو دُکھوں نے ڈیرے جما رکھے تھے۔ یہ دل کی آواز تھی۔ ذہن کی پکار تھی۔ وہ زندگی جو وہاں گزار کر آئی تھی، ہر دم خوف، اندیشوں اور وسوسوں کا اکھاڑہ تھی۔

وہ یاسیت سے سوچتی ہوئی باہر نکل آئی تو کرن اور عمیر کو محوِ انتظار پا کر یہاں آنے کے مقصد پر سرشار ہو کر کرن کے گلے لگ گئی۔ دونوں کو ایسے لگا جیسے یہ آج بھی یک جان دو قالب ہیں۔ دو جسموں کے خول میں ایک ہی روح حلول کر رہی ہے۔ تینوں ہنستے مسکراتے گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔

''امریکہ میں ہماری یہ حیثیت ہے۔ سیکنڈ ہینڈ کار اور ایک کمرے کا اسٹوڈیو اپارٹمنٹ۔'' عمیر نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''اپنا مال ہے جناب والا! کوئی باپ کا نہیں۔'' کرن فخر سے بولی۔

''اِٹ از اے بلیسنگ کرن! اپنی محنت کی کمائی سے حاصل کردہ گاڑی، مرسڈیز سے کم ہے، نہ ہی ایک کمرہ محل سے کم قیمت کا ہے۔'' جوہی کی آنکھوں میں حسرت کے سائے لہرائے۔

''تم فکر نہ کرو۔ تم بھی اسی کیٹگری میں شامل ہونے والی ہو۔'' کرن نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

گاڑی میکڈونلڈز کے سامنے رکی تو تینوں گپ شپ لگاتے اندر چلے گئے۔ جوہی وہاں کی مخلوق کا جائزہ لینے لگی۔ عریانیت اور بے حیائی دیکھ کر اسے ان لوگوں سے گھن سی آنے لگی۔ لیکن ہر ایک کے چہرے پر بے پناہ طمانیت دیکھ کر اس کا اپنا سکون رخصت ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اس ماحول کا حصہ بن کر کیسے رہے گی؟ اسے تو رنجیدہ، پژمردہ رہنے کی عادت ہے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ عمیر اور کرن، برگرز اور کولڈ ڈرنکس لے کر آ گئے اور تینوں ایک ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنے لگے۔

جوہی آزادی و تحفظ سے بھرپور لمبی سانس لے کر دونوں کے ہمراہ اپارٹمنٹ کی طرف چل پڑی۔ اب وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ اس نے تھوڑے سے وقت میں ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں برہنگی میں پھرو یا برائیڈل ڈریس پہن کر گھومو، کسی کو آپ سے کوئی سروکار ہے، نہ ہی کوئی آنکھ اٹھا کر آپ کو دیکھنے کی تکلیف گوارا کرے گا۔ یعنی مکمل طور پر شخصی آزادی، بے نیازی اور بے فکری کا عالم اس کے سکون و طمانیت کو واپس لے آیا کہ یہاں وہ صحت مند و توانا ذہن اور گہری و مثبت سوچ رکھنے والے لوگوں میں اپنی بیتی ہوئی زندگی کی تلخیوں کو یکسر فراموش کر کے نئی خوش آئند زندگی کا آغاز کر سکتی ہے۔

جونہی جوہی نے اپارٹمنٹ میں قدم رکھا تو دونوں کی طرف چونک کر دیکھا۔ مختصر سی جگہ میں بیڈ روم، لاؤنج، کچن پلس ڈائننگ ٹیبل نہایت سلیقے اور قرینے سے فٹ کئے گئے تھے۔

'تو میں کہاں پر فٹ آؤں گی؟' وہ سوچ میں گم ہو گئی۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔

''دل میں جگہ ہو، فراخ دلی ہو تو چھوٹی سی کٹیا بھی محل کے ہونے کا احساس دلا کر تفاخر سے گردن میں کلف لگا سکتی ہے۔ جوہی آپا! یقین جانئے، میری دلی اور ذہنی کیفیت کچھ ایسی ہی ہے۔'' عمیر نے اپنائیت سے کہا۔

''آپ دونوں کے لئے میں نے مشکل کھڑی کر دی۔'' جوہی پشیمان سی نظر آنے لگی۔

''جوہی یار! ان فضولیات میں مت پڑو۔ تم اتنا طویل سفر کرنے کے بعد ایسے بے ہودہ خیالات سے ہمکنار کیسے ہو؟ بڑی جاندار ہو بھئی۔'' کرن نے چھیڑا۔

''آپ دونوں بہنیں بیڈ پر اور یہ رہا میرا میٹریس۔'' عمیر نے بیڈ کے نیچے سے فوم کا گدا باہر نکالتے ہوئے کہا۔ ''آپ تو لمبی تان کر سو جائیں۔ جسیٹ لیگ کا بھی اپنا ہی مزا ہے۔ یو وِل لائک اِٹ۔'' عمیر نے دلچسپی سے کہا۔

''خوب آرام کر لو۔ یہ دن تمہیں یاد آئیں گے۔ پرسوں سے تمہارے انٹرویوز اسٹارٹ ہو رہے ہیں۔ آدھا امریکہ تو اسی بہانے سیر و سیاحت کر لو گی۔ اللہ کرے میرے نزدیک ہی رہو۔ دُور چلی گئی تو بھی گُڈ گُڈ..... کیونکہ چھٹیاں تو مل کر گزار ہی سکتے ہیں نا۔'' کرن نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''ایک تو تم کھلی آنکھوں سے خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ میرے لئے تم نے کیا کیا خواب نہیں دیکھے تھے؟ بتاؤ، ایک بھی سچا ثابت ہوا ہے کیا؟'' جوہی نے افسردگی سے کہا۔

''ہاں۔ تم اس وقت میرے سامنے ہو۔ اس سے بڑی سچائی اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہ ہے میرے ایک خواب کی شاندار تعبیر۔'' اس کے ہر لفظ سے لطف کشید کے احساس نے جوہی کا حوصلہ بڑھایا تو وہ مسکرانے لگی۔

''جوہی! تمہاری قوتِ ممیزہ کا جواب نہیں۔ پل بھر میں معاملے کی گہرائیوں کو بھانپ لیتی ہو۔'' کرن نے اسے سراہا تو وہ پھر اُداس ہو گئی۔

''اگر ایسی ہوتی تو آج میری زندگی کے رنگ اور ڈھنگ اور ہی طرح کے ہوتے۔ یوں تمہارے در پر تمہیں تنگ کرنے نہ پہنچ جاتی۔'' وہ آہ بھر کر بولی۔

''آج فرسٹ ٹائم مجھے تمہاری باتوں سے غیریت کی بُو آ رہی ہے۔'' کرن ایک دم پریشان ہو گئی۔

''زمانے کی ٹھوکروں نے من کے اندر سے اعتماد، بھروسے اور یقین کا بیج نکال کر بہت دور پھینک دیا ہے۔ تم مجھ سے خفا نہ ہونا۔ بس میں ایسی ہی غیر مناسب اور خشک اور کٹیلی ہو گئی ہوں۔ میرے پاؤں کے نیچے دہکتے ہوئے انگارے اور اس کھوپڑی میں آگ بھڑک رہی ہے۔ میرا جسم انسلٹ کے کرب میں تنور کی طرح سلگ رہا ہے۔ میں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا؟ میری غلطیوں کو معاف کر دینا۔ ورنہ ہماری دوستی اور بہناپے

کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''کیا گفت وشنید ہو رہی ہے؟ .....دونوں خواتین بہت سیریس نظر آ رہی ہیں۔'' عمیر نے باتھ روم سے باہر نکل کر دونوں کو غور سے دیکھا اور حیرت سے کہا۔

''بس یونہی..... دراصل میں اس سے سفر کا حال احوال دریافت کر رہی تھی۔ فرسٹ ٹائم جمبو کا سفر۔ وہ بھی اکیلے۔ پوچھ رہی ہوں کہ کوئی مشکل یا پریشانی تو نہیں ہوئی بنکاک سے کنیکٹڈ فلائٹ لیتے ہوئے؟'' کرن اصل بات کو گول کرتے ہوئے ہنستے ہوئے بولی۔

جوہی کے لب جیسے سِل گئے ہوں۔ وہ اپنی آواز کی کھوج میں عمیر کو خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

''جوہی! کل تمہیں شاپنگ کے لئے لے چلوں گی۔'' کرن نے موضوع بدلا۔

''قطعاً ضرورت نہیں۔ بی بی خالہ نے ڈھیروں ڈیزائنر ڈریسز خرید دیئے ہیں۔'' جوہی نے بھی اپنے دکھی جذبات پر قابو پا کر کہا۔

''جناب! انٹرویو میں وہ ڈریس نہیں چلے گا۔ عجوبہ لگو گی۔ جیسا دیس ویسا بھیس۔ یہ مقولہ مت بھولو اور کان کھول کر سن لو۔ اگر ہم سے غیریت برتی اور انجان لوگوں والا سلوک روا رکھا تو ایسی پٹائی کروں گی کہ یاد ہی رکھو گی۔'' کرن نے پیار سے اس کا کان مروڑ کر کہا۔ ''وہ رہا باتھ روم۔ اگر کہو تو گائیڈ کئے دیتی ہوں۔ کہیں اس گھوم گھمیاں محل میں گم ہی نہ ہو جاؤ۔'' کرن نے مذاقاً کہا اور تینوں ہنسنے لگے۔

❀❀❀

آج چودھویں کا چاند اپنے بھرپور جوبن پر تھا۔ جوہی ہوٹل کے کمرے میں کھڑکی سے سر ٹکائے چاند کو گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ آسمان صاف ستھرا اور اُجیالا تھا جس کی وجہ سے چاند کی ضوفشانی میں گرد و پیش کی تمام سینری نمایاں طور پر نظر آ رہی تھی۔ آج کا انٹرویو بھی قابل تسکین و تسلی بخش تھا۔ دل میں خوشی عود کر آئی تھی۔ مگر ساتھ ہی حمزہ کی یاد نے بری طرح انگڑائی لی اور وہ تڑپ کر رہ گئی۔

'کاش! آج مجھے تمہاری قربت نصیب ہوتی۔ تم سے کی گئی محبتیں اور چاہتیں خوشیوں میں بھی تنگ کرتی ہیں۔ غموں میں بھی ہم سفر رہتی ہیں اور محسوس ہوتا ہے جیسے

غموں اور دکھوں میں بھی میرے راز دان بن کر مجھے تسلیاں دیتے ہو۔ کیونکہ میرا پیار احمقانہ پن تھا، نہ ہی دیوانگی اور جذباتی پن سے ہمکنار تھا۔ تمہیں شوہر ہونے کے ناتے میں نے شناخت کیا تھا۔ وہی میری پوجا اور ریاضت تھی۔ میری عبادت اور عقیدت تھی۔ کاش تم میری پرستش میں خود کو دیکھ پاتے تو میرا دیوتا مجھے دغا دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا۔ جو بولڈنیس تم نے مجھے دکھا کر ویران و پشیمان کر دیا ہے، میں آج اس کا شکار نہ ہوتی۔'

وہ چاند کو دیکھتی رہی۔ خود کلامی کرتی رہی اور گزرے ہوئے حسین لمحوں میں جب چاند ان کے پیار کا گواہ بن گیا تھا۔ آج اسے دیارِ غیر میں تنہا دیکھ کر اس کے جیون ساتھی کو ڈھونڈتا ہوا میٹھی اور ٹھنڈی روح افزا روشنی سے تاریکی کو ختم کرنے میں کوشاں تھا۔

اگلی صبح تیار ہو کر وہ آئینے میں اپنے مغربی سراپا کو دیکھ کر چونک سی گئی۔ سفید ڈریس شرٹ اور کالے سوٹ میں وہ کسی اور ہی دنیا کی حسین اور خود اعتمادی سے بھرپور مخلوق لگ رہی تھی۔ لمبے سیاہ کھلے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ کالے رنگ کا ہینڈ بیگ جو کرن نے اسے بطور تحفہ پیش کیا تھا، اس نے اسے نہایت لگاوٹ سے کندھے پر ڈالا اور مسکرا کر خود سے بولی۔

'چیئر اپ جویریہ شاہ! اس معاملے میں تم قسمت کی دھنی ہو۔ ایک در بند کیا ہوا، سینکڑوں در تمہارے لئے وا ہو گئے۔ اپنی گزشتہ لائف میں جو سہانا سپنا تم نے کبھی دیکھا تھا، آج اس کی دل افروز تعبیر اور حقیقت کے مزے لوٹنے کا ٹائم ہے۔ مگر حمزہ بار بار ذہن و قلب میں بس کر رنگ میں بھنگ کی آمیزش کر کے نہال کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ تمہیں میرا حجاب لینا بالکل پسند نہیں تھا۔ پھر بھی تم نے میری روایتوں کا فراخ دلی سے احترام کیا تھا۔ میرے ساتھ چلتے ہوئے تمہیں میرے لمبے چوڑے دوپٹے سے دوسرے کے سامنے سبکی کا احساس نہیں ہوا تھا یا تم نے اظہار ہی نہیں کیا اپنے احساسات و محسوسات کا۔ یہی وجہ تھی، تم تو مجھے عظمت کا مینار لگتے تھے۔ پھر کیوں غلاظت، گندگی اور نجاست کے ڈھیر پر گر گئے؟ آج تم مجھے اس حالت میں دیکھ کر پھولے نہ سماتے۔ شاید یہ میری خوش فہمی ہی ہو۔'

اُس نے خیالات کے شریک کو ذہن سے جھٹک کر نکالنے کی کوشش کی اور کمرے سے نکل کر لفٹ کی طرف چل پڑی۔

کئی اسٹیٹس میں انٹرویوز دینے کے بعد وہ پھر کرن کے پاس ٹھہر کر ریذیڈنسی کال کا انتظار کرنے لگی۔

طلوع ہونے والی ہر صبح، اُمیدوں کی کرنوں کے ساتھ آنکھ کھلتے ہی اس کی رفیق ہوتی۔ اور وہ دل میں اُمنگیں سجائے کرن اور عمیر کے چلے جانے کے بعد ان کے لئے مزے دار کھانے بناتی۔ ماسٹرز کمپلیٹ کرنے مین ایک لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے لیکن اس نے یہ ڈگری سسرال میں لے کر چند مہینوں میں ہی حاصل کر لی تھی۔ سنڈے کو برنچ میں جو پراٹھے بناتی تو دونوں ہفتے بھر کی کسر نکال دیتے۔

جوہی نے کئی بار ہوٹل شفٹ ہونے کا آئیڈیا اُچھالا جسے فوراً زمین بوس کر دیا جاتا تھا۔ وہ دونوں کی رضامندی کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی من مانی کرنے کی ہمت بھی نہیں رکھتی تھی۔ بچپن کی یہ عادت ابھی بھی اس کے ساتھ تھی۔ اسے ابھی بھی کسی محسن اور ہمدرد کی پُش چاہئے تھی۔

اُس کا حوصلہ بلند و بالا رکھنے کے لئے ایک بہترین اور بے لوث پیار کرنے والی ہستی کی اشد ضرورت تھی۔ اور یہ تمام ضرورتیں کرن ہی پوری کر سکتی تھی جو اس کی اپنی تھی۔ جس کی اپنائیت و لگاوٹ پر اسے پورا بھروسہ تھا۔

❀❀❀

آج کا دن حسین خوابوں کی خوش آئند تعبیر کا سندیسہ لے کر وارد ہوا تو جوہی نے خوشی سے اپنا اٹیچی پیک کیا اور اپنی زندگی کے نئے سفر پر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ مختلف اسٹیٹس میں انٹرویوز دینے کی وجہ سے کونفی ڈینس لیول کافی ہائی ہو چکا تھا۔ اکیلے رہنے کی وحشت میں بھی کمی آ گئی تھی۔ وہ نہایت خود اعتمادی سے کرن کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ کرن بہت اُداس لگ رہی تھی۔ جوہی نے کئی بار اسے چھیڑا مگر وہ خاموش ہی رہی۔ آخر رو پڑی۔

''کتنا ہی اچھا ہوتا کہ تمہیں میرے قریبی ہاسپٹل میں ریذیڈنسی مل گئی ہوتی۔ دو بیڈ رومز کا اپارٹمنٹ لیتے اور مل کر رہتے۔ یہاں کی تنہائیوں میں اپنوں کا پاس ہونا کتنا

ضروری ہوتا ہے۔ تمہارے آنے کے بعد اس لطافت کا اندازہ ہوا ہے۔'' کرن نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''یہ تو رونے کی بات نہیں۔ یہ رہا نیویارک۔ چھٹیاں تو مل کر ہی گزارا کریں گے۔'' جوہی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''آئی ہوپ۔ مگر نزدیک رہنے والا مزا تو کرکرا ہی ہو گیا۔'' وہ افسردگی سے بولی۔ ''ایک بات کہوں اگر برا نہ مناؤ تو۔ خیر مجھے تمہارے برا منانے کی پروا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ کچھ حقیقتیں اپنی اہمیت اس وقت کھو دیتی ہیں جب ان کے درمیان ڈر اور خوف آ جائے۔ جوہی! یہاں کی تنہائی انسان کو اندر سے بالکل کھوکھلا کر دیتی ہے۔ یہاں بظاہر تو بہت طمانیت اور مسرت محسوس ہوتی ہے دیکھنے والوں کو۔ مگر ایکچولی بہت جان لیوا ہوتی ہے تنہائی اور بے بسی۔ اِٹ اِز بیٹر بلکہ میرے لئے بے انتہا خوشی کا باعث ہو گا کہ تم کسی اچھے لڑکے کو اپنا ہم سفر بنا لو۔ ریذیڈنسی پیریڈ آسانی سے گزر جائے گا۔ اس دوران میں نے بہت سی لڑکیوں اور لڑکوں کو ڈپریشن میں جاتے دیکھا ہے۔ مجھے تمہارا یہی تو غم کھائے جا رہا ہے۔''

''یعنی تیسری شادی۔ توبہ استغفار۔ ڈونٹ ٹیل می اگین۔ مجھے شادی ایک گالی لگتی ہے۔ کیونکہ میں نے پہلی شادی میں کیا کھویا اور دوسری شادی میں کیا کچھ نہ گنوا دیا۔ کبھی بھی کچھ پا لینے کا احساس ہی نہ ہوا۔ ٹوٹل خسارہ اور گھاٹا ہی گھاٹا رہا۔ ایبیوزڈ تھی میری میرڈ لائف۔'' اس کی آنکھوں سے دو موٹے آنسو بے تاب ہو کر نکلے اور اس کے رخساروں پر ڈھلک آئے۔

''وقت ہر غم کا مداوا اور ہر مرض کا علاج ہے۔ میری اس بات پر غور و خوض ضرور کرنا۔'' کرن نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''کرن! یہ ظلم ہے۔ سوچنا بھی نہیں۔ ابھی تو میرے سانس آزادی سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ میں ان کا مزا اپنی زندگی کے ہر لمحے میں شامل کرنا چاہتی ہوں۔ اس لئے اب میں کسی کی ایک بھی نہ سنوں گی اور نہ ہی کسی کی اجارہ داری سہہ پاؤں گی۔ اب میری زندگی میری مرضی اور پسند کے تابع ہو گی۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرا اٹھی۔

''اپنی مرضی کی شادی کرنے کا کہہ رہی ہوں یار!'' کرن بھی مسکرانے لگی۔ ''اب

تمہیں کوئی بندہ بشر کان مروڑ کر نکاح نامے پر دستخط کرانے کا مجاز نہیں ہوگا۔ اپنی پسند کا کوئی کولیگ دیکھ بھال لینا۔''

''شادی مجھ جیسی لڑکیوں کو راس نہیں آتی۔ اس کی کامیابی کے لئے کن اِنگ ہونا بہت ضروری ہے۔'' وہ ناک چڑھا کر بولی۔ ''جھوٹا، مکار اور فریبی ہونا اوّلین شرط ہے۔''

''میں تمہاری اس سوچ سے اتفاق نہیں کرتی۔ اس رشتے میں ذہنی ہم آہنگی اور پسندیدگی کا بہت دخل ہے۔ پھر کسی قسم کی ٹینشن ہوتی ہے نہ ہی وضع داری میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے تو کہہ رہی ہوں، کسی کو پرکھ کر اپنا لینا۔'' وہ نرمی سے بولی۔

''سب چانس پر ہے اگر قسمت یاوری کرے تو۔ اس میں ہمارا کمال نہیں ہوسکتا۔'' جوہی نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''میری جولو لائف ہے، میں اس کی یادوں کے سنگ کبھی تنہائی محسوس نہیں کرتی۔ میری ہر مشکل اور ہر آزمائش آسان ہو جاتی ہے۔''

''عجیب ہی لڑکی ہو۔ اسے فراموش بھی نہیں کرنا لیکن اُس سے گلہ و شکایت کرنے کے بعد معاف بھی کرنا دوبھر لگتا ہے۔ عجیب ہی ہونقوں جیسا پیار ہے تمہارا۔'' کرن نے ہنس کر کہا۔

''کرن! ایک بات یاد رکھنا۔ جیسا بیج بویا جائے، فصل اُسی نسل کی تیار ہوتی ہے۔ میری یہ نفرت میری محبت کی انتہا ہے۔ اور انتہائے محبت، عشق ہے۔ اور عشق دیوانہ پن اور بے خودی ہے۔'' جوہی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اگر بھول جانا آسان ہوتا تو میں جویریہ نہ کہلاتی۔''

''واہ واہ! کیا فلسفہ جھاڑا ہے۔ اس دیوانگی اور پاگل پن میں اتنی خوب صورت جوانی بتا لو۔ کیا بہتر نہیں کہ تم ہوش و خرد سے سوچنا شروع کر دو۔ پلیز بی پریکٹیکل۔ جوہی! تم تو سچ مچ باؤلی ہی ہوگئی ہو۔'' کرن نے چڑ کر کہا۔

ایئرپورٹ آ گیا تو جوہی نے تشکرانہ نگاہوں سے کرن کو دیکھا اور محبت سے سرشار لہجے میں بولی۔

''کرن! میں نے تمہارا دودھ شیئر نہ کیا ہوتا تو میں بھی تمہارے لئے مونا جیسی

دوست ہوتی تو سوچو میں کہاں ہوتی؟ کس حال میں ہوتی؟ اور آج کیا کر رہی ہوتی؟''
کرن نے مذاقاً کہا۔

''تم سو فیصدی درست کہہ رہی ہو۔ میرے ساتھ یہی سلوک ہو رہا ہوتا۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں اور بچھڑتے ہوئے دونوں ہی رو پڑیں۔

''لک آفٹر یور سیلف۔ بس میری ریکویسٹ پر غور ضرور کرنا۔ اور اس دیوانگی سے باہر نکلنے کی خوشخبری سنانا نہ بھولنا۔ مجھے بہت انتظار رہے گا۔''

کرن نے اسے ہاتھ ہلا کر الوداع کیا اور جوہی مسکراتی ہوئی سوچنے لگی۔ 'پہلی بار آزاد اور کھلی فضا میں اُڑنے کا مزا چکھا ہے۔ اس پنچھی کے پَر کاٹ کر پنجرے میں مقید کرنے والے بہت دُور رہ گئے ہیں۔' اُس نے تنفر سے سوچا اور کیو میں کھڑی ہو گئی۔

❀❀❀

اپنی بلیسنگ پر نازاں و شاداں شب و روز وہ اُٹھتے بیٹھتے وکیل چاچا کو دعائیں دیا کرتی تھی۔ والدین سے ملاقات کرنے کے بعد دل آئینے کی مانند صاف شفاف ہو چکا تھا مگر وہ فون پر رابطہ رکھنا مناسب نہیں سمجھتی تھی کہ کہیں مصطفیٰ کو اس کا علم ہو گیا تو وہ شاہ جی اور بی بی جی کو طعنوں اور تشنوں سے چھلنی ہی نہ کر دے۔ کیونکہ دونوں کی صحت کافی خراب ہو چکی تھی۔ ان حالات میں وہ انہیں کسی نئی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

جبکہ مصطفیٰ نے بھی اپنی بے وقوفی، ناسمجھی اور شکی پن پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ وہ والدین کے سامنے دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دے کر اپنی غلطی کا اعتراف کیونکر کرتا۔ جوہی کی بیتی ہوئی زندگی کے ہر سوگوار اور پژمردہ لمحے کا ذمہ دار مصطفیٰ ہی تو تھا۔ بے شک یہ انکشاف مصطفیٰ کو بھی چین کی نیند سونے نہیں دیتا تھا لیکن وہ ہر مرتبہ خود کو یہ کہہ کر تسلی دے دیتا کہ جوہی ان سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حمزہ سے رنگ رلیاں منانے کا جرمِ عظیم کر رہی تھی۔ اور وہ لوگ جنہوں نے یہ خبر سنا کر آنکھ اٹھا کر بات کرنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا، اس ندامت میں کھول بھی اُٹھتا تھا۔ جس کی وجہ سے اپنی زیادتی اور بے انصافی پر جوہی کو موردِ الزام ٹھہرا کر قدرے مطمئن ہو جاتا تھا۔

والدین نے جو ہی سے ملاقات صیغۂ راز میں رکھی ہوئی تھی کہ جوان بیٹے کے دوبدو ہو کر بحث و مباحثہ کرنے کی ہمت بوجہ خرابیٔ صحت روپوش ہو چکی تھی۔ حالانکہ بیٹی کا دو طلاقوں کے بعد اکیلے دیارِ غیر میں جا کر اپنی الگ دنیا بسا لینے کا غم انہیں دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہا تھا۔ اور جو ہی تھی کہ اپنی نئی زندگی میں خراماں خراماں ترقی کی راہوں پر گامزن چلی جا رہی تھی۔

ذلت کے لمحوں کے احساس کی پرچھائیاں اُس وقت گہری ہوتیں جب وہ سنڈے کا دن گھر پر اکیلے گزارا کرتی تھی۔ مقرب کی تحقیر آمیز نگاہیں اور اس کی حقارت و نفرت سے بھرپور نگاہیں اس کے ذہن و قلب کو چھلنی کرنے کو کافی ہوتیں۔ پھر انہی مہین سوراخوں میں حمزہ کی پیار بھری باتیں اور لگاوٹ و اپنائیت سے بھرپور حرکتیں بھرائی کر دیتیں۔ کیا وہ انہی کے سہارے زندگی گزار دے گی؟ اسی تذبذب میں سنڈے گزر جاتا اور وہ اگلی صبح کے انتظار میں رات گزار دیتی۔

اس روٹین سے خوش تو بہت تھی مگر احساسِ تنہائی چھٹی حس میں تبدریج ہی بڑھتا چلا جاتا۔ مصروفیت کی وجہ سے کرن سے رابطہ کا تسلسل بھی کم ہو گیا تھا۔

مونا سے شادی کے بعد رابطہ ہی نہ ہوا تھا۔ نہ ہی کبھی مونا نے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ آج کل کی وقت شناس اور خود غرض قسم کی دوست تھی۔ گڈ ویدر میں اس جیسی مخلص اور ہمدرد دوست ڈھونڈنا مشکل تھا۔

❀❀❀

''مونا! میں آج کیسے یاد آ گیا تمہیں؟..... کچھ یاد ہے، ہماری آخری بار بات کب ہوئی تھی؟ میرا یار کیا رُوٹھا، ساری دنیا نے ہی منہ موڑ لیا اور میں نے دنیا سے پشت کر لی، مجبوراً اور طوعاً و کرہاً۔'' حمزہ نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''حمزہ بھائی! دراصل مصروفیت سر جھکانے پر مجبور کیے رکھتی ہے۔ نومی اپنی جاب میں مگن اور میں چھریاں تیز کرنے میں محو ہوں۔'' وہ قہقہہ لگا کر بولی۔

''بھئی ڈاکٹر کا کام کسی قصاب سے کم تو نہیں۔ معمولی سا فرق ہے۔ ایک جان لیتا ہے، دوسرا جان دیتا ہے۔ اس لئے کیپ اِٹ اَپ۔ یہ بتاؤ کہ کبھی تو چھٹیاں ملتی ہوں گی۔''

''ریذیڈنسی کے دورانیے میں تو ناممکن ہے۔ لیکن سال ختم ہونے پر دو ہفتے کی چھٹیاں ہم پاکستان میں اپنوں میں گزارنے چلے جاتے ہیں۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

''تو اس بار عمرہ یا حج کرنے میرے پاس کیوں نہیں آ جاتے آپ لوگ؟ میں نے تو دو حج کر لئے ہیں، تیسرا آپ کے ساتھ ہو جائے تو بات بن جائے۔'' وہ بھی خوشی سے بولا۔

''ابھی تو حمزہ بھائی! دن رات کی ہوش ہی نہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''امریکن صحیح معنوں میں خون چوس کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔''

''میرا واسطہ بھی عربیوں سے ہے۔ یہ بھی کسی سے کم نہیں بلکہ دس ہاتھ آگے ہی ہیں۔ کام بھی دبا کر لیتے ہیں اور نفرت کا اظہار کرنے میں بھی کنجوسی نہیں برتتے۔ ہائے اپنے ملک کا تو جواب نہیں۔ جب مرضی ہے آفس جاؤ۔ تمام ٹائم ٹیلی فون پر گپ شپ میں گزارو یا دوستوں سے آفس کو باونق بنائے رکھو۔ اور جب دل چاہے گھر سدھار جاؤ۔ وہاں کے ورکنگ آرز چاہے کتنے ہی طویل کیوں نہ ہوں، تکلیف دہ نہیں ہوتے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''یہی تو بدقسمتی ہے ہماری کہ وہاں ہارڈ ورکنگ لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ جرمنی وہاں ماحول ایسا ہے کہ کوئی بھی کام کرنا نہیں چاہتا۔ میچورٹی کا اہم کام ہے مہینے کی فرسٹ کا انتظار۔ اور جو کام میں سنسیئر ہو، وہ کسی قیمت پر ہر دلعزیز نہیں ہو سکتا۔ اسے سائیڈ پر لگا دیا جاتا ہے۔ لیکن وہی لوگ جب اپنے ملک سے باہر نکلتے ہیں، اپنے کام کے ساتھ ساتھ انصاف اور ڈسپلن کے تمام رُولز میں بھی باکمال ملیں گے۔''

''حمزہ بھائی! آپ تو بھرے بیٹھے تھے۔ میں نے ہلکا سا ٹچ کیا کیا، آپ تو پھٹ پڑے۔'' مونا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اچھا تو بولو، فون کس غرض سے کیا ہے؟'' وہ مسکرا کر بولا۔

''حمزہ بھائی! مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے کہ جو ہی لاپتہ ہے۔ ماما نے انکشاف کیا ہے کہ اس کی شادی جہنم سے کم نہ تھی۔ کب تک اس کرب و اذیت کو برداشت کرتی۔ ڈر اس بات کا ہے کہ کہیں خودکشی ہی نہ کر لی ہو۔ یہ بھی خدشہ ہے کہ سسرال نے ہی

آگے پیچھے نہ کر دیا ہو۔ کیونکہ جوہی نے خفگی اور غصے میں اپنوں کو چھوڑ دیا تھا۔ میاں کے گھر لاوارثوں کی طرح پڑی تھی۔ آپ جانتے ہیں، ایسی لڑکیوں کے ساتھ ہمارا معاشرہ کیسا سلوک کرتا ہے اس پر ظلم وتشدد کی انتہا ہوگئی تھی مگر اُس نے پلٹ کر میکے کی طرف پھر بھی دیکھنا گوارا نہ کیا تھا۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''تم جو بھی بتا رہی ہو، کیا سچ ہے؟..... یقین نہیں آ رہا۔'' وہ گھبرا کر بولا۔

''سو فیصدی سچ۔ اپنی ماما نے بتایا ہے۔ ایک کان سے دوسرے کان تک پہنچنے والی بات کی نوعیت عموماً بدل جاتی ہے۔ مگر بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا۔ یہ خبر بھی کچھ ایسی ہی حقیقت سمیٹے ہوئے ہے۔ دراصل مصروفیت کی وجہ سے میرا کسی سے رابطہ ہی نہیں رہا۔ ورنہ کرن تو مین سورس ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''مونا! جوہی بہت ڈرپوک اور ہلکی سی آہٹ پر بھی دہل جانے والی لڑکی تھی۔ خودکشی کے لئے دھیما پن اور عقل مندانہ سوچ نہیں چلتی۔ اس کے لئے جذباتی، لااُبالی پن چاہئے۔ وہ ایسی تو ہرگز نہیں تھی۔'' وہ بھرپور اعتماد سے بولا۔ ''اس کی فطرت میں حد درجے کا ٹھہراؤ تھا۔ اور فلیکس ایبلٹی ایسی کہ فوراً دوسرے کی بات رکھ لیا کرتی تھی۔ بہت باوقار اور عزت دار لڑکی تھی۔ صابر و شاکر اور راضی بہ رضا کے اصولوں پر اکتفا کرنے والی۔'' وہ بے قراری سے بولا۔

''حالات نے اسے بدل دیا ہے حمزہ بھائی! اب وہ کسی کی ایک نہیں سننا چاہتی۔ میں نے دو چار بار آپ کی سائیڈ کلیئر کرنے کی کوشش بھی کی تھی مگر وہ کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیا کرتی تھی۔ اب تو وہ کسی اور کے نکاح میں ہے۔ بلکہ شہزادی، جن کے قابو میں تھی، آزاد ہونے میں کامیاب تو ہوگئی لیکن نہ جانے گئی کہاں؟..... خیر، اپنی سنایئے حمزہ بھائی! آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ کب تک یونہی اکیلے غیر ملک میں بیٹھے رہیں گے؟ اپنا ساتھی تو ہو، دکھ سکھ شیئر کرنے والا۔''

ساتھی تو ہے۔ دل میں بسیرا بھی کرتا ہے۔ دماغ کے ہر گوشے میں بھی آباد ہے۔ بس صرف نظروں سے اوجھل ہے۔ جبکہ میں اسے آس پاس محسوس بھی کرتا ہوں۔'' وہ سرشار ہو کر بولا۔

''حمزہ بھائی! آپ تو مجنوں کے بھی نانا نکلے۔'' وہ قہقہہ لگا کر بولی۔

''مونا! تم نے اور نومی نے ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کی اور ایک دوسرے کو با آسانی حاصل بھی کر لیا۔ تم دونوں کیا جانو پیار کے حصول کے بعد غلط فہمی کی بنیاد پر اتنی جان لیوا جدائی کا کرب۔ زیادتی کے دکھ اور غم کا درد اور بے بسی و لاچارگی کی ندامت۔ آپ میرے جذبات و احساسات کو نہیں جان سکتے۔ نہ جانے میں ایک نارمل لائف کیسے لیڈ کر رہا ہوں۔'' لہجے میں بے پناہ اُداسی عود کر آئی تھی۔

''آئی ایم سوری حمزہ بھائی! میں نہیں جانتی تھی کہ آپ ابھی تک اس شاق سے نکل نہیں پائے۔ مجھے آپ کی تمام باتوں سے اتفاق ہے۔'' وہ نادم سی ہو کر بولی۔

''نیور مائنڈ مونا! تمہیں اس کے ملنے کی جونہی اطلاع ملی، مجھے ضرور بتا دینا۔ اُف! کس قدر اذیت ناک خبر ہے۔ کہاں روپوش ہو گئی ہے وہ؟'' وہ تکلیف سے کراہ اُٹھا تھا۔

''آپ کو اس کا کیا فائدہ؟ حمزہ بھائی! میں آپ کو یوں اُداس و مایوس دیکھنا نہیں چاہتی۔ اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں ضرور سوچئے۔ میں ایک چھوٹی بہن کے ناتے اپنا حق جتانے کی گستاخی تو کر ہی سکتی ہوں نا۔'' وہ پھر سمجھانے لگی۔

''کیا فائدہ؟..... مونا! انسانیت کے اٹوٹ رشتوں میں نفع و نقصان بالکل ہی بے معنی ہو جاتے ہیں۔ جو ہی تو اس رشتے سے بھی بڑھ کر میرا پیار ہے۔ میری پہلی اور آخری محبت ہے۔ اسے میں آج بھی اپنی ملکیت ہی تصور کرتا ہوں۔ بائی گاڈ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ہمارا ملن زمین پر نہ سہی، آسمانوں پر ضرور ہو گا۔'' وہ بھرپور اعتماد سے بولا۔

''نومی! حمزہ بھائی لائن پر ہیں۔ تم بھی بات کر لو۔''

''وائے ناٹ۔ وائے ناٹ..... ہیلو حمزہ! میں تو سمجھا تھا، تم انڈر گراؤنڈ ہو چکے ہو۔'' وہ لیب کوٹ اُتارتے ہوئے نہایت اپنائیت سے بولا۔ ''آج کل جاب کے علاوہ کیا مصروفیت ہے؟''

''کوئی خاص نہیں۔ ایک ہی روٹین پر روبوٹ کی طرح چل رہا ہوں۔ نہ کوئی ایکسائٹمنٹ، نہ ہی ہیپی نس، نہ ہی کوئی ہوپ۔ بس بہت ہی ڈل لائف ہے۔'' حمزہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر اپنے دوست سے افسردہ لہجے میں کہا۔

''یار! ماضی کو بھول کر حال میں خوش رہنا سیکھو۔ ہمیں بھابی لا دو۔ پھر اس سے خاطر داریاں کرانے پہنچتے ہیں۔'' نومی نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

''اگر یہاں آنے کی اس شرط پر قائم رہے تو پھر تمہارا یہاں آنا ناممکن ہے۔ کیونکہ میں جوہی کے علاوہ کسی اور کو قبول ہی نہیں کر سکتا۔ نومی! میری شادی ہو چکی۔ اس خاندان کے قیمتی ہیرے کو اللہ نے میری قسمت کی لکیروں میں لکھ کر کبھی نہ مٹانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں نے بھی راضی برضا ہونے پر اکتفا کر لیا ہے۔ یہی میری زندگی اور اس کا سکون و اطمینان ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بلا۔

''یار! اس عشقِ ناکام سے باہر نکل آؤ۔ ہم دونوں نے تمہارے لئے بہت سوچ بچار کے بعد ایک رشتہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ سنو گے تو خوشی سے اُچھل پڑو گے۔ جوہی کا اور اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔'' وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

''مجھے کچھ نہیں سننا نومی! تم میرے بچپن کے دوست ہو کر بھی میری فطرت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ ویری بیڈ۔'' حمزہ نے خفگی سے کہا۔

''تم تو مائنڈ ہی کر گئے۔ پھر بھی سوچنے کا وقت دیتے ہیں۔ تم نے مونا کی بہن جونا تو دیکھی ہے۔ بہت حسین نہ سہی لیکن پرسنالٹی بہترین اور تعلیمی لحاظ سے بھی کسی سے کم نہیں۔ سوچ لو، میں مونا سے اس بارے میں بات کر سکتا ہوں۔ مونا ہے تو جوہی کی دوست اور بے حد ہمدرد، لیکن تمہیں بھی بہت پسند کرتی ہے۔ مجھے امید ہے، انکار نہیں کرے گی۔''

وہ اپنی لے میں بولے جا رہا تھا اور مونا اُسے ہاتھ کا انگوٹھا اُٹھا کر گُڈ کا اشارہ دے رہی تھی۔ حمزہ کے ایک ہی فقرے پر نومی نے برا سا منا لیا۔

''واحد ذات کے ساتھ کسی اور کی شراکت کو بدعت کہتے ہیں۔ جسے حرام قرار دیا گیا ہے۔''

''لیکن جوہی کی شادی تو کب کی ہو چکی ہے۔ اب ایسی باتوں کا کیا فائدہ؟ دل کو جھوٹا بہلاوا دینا بہت بڑی احمقانہ حرکت ہے۔ اپنی زندگی ایک ایسی لڑکی کے لئے تم کیونکر تباہ و برباد کرو جو اب تمہاری نہیں رہی؟'' نومی نے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''یہاں نہیں تو وہاں تو میری ہو گی۔ کیونکہ میں اُس طلاق کو نہیں مانتا جو گن

پوائنٹ پر غنڈہ گردی اور دھاندلی سے لکھوائی گئی تھی۔ اس لئے مجھے آج کے بعد کبھی شادی کرنے کا مشورہ مت دینا۔'' حمزہ نے بیزاری سے کہا تو نومی نے اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد فون رکھ کر مونا کی طرف نا اُمیدی سے دیکھا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

❁❁❁

بیٹی کی جدائی اور دُوری کا غم، شاہ جی کو زندگی کی تمام تر دلچسپیوں سے دُور، بہت دُور لے گیا۔ اپنے دُکھ کا اظہار صرف بی بی سے کبھی کبھار کر کے رو دیا کرتے تھے۔ وہ اُنہیں تسلیاں دیتے ہوئے خود بھی پھوٹ پڑتی تھیں۔ ہاں، بقیہ کاروبارِ زندگی اپنے تناسب سے رواں دواں تھا۔

ایک بہت روح فرسا رات کو بی بی جی اُنہیں تہجد کے لئے جگانے گئیں تو انہوں نے آنکھ کھول کر دیکھا، نہ لبوں نے حرکت کی۔ ساکت و جامد وہ اس دارِ فانی کی تمام کلفتوں اور آزمائشوں سے آزاد ہو کر سچی اور اَن مٹ ذات کے پاس سدھار گئے۔ بی بی جی، جنہوں نے اپنے خاوند کے نام پر راج کیا تھا، آج تمام نعمتوں، آسائشات کے باوجود بے وقعت سی ہو کر رہ گئی تھیں۔ وکیل چاچا نے دونوں بیٹوں کو ماں سے احسن برتاؤ کرنے کی تلقین کی جس پر انہوں نے سختی سے عمل بھی کیا تھا۔ مگر بی بی جی کو تمام بہلاوے، دکھلاوے عارضی لگ رہے تھے۔ گھر میں ایسا ہُو کا عالم تھا جیسے تمام رونقیں اُن کے ساتھ ہی دفن ہو گئی ہوں۔ کچھ روحیں بابرکت اور بارونق ہونے کی وجہ سے گرد و پیش کے ماحول کو بھی پُرمسرت اور خوشگوار بنا دیتی ہیں۔ شاہ جی کو اللہ تعالیٰ نے انہی خوبیوں کے ساتھ ہی پیدا کیا تھا۔

مصطفیٰ قبر پر بیٹھا گھنٹوں روتا رہتا۔ وہ تو ان کے بل بوتے پر ہواؤں میں اُونچی اُڑان میں مگن رہتا تھا۔ زمین کو چھو کر چلنا اپنی ہتک سمجھتا تھا۔ اور وہ اس کی ہر جائز اور ناجائز بات کو بہت اہمیت دیتے اور انہیں اس جیسا کوئی اور جچتا نہیں تھا۔ اسی لاڈ پیار نے اسے سپائل کر دیا تھا اور اس کا ہر وقت کا مقابلہ حسد و جلن جوہی کے ساتھ رہتا تھا جس کا رزلٹ اچھی طرح سامنے آ چکا تھا۔

شاہ جی کے انتقال کی خبر کرن اور جوہی تک نہ پہنچانے کا آئیڈیا وکیل چاچا کا تھا۔ مصطفیٰ ٹال نہ سکا۔ کیونکہ وہ تو ان کی احسان مندی کو کبھی بھلا نہیں سکتا تھا جنہوں نے

اس کے سیّد خاندان برادری کی عزت رکھ لی تھی، جیسے پردہ داری میں جوہی کو سہارا دے کر دلدل سے نکال دیا تھا۔ اسے قابل تحسین سمجھتے ہوئے وہ ان کے سامنے کبھی بحث نہ کرتا تھا۔ سر جھکائے ان کی ہر بات سنا کرتا تھا۔ باقی کسی بات کو عملی جامہ پہنانے پر اسے اختیار تھا کہ کرے یا نہ کرے۔

❁❁❁

جوہی کے گھر اور ہاسپٹل کے عین وسط میں بانس اینڈ نوبل لائبریری ہمیشہ سٹوڈنٹس سے کھچا کھچ بھری رہتی تھی۔ جوہی بھی اپنی ڈیوٹی کے بعد گھر جانے سے پہلے بانس اینڈ نوبل جا کر میڈیسن سے ریلیٹڈ ریسرچ بکس اُٹھاتی۔ کونے میں سٹاربکس سے کافی اور اپنا پسندیدہ چیز کیک تو کبھی کیرٹ کیک کا پیس لیتی اور قریب ہی ٹیبل پر ایسی جم کر بیٹھتی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتی۔ جب نیند کے غلبے میں آتی تو بیگ کندھے پر ڈالتی اور اپنے اپارٹمنٹ کی طرف چل پڑتی۔ اس روزمرہ کی روٹین سے وہ کبھی تنگ نہ ہوتی تھی۔ دو چھٹیاں گھر پر ہی اگلے ہفتے کی تیاری میں بیت جاتیں۔ مثلاً ہفتے بھر کے لئے کوکنگ، گھر کی صفائی اور ڈریسز تیار کرنا۔ تاکہ اس کی ڈیوٹی اور پڑھائی میں یہ ضروری کام مخل نہ ہو سکیں۔ ہر سنڈے کو کرن سے فون پر بات بھی ہو جایا کرتی تھی۔ اپنی زندگی میں شاداں و فرحاں اور طمانیت و سکون سے بھرپور ہونے کے باوجود حمزہ کی یاد میں تڑپ جایا کرتی تھی۔ نفرت اور محبت، اعتماد اور مشکوک جذبات کے امتزاج میں متذبذب ہو کر سسک اُٹھتی۔ اپنا دل و دماغ وقتی طور پر کبھی ٹی وی دیکھنے، کبھی کمپیوٹر پر، کبھی کتاب کے اوراق میں اُلجھا کر عارضی بہلاوے کا سامان کرنے میں کوشاں رہتی تھی۔

آج فرائیڈے نائٹ پر وہ اپنی کولیگ جس کا تعلق انڈیا سے تھا، اس کے ساتھ فلم دیکھنے کا پروگرام بنا رہی تھی کہ رِنگ ٹون پر چونک کر حیرت سے موبائل کو آن کر کے مونا سے بات کرنے لگی۔ مونا، ندامت کا اظہار کر کے پہلے شاہ جی کے انتقال کا افسوس کرتے ہی بی بی جی کے چل بسنے کا بھی افسوس کرنے لگی تو جوہی کے ہاتھ سے فون چھوٹ گیا اور ہیں صوفے پر ڈھے کر پھٹی نگاہوں سے آس پاس کا جائزہ لینے لگی۔ پریتی نے اسے جلدی سے پانی پلایا اور پریشانی اور شاک کی وجہ دریافت کی تو اس نے

چند لفظوں میں کتھا بیان کر دی۔ مگر دل میں پھانس چبھ گئی تھی۔ وہ تو اسے بتدریج گھائل کرتی جا رہی تھی۔

''کاش! یہ مذاق ہی ہو پریتی! آج فرسٹ اپریل ہے نا۔ ہوسکتا ہے، مونا نے جوک ہی کیا ہو۔ اس سے ایسی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ وہ اَن سٹیبل سی لڑکی ہے۔ جب سے آئی ہوں فون ہی نہیں کیا۔ اب جو رابطہ اور تعلق رکھنے پر آئے گی تو دن میں دس بار فون کرے گی۔'' وہ دل ہی دل میں خود کو تسلی دینے لگی تو پریتی نے ملائمت اور اپنائیت سے لبریز لہجے میں کہا۔

''کیا گھر سے اطلاع نہیں ملی؟ ہوسکتا ہے وہ اتنی دُور تمہیں پریشان کرنا نہ چاہتے ہوں۔ اپنے دل و ذہن سے اس پہاڑ جیسے گراں دُکھ کو قبول کرلو۔ کیونکہ ایسے دُکھوں کا مذاق سے دُور پار کا رشتہ اور ربط نہیں ہوتا۔ جتنی جلدی سچائی اور حقیقت کو مان لوگی، تمہاری ذہنی حالت کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ چند دنوں بعد ہمارے ایگزام بھی شروع ہیں۔ فلنک ہونے کا مطلب جانتی ہو کہ بے دردی سے اُٹھا کر واپس پھینک دیئے جائیں گے۔ تمہیں بہت ہمت کرنی ہوگی۔''

''اُف..... دونوں ہی چلے گئے۔'' اس نے بمشکل کہا اور ہمت کر کے پریتی کے ساتھ گھر آ گئی۔

پریتی رات اس کے پاس ہی ٹھہر گئی۔ وہ دن بھر کی تھکی ماندی لیٹتے ہی سوگئی۔ جبکہ جو ہی رات بھر جاگتی رہی۔ اُداس اور مایوس، افسردہ و پژمردہ خود سے ایک ہی سوال کر رہی تھی کہ کیا میں اس قابل نہیں تھی کہ مجھے اطلاع ہی دے دی جاتی۔ میں نے ایسا کون سا جرم کیا تھا جس کی پاداش میں مجھے اپنے خاندان سے نکال ہی دیا گیا۔ خوشیوں میں تو فراموش کیا ہی تھا، غموں میں بھی میری کسی کو یاد نہ آئی۔ میرے دکھوں اور غموں، میری دوری اور جدائی نے ان کو بے حِس کر دیا ہے۔ مجھے بے پناہ شفقت اور بے لوث پیار کرنے والے زندہ بھی خفا تھے۔ اب تو ہمیشہ کے لئے رُوٹھ گئے۔ وکیل چاچا کی ہر دوسرے دن مجھ سے بات ہوتی ہے، انہوں نے بھی بتانا گوارا نہ سمجھا۔ وہ تو ایسے بے حس اور کٹھور دل انسان نہیں ہیں۔

'اُف! اتنا بڑا صدمہ کیسے برداشت کروں گی اس پردیس میں اکیلے۔ میرا دم گھٹ

رہا ہے۔ مجھے سانس نہیں آ رہا۔ کاش کرن! تم میرے پاس ہوتی۔'

اُس نے اسی وقت کرن کو فون کیا۔ وہ نیند میں بول رہی تھی۔ ایک دم سے چونک کر بیٹھ گئی۔ اسے تسلی کیا دیتی، خود دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اور ویک اینڈ پر اس کے پاس آنے کا وعدہ کر کے فون بند کر کے ان کے ساتھ گزرے ہوئے لمحوں کی یادوں میں کھو گئی۔ ان کی محبت اور لگاؤ میں کہیں بھی کمی نہیں تھی۔

''ہم نے اس سانحے سے خود کو نکالنا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے سامنے ہم بالکل ہی بے اختیار و بے بس ہیں۔ پھر کیوں رو رو کر دُھائیاں دیتے ہیں۔ پچھتاوؤں اور کاش کی گردان کے ساتھ خود کو موردِ الزام کیوں ٹھہراتے ہیں؟ ہم کمزور ایمان کے ساتھ زندگی گزارنے کا تہیہ جو کر چکے ہیں جو لاشعوری طور پر خود سے کیا گیا تھا۔ کرن سوچتی رہی اور پھر روتی ہوئی نہ جانے کب سو گئی۔

ویک اینڈ پر جوہی، کرن کو لینے ایئرپورٹ چلی گئی۔ دونوں گلے لگے روتی چلی گئیں، کسی نے پلٹ کر دیکھا نہ تھا۔ وجہ پوچھنا تو درکنار، یہاں کسی کو کسی کی رتی بھر پروا نہیں، سڑک پر چاہے کوئی بھوکا پیاسا مر ہی کیوں نہ جائے۔ بیمار علاج و معالجے کے بغیر ہی گزر جاتے ہیں اگر ہیلتھ انشورنس کا کارڈ پاس نہیں۔ نفسانفسی کے اس عالم میں یہ مخلوق بے حس ہو گئی ہے۔ دل مر گئے ہیں۔ ذہن مفلوج ہو گیا ہے۔ تو پھر ان میں نرمی، رحم دلی اور خدا ترسی کہاں سے بسیرا کر لے؟ جوہی گھر پہنچنے تک یہی سوچتی چلی گئی۔ تنہائی اور خود غرضی کے اس ماحول میں وہ کب تک سڑ گل کر رہ سکتی ہے؟ یہ سوچ کر اس نے اپنے ماضی میں جھانکا۔ وہاں بھی تو نفسانفسی کے عالم کے ہمراہ دوسروں کے طعنے و تشنے ہی ملے۔ مدد کم، اعتراضات زمانے بھر کے۔ نصیحتوں کے پلندے اور فضیحتوں کے چرکے اور اپنے اور غیروں سے صلواتیں۔ وہاں اکیلی عورت کا سروائیو کرنا ناممکن ہے۔ ورنہ اس دیارِ غیر میں لاوارثوں کی طرح زندگی بتانے کا سودا کر کے خوشحال و فارغ البال کیسے رہ سکتی تھی؟

کرن اس کی کھوئی ہوئی آنکھوں میں گم ہو کر سوچنے لگتی۔ کل کی اور آج کی جوہی میں زمین و آسمان کا لامتناہی فرق ہے۔ چہرہ آج بھی نکھرا اُجلا ہمیشہ کی طرح پُرسکون اور خاموش اور آنکھوں میں سمندر جیسی گہری سوچ بچار۔ لیکن حد درجے کی خود اعتمادی

ہر ایکشن سے نمایاں ہو رہی تھی۔ پرلے درجے کی ہمت اور دلیری ہم سفر تھی۔ اتنے بڑے دُکھ و کرب میں بھی وہ محتاط ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ گاڑی میں مکمل طور پر خاموشی تھی جیسے دونوں کے پاس بات کرنے کو کوئی لفظ ہی نہ ہو۔

اپارٹمنٹ پہنچ کر دونوں بغل گیر ہو کر پھر رو پڑیں۔

''کرن! مجھ پر زندگی کے ہر موڑ پر اپنوں نے مظالم ڈھا کر اپنے لئے گناہوں کی دلدل کا انتخاب کر کے اپنے نفس پر ستم کیا ہے۔ میرے والدین اس دنیا سے چلے گئے اور کسی نے مجھے انفارم کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہ کی۔ میں مصطفیٰ بھائی کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔ اگلی دنیا میں روزِ حشر اُنہیں گریبان سے پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے مجھ پر ہونے والی تمام بے انصافیوں کا حساب ضرور لوں گی۔ انہیں میرا نام لیتے ہوئے ندامت کا احساس ہوتا ہے..... کیوں کرن؟ میں نے ایسا کیا کر دیا ہے؟ ..... مظلوم میں ہوں۔ ان کی جھوٹی آن بان کی بھینٹ مجھے چڑھایا گیا۔ پھر مجھ سے نفرت کیوں؟ اور میرے والدین پر مظالم و زیادتی کیوں؟ اگر میں انہیں آخری بار مل کر معافی سے محروم رہتی تو آج گلٹ مجھے زندہ درگور کر دیتا۔ انہوں نے اپنی ان گنت دعاؤں کے سائے میں مجھے رخصت کیا تھا۔ وہ میرے روشن مستقبل کے تصور سے پُرمسرت بھی تھے لیکن میری جدائی سے نالاں بھی تھے۔ کرن! شاہ جی نے مجھے اپنے سینے پر لٹا کر مجھے صرف ایک ہی نصیحت کی کہ زندگی میں اپنے مفاد کی خاطر کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ سچ بولنے کا خسارہ بہت عارضی اور بے معنی ہوتا ہے۔ جیت ہمیشہ سچ کی ہوتی ہے۔ میں نے ہمیشہ سچ کا کا سہارا لیا۔ جہاں میں نے حمزہ سے ملاقاتوں کو صیغۂ راز میں رکھا، وہیں سے میری پکڑ ہو گئی۔ اور اس گناہ کا خمیازہ مرتے دم تک بھگتوں گی۔ یہ مجھے یقین ہو گیا ہے۔ اور رازداری، گناہ بن کر تباہ کر گئی۔ اُف! شاہ جی جیسا فولادی باپ، جوان بیٹوں کے سامنے رُوئی کا گالا بن گیا۔ میرے لئے احتجاج کرنے کی ہمت نہ جانے کہاں رخصت ہو گئی تھی کہ جو بیٹا کہہ دیتا، اس کی ہاں میں ہاں ملا کر اسے خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ جب اولاد، والدین کی کمزوری بن جائے تو ذلالت دروازے پر دستک دیئے بغیر اندر داخل ہو جاتی ہے۔ یہی حال میرے معصوم اور بے پناہ پیار کرنے والے والدین کا ہوا کہ انہوں نے بیٹے کی خوشیوں پر مجھے قربان

کر کے اسے مطمئن و پُرسکون تو کر دیا۔ مگر خود دُکھوں اور غموں کی اتھاہ گہرائیوں میں کھیتے چلے گئے۔

''جوہی! اب ایسی باتیں کرنے کا کیا فائدہ؟..... خود کو اس عذاب سے نکالنے کی کوشش کرو اور والدین کے لئے قرآن خوانی کر کے انہیں بہترین تحفہ ارسال کرتی رہو۔ یہی ان کی خوشی اور کامیابی ہو گی۔ ان کی روحیں تمہیں دعائیں دیں گی۔ یہ بہتر ہے کہ واویلا کرنا، دوسروں کو برا بھلا کہنا، یہ بے بسی اور لاچارگی تمہیں ڈپریشن میں لے جائے گی۔ یہاں کی تنہائیوں کی نذر ہو کر کچھ گین نہیں کرو گی۔ نقصان تمہاری اپنی ذات کا ہو گا۔'' کرن نے اسے سہلاتے ہوئے کہا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی کہ بات تو وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اب افسوس کرنے کا کیا فائدہ۔

❀❀❀

'جوہی! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟..... پاگل ہو گئی ہو؟ تمہاری زندگی تو ہر لمحہ شاک، اُمید، خوف اور ڈر سے ہمکنار رہی ہے۔ صدمات سے بھرپور اور ذلتوں کی آماجگاہ کی باسی۔ خود کو سنبھالو۔ کرن تمہارے ساتھ زیادہ دن ٹھہر نہیں سکتی۔ والدین نے ایک نہ ایک دن تو جانا ہی تھا۔ کسی نے بھی اس دنیا میں ہمیشگی کا ٹھیکہ تو نہیں اٹھا رکھا۔ جو باقی ماندہ زندگی ہے، اسے انجوائے کرو۔ اس آزادی کی بہت بڑی قیمت تم نے ادا کی ہے۔ بیتے ہوئے ماضی کے ہر تلخ لمحے کو فراموش کر کے جینے کی نئی کمند ڈالو۔ بہت اونچی جاؤ گی۔ تم نے انہی دنوں کا کس بے چینی سے انتظار کیا تھا، کچھ یاد کرو۔ ناشکری مت کرو۔ کبھی واپس جانے کا تصور بھی کیا تو ذلالت و بے عزتی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ اپنا دل بہلاؤ۔ تمہارا دل بہلانے کوئی اور تو آنے سے رہا۔ پہلے والی روٹین سے باہر نکل کر دیکھو۔ بھائی سے بدلہ کیسے لے سکتی ہو؟'

وہ کروٹیں بدلتے ہوئے سوچے جا رہی تھی۔ آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے تھے۔ شاہ جی سے آخری ملاقات کے کہے ہوئے کلمات اس کے کانوں میں میٹھا رس گھولنے لگے۔ اور دل میں جو باغیانہ لہریں اُبھرنے لگی تھیں، ان کی شوریدگی میں کمی آ گئی۔ آخر وہ تھی تو ایک دقیانوسی سوسائٹی کی پروردہ۔ ایک دم سے لبرل اور براڈ مائنڈڈ کیسے ہو سکتی تھی؟ اپنی سوچ پر تحقیرانہ انداز میں غالب آ گئی۔

'میں عورت ہوں۔ جس کی نس نس میں نسوانی وقار کُوٹ کُوٹ کر بھرا گیا ہے۔ نازیبا حرکتیں مردوں کے مقدر کا حصہ ہیں۔ یہ میرا خاصا نہیں۔ نہ ہی میں اپنی نیچر بدل کر ہپی لائف گزار سکتی ہوں۔' اس نے خود کو کوسا اور اپنے خاندانی پسِ منظر میں کھو گئی۔

آج کی صبح بہت روشن اور حسین لگ رہی تھی۔ گزری ہوئی رات میں اس نے اپنی ٹریجک لائف کے تمام اوراق کو نذرِ آتش کر دیا تھا۔ انتقام کی آگ بھی ٹھنڈی پڑ چکی تھی۔ شادمانیاں اور کامرانیاں بازو پھیلائے اسے اپنی منتظر معلوم ہوئیں۔ اس نے سکون سے بھرپور طویل انگڑائی لی اور بستر سے نکل آئی۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس نے اپنے حالات سے سمجھوتہ کر کے ایک نئے جذبے اور ولولے سے پھر پلاننگ کی اور ہاسپٹل کی طرف چل دی۔

پانچ بجے ڈیوٹی سے فارغ ہو کر ''بانس اینڈ نوبل'' چلی گئی اور رات تک وہیں اپنی سٹڈی میں گم رہی۔ سب جا چکے تھے۔ اس کے سامنے والے ٹیبل پر واحد امریکن خوبرو جوان، جس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہو گی، اپنی کتابوں میں سر دیئے گرد و پیش سے بے خبر تھا۔ یہ نوجوان روزانہ جوہی کے ساتھ ہی انٹر ہوتا اور اس کے سامنے والے ٹیبل پر بیٹھ کر مطالعہ کرنے میں مصروف ہو جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھار دونوں ایک دوسرے کو شناسا سی سمائل بھی پاس کر دیا کرتے تھے۔ مگر گفتگو میں پہل کرنے کی کسی نے بھی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ جوہی کے اُٹھتے ہی وہ بھی چونکا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف شناسائی نظروں سے دیکھا اور اتفاقاً دونوں ہی سٹار بکس کی طرف بڑھ گئے۔ جوہی نے جوس اور سینڈوچ پکڑے اور ٹیبل پر بیٹھ گئی۔ نوجوان نے بھی جوس اور سینڈوچ پکڑے اور مسکرا کر اس کے قریب آ کر اسی کے ٹیبل پر بیٹھنے کی پرمیشن لے کر اسے جوائن کر لیا۔

دونوں اسی جگہ روزانہ ایک دوسرے سے مڈبھیڑ ہو کر شگفتہ سی مسکان پاس کرتے ہوئے اپنائیت اور شناخت پر مہر چسپاں کیا کرتے تھے۔ آج ایک دوسرے کو متعارف کراتے ہوئے نہ تکلف تھا، نہ ہی کسی قسم کا حجاب تھا۔ اس نوجوان لڑکے کا نام جو برٹن تھا۔ گناہوں کے شہر لاس ویگاس سے بی لانگ کرتا تھا۔ اس کے ماں باپ نے بغیر کسی کمٹ منٹ کے ایک دوسرے سے تعلقات استوار کر رکھے تھے، دونوں کلب میں جواء

کھیلنے والوں کو در پردہ چکر دے کر شاداں و مطمئن رہتے تھے۔ ابتدائی دوستی کی بنیاد بھی یہی تھی کہ دونوں میں شاطرانہ حِس کامن تھی۔ شراب اور شباب کی محفلوں میں امیرانہ طرزِ زندگی کے امیریکنز کو بہلانے پھسلانے کا کام نہایت حاضر دماغی سے کیا کرتے تھے۔ ڈرنک، جواء اور ہلا گلا ان کی حیات کا حصہ بن چکا تھا۔ اپنی انکم کو کیلیفورنیا کی نذر کرنے میں انہیں کبھی تکلیف نہ ہوتی۔ اورنج کاؤنٹی ان کی پسندیدہ جگہ تھی، جہاں کیسینو میں اسٹے کرتے اور جی بھر کر انجوائے کرتے۔ جب جمع پونجی ختم ہو جاتی تو واپس لاس ویگاس پہنچ کر پھر سے کسی کیسینو میں اسی نوعیت کی جاب پکڑ لیتے اور پیسہ بٹورنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کر کے پیسہ جمع کرنے لگتے۔ انہی لمحات میں جوبرٹن حقیقت بن کر اُن کی زندگی میں آ گیا۔ آہستہ آہستہ اس کا باپ، ماں سے دُور چلا گیا۔ بغیر میرج کے وہ اس بیٹے کی ذمہ داری لینے کی حق دار نہیں تھی۔ کورٹ بھی اس کا ساتھ دینے پر رضامند نہ ہوا تو دونوں ماں بیٹا اکیلے ہی زندگی کی گاڑی کو پُش کرنے لگے۔ یہ اس کلچر کا بھیانک اور ڈراؤنا روپ تھا کہ کہیں بھی ایسی عورت کی شنوائی نہیں ہو پاتی۔ جوبرٹن ذرا بڑا ہوا تو اس کی ماں نے پراپر طریقے سے ایک بڈھے امریکن سے شادی کر لی اور اس نے کیسینو کی جاب چھوڑ کر اپنی زندگی راحت و فرحت میں گزارنے کا تہیہ کر لیا۔

جوبرٹن دن بہ دن ڈپریشن کا شکار ہوتا چلا گیا۔ پڑھائی سے دُوری قدرتی امر تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر کے بعد اُسے گھر نکالا دے دیا گیا اور یہ ایک پرائمری سکول میں معمولی سا ٹیچر بن کر اپنی زندگی گزارنے لگا۔ اسی دوران اس نے نیویارک آ کر ایک چھوٹے سے سکول میں جاب پکڑ لی۔ وہ ''بانس اینڈ نوبل'' اسی سلسلے میں روزانہ جایا کرتا تھا۔ تمام تعارف کرانے کے بعد اُسے وہ دُکھی سا نظر آنے لگا تھا۔ جوہی نے حسبِ عادت اپنا لمبا چوڑا تعارف نہیں کرایا۔ کیونکہ اس کے کلچر، اس کی تربیت اور اس کے خاندانی رکھ رکھاؤ میں کسی پردہ کشائی کا دخل نہ تھا۔ فطرت کا خفیہ پن ساتھ تھا۔

دیکھا جائے تو دونوں ہی اپنی اپنی جگہ حالات کے ستائے ہوئے لوگ تھے۔ ہم عمر ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے لئے کمپلی کیٹڈ بھی نہ تھے۔ اب روزانہ دونوں مسکراہٹ پاس کرتے ہوئے اپنی سٹڈی میں بزی ہو جاتے اور رات واپسی پر دونوں

مل کر کھانا کھاتے اور اپنی اپنی قیام گاہ کو رخصت ہو جاتے۔

جوبرٹن بے حد شریف اور کم گو ہونے کے ساتھ بہت کیئرنگ تھا۔ جوہی کی معمولی سی خاموشی پر تڑپ اٹھتا تھا۔ یہی جوہی کو جیت لینے کی کنجی تھی۔ وہ اس کی قربت کو انجوائے تو کرتی مگر کسی گناہ کی مرتکب ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اور وہ بے پناہ ہمدردی اور خلوص کے جذبوں میں مقید، نہ چاہتے ہوئے جوبرٹن کے دل کے نہاں خانوں میں اپنا گھروندا بناتی چلی گئی۔ جبکہ اس کی طرف سے پیار و خلوص کی قسم ہی مختلف تھی۔

وقت اور رشتوں سے دُوری کی وجہ سے جوکی رفاقت مل جانے نے ایسا کمال کیا کہ وہ کرن سے رابطہ و تعلق تقریباً منقطع کر چکی تھی۔ ہفتے بیت جاتے، اسے فون کرتی، نہ ہی اس کا فون اٹینڈ کرتی اور نہ ہی کبھی اس کی غیر موجودگی کا احساس اسے تڑپاتا، نہ ہی بھولے سے ماضی کو یاد کرنے کی تکلیف گوارا کرتی۔

کرن کی حیرت کی انتہا نہ تھی کہ جوہی تو اس سے دور ہونے کے تصور سے ہی گھبرا جایا کرتی تھی۔ اب ایسا کون سا سانحہ پیش آ گیا ہے کہ وہ اسے مکمل طور پر چھوڑ چکی ہے۔

❀❀❀

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھی، جوکو بار بار فون کرنے لگی۔ مگر ہر بار فون بِنا جواب کے کٹ جاتا تھا۔ دل میں وسوسے جنم لینے لگے۔ چار مہینوں کی دوستی میں فرسٹ ٹائم ایسا ہوا تھا کہ وہ اسے بتائے بغیر نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ اسی شش و پنج میں ہراساں و پریشان تھی کہ اس کے موبائل پر بیل ہوئی۔ نیا نمبر دیکھ کر اس نے موبائل آن کر کے کان سے لگایا کہ ابھی وہ جوکی وہ دُرگت بنائے گی کہ تا حیات یاد رکھتے ہوئے آئندہ ایسی پریشان کن حرکت نہیں کرے گا۔ مگر ایک جانی پہچانی آواز پر چونک اُٹھی۔

''جوہی! حمزہ بول رہا ہوں۔'' لہجے میں دنیا جہاں کا دکھ، مٹھاس میں سمٹ آیا تھا۔

''میں نہیں جانتی کسی حمزہ کو۔'' وہ بے اختیار ہو کر بولی۔

''جان جاؤ گی۔ بات تو سنو۔ فون مت رکھا۔'' وہ بے تابی سے بولا۔

''میرا فون نمبر تمہیں دینے والا کون ہے؟ میں نہ تو تمہاری بات سننا چاہتی ہوں،

نہ ہی جواب دینا چاہتی ہوں۔'' وہ تلخی سے بولی۔

''مجھے بہت دکھ اور افسوس ہوا ہے، شاہ جی اور بی بی جی کے اتنی جلدی اور اچانک چلے جانے کا۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولا۔

''اُن کا کفن بھی میلا ہو گیا ہو گا جناب! یہ سب کچھ کیا دھرا تمہارا ہے۔ آج کے بعد مجھے فون مت کرنا۔ کس رشتے کے بل بوتے پر مجھ سے رابطہ کیا ہے تم نے؟'' وہ غصے سے بولی۔

''ایک پُرخلوص اور ہمدرد دوست کے ناتے۔'' وہ ہمدردی سے بولا تو جوہی نے دانت چبا کر فون بند کر دیا اور بستر پر آڑھی ترچھی لیٹ کر غیر ارادی طور پر دوبارہ اس کے فون کا انتظار کرنے لگی اور سوچوں میں گم ہو گئی۔

❀❀❀

''جویریہ بیٹا! حمزہ کو ایک چانس دے کر تو دیکھو۔'' وکیل چاچا فون پر سمجھانے کے انداز میں یہ فقرہ ادا کرنے کے بعد انتظار کرنے لگے کہ ہو سکتا ہے جویریہ کا جواب مناسب اور قابلِ آفرین ہو۔ مگر اِک شاک کے بعد وہ سنبھل کر حیرت سے بولی۔

''وکیل چاچا! آپ کو ایسی بات زیب نہیں دیتی۔ کیونکہ آپ میرے شاہ جی کے پوتر مقام پر کھڑے ہیں۔ تھوک کر چاٹنا کتنا مشکل ہے، اس کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے۔''

''بچے! تم دونوں میں کچھ خوبیاں بہت کامن ہیں۔ میاں بیوی کے رشتے میں ذہنی مطابقت اور خصلتیں ہی تو اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ تم دونوں میں کھرا پن اور حد درجے کا صبر و تحمل ہی تمہیں آج اس مقام پر لے آیا ہے۔ حمزہ تمہارے لئے بہت فکرمند ہے۔ ذرا غور و خوض کے بعد فیصلہ کرو۔ اس کی راست بازی اور بلند کرداری کی میں گواہی دیتا ہو۔ اتنی لمبی پہاڑ جیسی زندگی اکیلے کیسے گزارو گی؟ یہ سوچ کر میرا بھی چین اُڑ جاتا ہے۔ کرن الگ پریشان ہے کہ نہ جانے تم نے اس سے منہ کیوں موڑ لیا ہے؟'' وہ تذبذب میں بولے۔

''وکیل چاچا! آپ سب لوگ میرے لئے پریشان اور فکرمند ہونا چھوڑ دیں۔ مجھے زندگی گزارنے کے لئے ایک تھرڈ کلاس جیون ساتھی کی قطعاً ضرورت نہیں رہی۔

اچھا دوست بہترین ہمراز اور غمگسار ثابت ہو سکتا ہے۔ نکاح کے چار بول کیا پڑھ لئے، جیسے غلامی اور قید و بند کی صعوبتوں کا اقرار کر لیا۔ مجھے ایسے رشتے سے نفرت ہو گئی ہے وکیل چاچا! حمزہ پر دوبارہ ٹرسٹ کر کے ایک نئی مصیبت اور آزمائش مول کیونکر لوں؟ میں اپنی زندگی میں اس بندھن کے بغیر بہت خوش رہنے لگی ہوں۔ پلیز میری خوشیوں کو نگلنے کی کوشش مت کریں۔'' جوہی نے التجائیہ کہا اور فون بند کر کے دل کو سمجھانے لگی کہ کہیں سب کے پریشر میں آ کر پھر سے اپنی شادمانیوں اور کامرانیوں کا سودا نہ کر لے۔

❀❀❀

''مرد کسی بھی معاشرے سے تعلق رکھتا ہو، کبھی وفادار نہیں ہو سکتا۔ تم بھی اسی کیٹگری میں آتے ہو۔ اب تم مجھے مطلع کئے بغیر روپوش ہو جاؤ گے تو مجھے دکھ نہیں ہو گا۔ کیونکہ تم نے ان تین ہفتوں میں میری ٹریننگ کر دی ہے۔ اب میں نے اپنے ساتھ رہنا سیکھ لیا ہے۔ اب نہ تو میں بے وقعت ہوں، نہ ہی بے حیثیت ہوں۔ اپنی مرضی اور پسند کی مالک ہوں۔ حمزہ، مقرب اور مصطفیٰ کون ہوتے ہیں میری زندگی کو لیڈ کرنے والے؟ اور تم میرے دل میں اپنی اہمیت بڑھانے والے کہاں سے آ ٹپکے ہو؟'' وہ سرد مہری سے بولی۔ ''تم یہاں سے جاؤ۔ میرا تم سے کوئی رشتہ ناطہ نہیں۔''

''یہ مصطفیٰ کون ہے؟'' وہ حیرت سے بولا۔ کیونکہ اس کا نام پہلی بار جوہی کی زبان پر آیا تھا۔ اُس نے اُس کی تمام باتوں کو درگزر کر دیا تھا۔

''وہ کمبخت قاتل ہے، مجرم ہے۔ مگر رہتا ہے جیل سے باہر۔'' وہ غصے سے کھول اُٹھی تھی۔ جوبٹن خاموشی اور حیرت سے اُس کے لال بھبھوکا چہرے کو دیکھنے لگا اور تھینک یو بول کر نہ جانے کن سوچوں میں گُم ہو گیا۔

❀❀❀

صبح ہاسپٹل جانے کے لئے تیار ہوتے خود کو آئینے میں دیکھ کر بلک اُٹھی۔

'میرے مولا! کب تک میں لامحدود خواہشات کی دوڑ میں شامل رہوں گی؟ کب تک بے انصافیوں کی دلدل میں دھنسی رہوں گی؟ میری روح کی طمانیت اور سکون اور میرے نفس کی عزت و حرمت کی محرومی و کم مائیگی کا احساس مجھے کب تک شعلوں کی بھینٹ چڑھاتا رہے گا؟ میری معصومیت، پاکیزگی، سادہ مزاجی اور چہرے کی رونق اور

ضوفشانی کہاں رخصت ہو گئی ہے، جس پر حمزہ پہلی نظر میں فدا ہوا تھا۔ میری باحیا نظروں میں مقید ہو کر رہ گیا تھا۔ میں لحظہ بہ لحظہ اپنے دین سے دور ہوتی جا رہی ہوں۔ میں اتنی ناتواں اور زیر بار ہو جاؤں گی کہ میں اپنی انا، خودداری، نسوانی وقار اور کروفر کی دھجیاں اپنے ہاتھوں سے اُڑا دوں گی۔ تمام رشتوں سے کنارہ کشی، کرن سے بے توجہی، وکیل چاچا سے طوطا چشمی..... قلاش ہو کر رہ گئی ہوں۔ اپنے اردگرد تنہائی کے خول میں ایک بے دین کا سہارا اور تحفظ میری عزتِ نفس اور خودداری پر گہری ضرب ہے، جس سے میری شخصیت و اخلاقیات پاش پاش ہو کر رہ گئے ہیں۔ جو پر ترس اور رحم کھاتے کھاتے میں خود تاریک اور گہری کھائیوں میں گرتی جا رہی ہوں۔'

وہ ذہنی ردّ و کد کا شکار ہو رہی تھی۔ ہاسپٹل سے بھی چھٹی کر لی اور جاء نماز پر سجدے میں گر کر گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے معافی و درگزر کی بھیک مانگنے لگی۔ ذہنی اذیت اور دلی بے سکونی، گلٹ میں منتقل ہو کر اسے منوں بوجھل اور گھڑوں ندامت کے گرداب میں اُلجھا رہی تھی۔ اُس نے اپنے شعور کو بروئے کار لا کر ایک اٹل فیصلہ کیا کہ وہ آج کے بعد جوبرٹن سے نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اسے تہہ دل سے یقین آ گیا کہ بے دین کی دوستی تمہارے لئے خسارہ ہے۔

'اُف! میرا تو دل مُردہ اور بے حس ہو گیا تھا، اس کی دوستی میں۔' وہ بڑبڑاتی ہوئی شکستگی سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے اُٹھی اور ہاسپٹل چلی گئی۔ 'اللہ سے لو لگا کر دیکھو۔ انسانوں سے دل لگانا چھوڑ دو جوہی!'

جوبرٹن، بانس اینڈ نوبل میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ مگر جوہی اس کی دوسری برانچ میں جا بیٹھی۔ اسی عالم میں کئی دن گزر گئے۔ جوہی نے اس کا فون بھی اٹینڈ نہیں کیا۔ پانچ وقت کی نماز نے اس کے اندر ٹھہراؤ اور دھیما پن پیدا کر دیا تھا۔ عشقِ حقیقی، شریعت کی جانب واپسی، احکامِ الٰہی پر سرِ تسلیم خم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے اصولوں کی پیروی کی لطافت میں وہ تمام دنیاوی خواہشوں کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ اُس نے وہ راز پا لیا تھا جس پر اس کی ماں ازل سے ابد تک قائم رہی تھی۔ اس نے اپنے گھر، اپنے شوہر اور خاندانی اصولوں سے دغا بازی نہیں کی تھی۔ وہ راہِ مستقیم پر تھی۔ آج اس بھید کے ہر پرت اس پر واضح ہو گئے تھے۔ وہ عقیدت و احترام سے

سجدے میں گری دیر تک روتی رہی۔

❀❀❀

''پاپا! آپ کو اپنی بیٹی کا گھر کیسا لگا، اتنے وسیع و عریض بنگلے میں رہنے کے بعد؟'' کرن نے پاپا کو اپنا مُنا سا اپارٹمنٹ دکھاتے ہوئے عالمِ وجد میں کہا۔

''ایک جنت کے حسین ترین اور پُرسکون ٹکڑے کے مانند۔'' وکیل ارشد نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''میرا دل رکھنے کا طریقہ آپ کو ابھی تک یاد ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''بھئی اگر تمہیں بھلانے میں کامیاب ہو گیا تو تمام طریقے بھی فراموش کر بیٹھوں گا۔ فی الحال ایسا کوئی پروگرام نہیں۔'' وہ بھی مسرت آگین لہجے میں بولے۔

''جن گھروں میں سکون اور خوشی کا دور دورہ ہوتا ہے، وہ جنت کا گہوارہ ہی تو کہلانے کے قابل ہوتے ہیں۔ اونچے محلوں اور وسیع و عریض حویلیوں میں سکون کا راج ہوتا تو میری جوہی اس سے تہی دست نہ ہوتی۔'' فرحت نے پژمردگی سے کہا۔

''ماما! اس کا نام زبان پر نہ لائیں۔ مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔ خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگی ہے۔ نہ خود سے فون کرتی ہے، نہ ہی رِنگ بیک کرتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے دُکھی لہجے میں بولے۔

''آج کل کی اولاد نے جو پَر پُرزے نکالے ہیں، الامان..... جوہی تو غیر ہے۔ بدل گئی تو کیا ہوا؟ دنیا اسی کا نام ہے۔ سیٹل ہو گئی ہے۔ اب اسے ہماری پروا کیونکر ہونے لگی؟ یہاں کی آزاد فضاؤں کا بے لگام اور فری پنچھی بن کر زندگی گزارے گی۔ تم سے کس منہ سے سامنا کرے گی؟'' فرحت نے خفگی سے کہا۔ ''ہم سے بھی رابطہ بند ہے۔ خاموشی کے پیچھے ہمیشہ ایک بہت بڑا طوفان پوشیدہ ہوتا ہے۔ اللہ خیر ہی کرے۔''

''جوہی کے بارے میں ایسا گمان رکھنا کم ظرفی کی دلیل ہے بیگم! بی کیئر فل۔ تم نے اسے اپنا خالص اور کھرا دودھ پلایا ہے، یہ مت بھولو۔ اس میں کھوٹ نہیں آ سکتا۔'' وکیل ارشد نے ہنکارا بھرا۔ ''اس کے ساتھ اپنے خونی رشتوں نے جو سلوک روا رکھا ہے، بھلا وہ مصری کی ڈلی کیسے بن سکتی ہے؟ زہر اتنا کڑوا اور تلخ ہوتا ہے کہ پہاڑ کے برابر شیرینی میں ایک قطرے کی آمیزش اپنا کام دکھا دیتی ہے۔ جوہی کی بِزنیس بجا

ہے۔'' وکیل ارشد نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''دیکھنا، ایک دن وہ ہمارے پاس آ جائے گی۔''

''آپ اسی خوش فہمی میں مبتلا رہیں پاپا! وہ ہم سب کو چھوڑ چکی ہے، شرطیہ۔'' کرن نے بے ساختہ کہا تو وہ خاموش ہو گئے۔

''تمہارے پاس رہنے کے بعد ہم دونوں اس سے ملنے نیویارک جا رہے ہیں۔ تم ساتھ چلنا پسند کرو گی؟ خوب مزا رہے گا۔'' فرحت نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں تو اس کی شکل بھی نہ دیکھوں ماما!'' وہ اتنا کہہ کر سسک اُٹھی۔

''بدگمانی دلوں سے محبتیں، جذبے اور لگاوٹیں ختم کر دیتی ہے۔ ذہن کو پراگندہ کر کے دُوریاں حائل کر دیتی ہے بیٹا! اس سے پہلے کہ دل کی دراڑ مضبوط اور گہری ہو جائے، بدگمانی کو کُھرچ کر نکال دو۔ وہ دُکھیا بچی ہے۔ اس سے کیا گلہ و شکوہ؟'' فرحت، کرن کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

''مجھے اس پر بہت غصہ ہے ماما!'' کرن کے آنسو گرنے لگے۔

''اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو۔ وہی دلوں کو آئینے کے مانند صاف و شفاف کرتا ہے۔'' وکیل ارشد نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ہم نے حمزہ اور جوہی کے بیچ اپ کا پروگرام بنا لیا تھا۔ مگر جوہی نے ہماری ایک نہ سنی۔'' فرحت نے سوچتے ہوئے کہا۔

''یہ کب کی بات ہے؟ مجھے بھی انفارم کر دیا ہوتا۔ کیا حمزہ نے آپ سے رابطہ کیا ہے یا آپ نے کوشش کی ہے؟'' کرن اچنبھے سے بولی۔

''حمزہ نے ریکویسٹ کی تھی۔ مجھے تو وہ سراسر بے گناہ اور معصوم ہی لگتا ہے۔ یہ مصطفیٰ نے ڈیزاسٹر کیا ہے، مجھے اس کا پورا یقین ہے۔ میں پچھلے چالیس سال سے وکالت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔ باڈی لینگویج اور شخصیت کی تہہ تک رسائی میرے لئے مشکل نہیں۔ وہ جوہی کے لئے ہر وقت فکرمند رہتا ہے۔ ابھی بھی اسے اپنی بیوی ہی تصور کرتا ہے۔ اس لئے ہم دونوں جوہی کے پاس جا کر تمام غلط فہمیوں کو دُور کرنا چاہتے ہیں۔'' وکیل ارشد نے سنجیدگی سے کہا۔

''ابھی تو آپ یہیں تشریف رکھیں۔ میں آپ کو فی الحال کہیں بھی جانے نہیں

دوں گی۔''

''ٹھیک ہے بھئی۔ جب اجازت دو گی، چلے جائیں گے۔'' فرحت نے مسکرا کر کہا۔

''پاپا! اس کے دل میں سختی اور بے مروّتی آ گئی ہے۔ مجھے کامیابی کی ہلکی سی رمق بھی نظر نہیں آ رہی۔'' کرن نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''سختی آ گئی ہے تو اسے نرمی میں بدل ڈالیں گے۔ ہم ایسے ویسے وکیل تو ہیں نہیں۔ میں اسے بخوبی جانتا ہوں۔ اپنوں نے تو پہچان کے نہ دیا۔ اسے تقدیر کا لکھا کہتے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ جوہی کے لئے کامیابیوں کے تمام دَروا ہو چکے ہیں۔'' وکیل ارشد نے پُرامید لہجے میں کہا۔

''انشاء اللہ۔'' کرن نے بلند آواز میں کہا۔

''اب کھانا کھلاؤ گی یا کام چوری سے خاطر تواضع کرو گی؟'' وکیل ارشد چھیڑتے ہوئے بولے۔

''پاپا! ویری بیڈ۔ میں نے عمیر کی خاطر بہت کچھ سیکھا ہے۔ آج میرے ہاتھ کا کھانا کھانے کے بعد آپ کو میرے کُک ہونے کا گمان ہونے لگے گا۔ ڈاکٹر کہیں سے بھی نہیں لگوں گی۔'' وہ خوشگوار قہقہہ لگا کر اُٹھی اور ٹیبل پر کھانا رکھنے میں مصروف ہو گئی۔ ماں سے رہا نہ گیا۔ وہ بھی اُٹھ کر ہاتھ بٹانے لگی۔

❁❁❁

'ہاسپٹل سے کال ہو گی۔ جینا حرام کر دیا ہے۔ نہ دن کو چین ہے، نہ ہی رات کو سکون نصیب میں ہے۔' کرن نے جھنجلا کر کروٹ بدلی اور موبائل کان کو لگا لیا۔

''پلیز! میری آواز سن کر فون بند مت کرنا۔ مجھے جوہی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟..... والدین کی موت کے صدمے سے باہر نکل پائی ہے یا ابھی تک اپنے ہی مراق میں ہے؟..... مجھ سے تو بات کرنا نہیں چاہ رہی۔ ورنہ بہت سارے مسئلے پلک جھپکتے ہی حل ہو جاتے۔ یہ عورت ذات اتنی ضدی اور ہٹ دھرم کیوں ہے؟''

حمزہ نے آدھی رات کو کرن کو جگا کر تیزی سے بولنا شروع کیا تو کرن مکمل طور پر

بیدار ہو گئی۔

''میرے ساتھ بھی اُس کا رویہ خاصا سرد اور تلخ ہے۔ پاپا اور ماما اُسے وزٹ کرنے جائیں گے۔ میری تمام دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم غلط فہمی کی بنیاد پر کتنے بڑے بلنڈر کر دیتے ہیں۔ آپ کے ساتھ بھی مصطفیٰ نے یہی کیا اور ہم سب نے ان کی اس غلط فہمی پر یقین کر لیا اور آپ کو بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔ مصطفیٰ نے پاپا کو تمام حقیقت سے چند دن پہلے روشناس کیا ہے۔ لیکن افسوس کی بات کہ وہ ابھی بھی تمام الزام آپ دونوں کے سر تھوپ رہا ہے کہ رخصتی سے پہلے یوں سرعام ملنا شریفوں کا شیوہ نہیں۔ اسے اپنے کئے کا پچھتاوا نہیں ہے۔ وہ آج بھی جوہی سے اتنی ہی نفرت کرتا ہے، جتنی پہلے کرتا تھا۔'' کرن نے جمائی کو دباتے ہوئے کہا۔ ''حمزہ بھائی! مجھے معاف کر دیجئے۔ اس معاملے میں، میں بھی ہائپر ہو چکی تھی۔ جوہی کی ہاں میں ہاں ملاتی رہی۔ اور وہ آپ سے دور چلی گئی۔ مجھے جس دن سے حقیقت بتائی گئی ہے، میرا چین اُڑ گیا ہے۔ میں مارے ندامت کے آپ کا سامنا نہ کر سکوں گی۔ انشاء اللہ یہ بگڑا ہوا معاملہ میں ہی سدھاروں گی۔ آپ سے میرا وعدہ ہے۔''

''تم قصوروار نہیں ہو کرن! یہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ لڑکی والے اس بات کو ہضم نہیں کر سکتے تھے۔ خصوصاً مصطفیٰ۔'' حمزہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''میں سب جان چکا ہوں۔ اُمید پر زندہ ہوں۔''

''حمزہ بھائی! ابھی تو ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جوہی اپنی سچائی کی سٹریلتھ پر اس بڈھے کھوسٹ اور وقیانوسی شوہر سے بچ کر نکل آئی۔ جوہی نے اس گھر میں نفرت اور حقارت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ اس کم بخت سائیکو کو جوہی کو دیکھ کر گھن آتی تھی۔ وہ آپ کی تھی، ابھی بھی آپ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی صبر کرنے والوں کا ساتھ دے کر انہیں ہر مشکل اور آزمائش سے نکال لیتا ہے۔'' کرن کے آنسو بہتے جا رہے تھے۔

''او مائی گاڈ!'' حمزہ نے تڑپ کر کہا۔ ''ظالم، بے صبرا اور ناشکرا تو میں ٹھہرا۔ میری سزا اس معصوم کے مقابلے میں تو کچھ بھی نہیں۔''

''آپ دعا کریں۔ جب سچائی کھل کر جوہی کے سامنے آ جائے گی تو اس کی نفرت

اسی محبت و لگاوٹ کا روپ دھار لے گی جو اس نے آپ پر نچھاور کی تھی۔ وہ آپ کو ابھی تک بھول نہیں پائی۔ سرد اور غیر مناسب روّیہ اس کے ری ایکشن کی غمازی کرتا ہے۔'' کرن نے اسے تسلی بخش لہجے میں کہا۔

''محبتیں ہمیشہ جوان رہتی ہیں۔ انسان کے مرنے کے بعد بھی محبت کو موت نہیں آتی۔ اس کی داستانیں رہتی دنیا تک لوگوں کے گرد و پیش محوِ گردش رہ کر اپنے حیات ہونے کا سبب بنی رہتی ہیں۔ محبت، جسموں کے ملاپ کا نام نہیں۔ یہ تو روحوں کا رشتہ ہے۔ اگر ہم یہاں نہ مل سکے تو اگلی دنیا میں ہمیں کوئی طاقت ملنے سے نہیں روک سکے گی۔ بلکہ رب العالمین خود ہمارا ملاپ کرائے گا۔''

حمزہ کی پُر امید آواز پر وہ جھوم گئی اور افسردگی سے سوچنے لگی۔ جوہی تو بہت لکی نکلی۔ اس پر اتنی بڑی آزمائش کیونکر مسلط کر دی گئی؟ اللہ تعالیٰ ہی بھیدوں کو جاننے والا ہے۔ شاید سچے عاشقوں کی محبتوں، جذبوں کی شدتوں اور چاہتوں کو اسی طرح آزمایا جاتا ہے۔

❀❀❀

''چند ہفتوں بعد کرسمس ہالیڈیز شروع ہو رہی ہیں۔ جوہی نے تو فون نہ اُٹھانے کی قسم اُٹھا رکھی ہے۔ اُس پر اچانک حملہ کیوں نہ کیا جائے؟'' کرن نے اپنا آئیڈیا پاپا کے ساتھ شیئر کیا۔

''ایسا ناممکن ہے۔ ہوسکتا ہے، وہ بھی چھٹیوں میں کہیں آگے پیچھے نہ نکل گئی ہو۔ پہلے کنفرم کرنا ضروری ہے کہ وہ یہاں ہے بھی کہ نہیں۔'' پاپا نے سوچ کر کہا۔

''پاپا! وہ اپنے تمام ٹھکانے نیست و نابود کر چکی ہے۔ کہاں جائے گی؟ پاکستان سے، وہاں کی تہذیب سے وہ نفرت کرنے لگی ہے۔'' کرن نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''اپنی فرینڈز کے ساتھ سیاحت کے لئے جا سکتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

کرن نے اثبات میں سر ہلایا اور سوچنے لگی۔

❀❀❀

''آئی ایم سوری جو!..... میں مسلمان ہونے کے ناتے تم سے دوستی کنٹی نیو نہیں رکھ سکتی۔ میرا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔'' جوہی نے مضطرب ہوتے ہوئے جو برٹن

کو سمجھانا چاہا۔

''میں اہلِ کتاب ہوں، جوہی!'' وہ حیرت سے بولا۔

''لیکن تمہارے اور میرے دین میں بہت فرق ہے۔ تمہارا مذہب نامکمل ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے دین مکمل اور مستحکم ہو گیا۔ لیکن افسوس کہ آپ نے ان میں اختراعات پیدا کر دیں۔ تمہاری کمپنی میں، میں نے خود کو اتنا کمزور اور بے بس کر لیا کہ ذرا سی پریشانی پر ڈرنک کر کے مسائل سے بھاگنے کا راستہ ڈھونڈ لیتی تھی۔ دِس اِز ٹوٹلی رانگ۔'' وہ سنجیدگی سے بولے جا رہی تھی۔

''مجھے پریچ کرو جوہی!..... مے بی میں کنوِنس ہو جاؤں۔'' وہ پریشانی کے عالم میں بولا۔

''ناٹ اِیزی جو!..... تم اپنے آباؤ اجداد کے دین کو کیسے چھوڑ سکتے ہو؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''کوشش کرنے میں کیا حرج ہے؟'' وہ مستحکم لہجے میں بولا۔

''شراب ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ کیا تم اسے با آسانی چھوڑ سکتے ہو؟'' وہ سوچ کر بولی۔

''وائے ناٹ جوہی!..... آج اور ابھی اور اسی وقت سے وہ مجھ پر بھی حرام ہو گئی ہے۔ اب آگے بولو۔'' وہ پُرسکون اور مضبوط لہجے میں بولا تو وہ اُسے ہکا بکا دیکھنے لگی۔

'یہ ردِعمل میرے لئے ہے یا اُس واحد ذات کے لئے؟ سوچنا پڑے گا۔' وہ گہری سوچ میں کھو گئی۔ 'اگر تو میری رفاقت کے حصول کی خاطر اپنی پسندیدہ شے کی قربانی دینے جا رہا ہے تو یہ وقتی و عارضی عمل ہے۔ اگر دل اللہ کی خاطر ایثار کی طرف مائل ہوا ہے تو یہ جذبہ ہمیشگی اپنائے ہوئے ہے۔'

''جوہی! کرسمس ہالیڈیز مل کر گزارتے ہیں۔'' جو نے اپنائیت سے کہا تو وہ چونک گئی۔

''نامحرم کے ساتھ ہرگز نہیں۔'' وہ بے اختیاری سے بولی۔

''گڈ فرینڈز، محرم بن سکتے ہیں جوہی!..... تم نے مجھے ہمیشہ خوش رہنے کی تلقین کی ہے۔ کیا اب مجھے ہرٹ کر سکتی ہو؟'' وہ اتنی معصومیت اور اپنائیت سے بولا کہ وہ

سوچنے لگی کہ جب پہلی دفعہ اس سے بات چیت ہوئی تھی تو جو میں ڈپریشن کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسے اپنی زندگی میں اور دنیائے حُسن میں قطعاً دلچسپی نہیں تھی۔ اس کی توجہ، ہمدردی اور اُنس نے اُسے سرتاپا بدل دیا تھا۔ دونوں دُکھی اور تنہا تھے۔ ایک دوسرے کی موجودگی میں خوش رہنے لگے تھے۔ اور آج جو کی ڈرنک چھوڑنے کی بشارت معمولی نہیں تھی، اہمیت کی حامل تھی۔

'میں اسے مسلمان بنا کر جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے چانس کو کیونکر مِس کروں؟ اللہ تعالیٰ مجھے پاک کرنا چاہتا ہے۔ وہ مجھے اپنا مطیع بنانے کا اٹل فیصلہ کر چکا ہے۔ میں شکر میں سر اُٹھانے کی سزاوار نہیں رہی۔ مجھے جو برٹن کا ساتھ دینا ہوگا۔'

''ضروری نہیں کہ کرسمس ہالیڈیز مل کر گزاریں۔ یہ ہمارے مذہب کا حصہ نہیں۔''
جوہی نے اپنائیت سے سمجھایا تو وہ مسکرا دیا۔

❁❁❁

جوہی، ویزے کے سلسلے میں جو کے ساتھ پاکستان پہنچی تو لاہور ایئرپورٹ پر مصطفیٰ نے اُسے دیکھ لیا۔ وہ ایک امریکن کو لاہور کے بارے میں انفارمیشن دے رہی تھی۔ مصطفیٰ نے دُور سے دیکھا اور دل تھام کر وہیں بیٹھ گیا۔ اسے شک ہوا کہ جوہی نے امریکن سے شادی کر لی ہے جو اس کے ساتھ اس قدر گھل مل کر گفتگو کر رہی تھی۔ آخر گھر پہنچنے تک اس نے جوہی کو قتل کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ جبکہ جوہی تین دن کے قیام کے بعد واپس بھی جا چکی تھی۔

❁❁❁

''مجھے تم دونوں پر رتی بھر اعتبار نہیں رہا۔ پہلی دفعہ کی مخبری بھی سراسر غلط ثابت ہوئی۔ دوسری بار ناکامی اور اب تیسری بار بھی منہ لٹکائے پیسہ بٹورنے آ گئے ہو۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ ہمارا چین سکون لٹ گیا ہے۔ وہ لاہور میں سیر سپاٹے کر رہی ہے مگر تم دونوں تو کاٹھ کے اُلّو ہی نکلے۔ مجھے اُس نامراد کم بخت کا سر چاہئے۔'' مصطفیٰ مخبری کرنے والے پرانے لڑکوں کو ڈانٹ رہا تھا۔ غصے سے منہ سے جھاگ اُبل پڑی تھی۔ آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے اور دونوں سر جھکائے بیٹھے اس کی اول فول سن

رہے تھے۔ پھر دونوں میں سے ایک ہمت کر کے بولا۔

''شاہ جی! چوری ڈکیتی کر سکتا ہوں، لڑکی اغوا کر کے آپ کے چرنوں میں ڈال سکتا ہوں۔ اگر آپ حکم کریں گے تو اسے گولی کا نشانہ بھی بنا سکتا ہوں۔ مگر گردن سے سر الگ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنا اپنے بس کا کام نہیں۔''

''بزدل کہیں کے۔ کیا میں نے تم لوگوں کو اس لئے پالا ہے کہ بوقت ضرورت چوہے بن کر بل میں گھس جاؤ؟..... یہ مشکل کام نہیں ہے۔ وہ لڑکی، گورے کے ساتھ گھومتی ہوئی کہیں بھی پائی جا سکتی ہے۔ اس کا پیچھا کرو اور تاک میں رہو۔ ہوشیاری اور چالاکی سے اسے اٹھا لاؤ۔ اتنا تو کر سکتے ہو نا؟..... باقی مجھ پر چھوڑ دو۔ میں خود سنبھال لوں گا۔'' وہ غصے سے کانپتے ہوئے بولا۔

''یہ کام مجھ سے نہیں ہو گا شاہ جی!..... مخبری کی حد تک تو درست ہے، اس سے آگے تو میرا دل گردہ ہی اجازت نہیں دیتا۔'' اس نے بمشکل کہا۔

''یہ کام تمہارا باپ بھی کرے گا، نامراد کہیں کے۔ چوڑیاں پہن کر رَن کے گھٹنے کے ساتھ جڑ کر گھر بیٹھ جا۔'' مصطفیٰ نے اس کا کان کھینچ کر کہا۔ ''یہ لو پستول اور اپنی اندرونی واسکٹ کی جیب میں ڈال کر رکھنا۔ موقع ملنے پر بے شک ختم کر دینا۔ تمہیں جیل سے نکلوانا میرا کام ہے۔ اگر اتنی ہمت نہ کر سکو تو اسے میرے پاس لے آنا۔ میں خود ہی یہ کام کر لوں گا۔ مجھ میں اتنی قوت اور حوصلہ ہے۔''

مصطفیٰ نے غصے اور طیش میں پستول کو گھمایا اور لاشعوری طور پر تیزی سے نکلی ہوئی گولی بے دردی سے اس کے ہی سینے کو چھلنی کرتی ہوئی خاموش ہو گئی۔ اور مصطفیٰ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

دونوں نے خوف اور حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پچھلی سائیڈ سے نکل کر مزار شریف کی طرف بھاگ گئے۔ گھنٹوں وہاں مزار سے سر ٹیکے آہ و زاری کرتے رہے کہ آج کے اس سانحے سے رب العزت نے اُنہیں بری الذمہ قرار دیدے۔ وہ توبہ و استغفار کرتے ہوئے وہاں سے اُٹھے۔ مزار کے داخلی دروازے سے باہر نکل گئے۔ کسی کو ان پر ہلکا سا شک بھی نہ ہوا تھا۔

بھائی ایک بے گناہ اور معصوم بہن کی جان لینا چاہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسے اُسی

کے ہاتھوں انجام تک پہنچا دیا تھا۔ سب نے یہی پیش گوئی کی کہ شاہ جی نے نہ جانے کس دکھ میں خودکشی کر لی۔ جتنے منہ، اتنی باتیں محوِ گردش تھیں۔ حویلی کی آن بان اور ٹھاٹھ کو جیسے کسی کی نظر ہی کھا گئی ہو۔

مرتضیٰ نے بھی پولیس کو یہ کہہ کر مطمئن کر کے فارغ کر دیا کہ ہماری نہ تو کسی سے دشمنی ہے اور نہ ہی کوئی جھگڑا چل رہا تھا۔ یہ اللہ کی مرضی تھی کہ مصطفیٰ بھائی نے خود کو نہ جانے کس غم میں ختم کر لیا ہے۔

جبکہ مرتضیٰ کے دل میں ایک کانٹا چبھ گیا تھا کہ مصطفیٰ کا جوہی کو ایک غیر مسلم گورے کے ساتھ دیکھ لینا ہی اتنا بڑا شاک تھا کہ وہ کچھ بھی کرنے سے دریغ نہ کرتا۔ اس کی بے بسی اور لاچارگی کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر وقت مرتضیٰ کو بھی کوستا رہتا تھا۔ اسے بزدل اور ڈرپوک کے طعنوں سے اذیت پہنچا کر بھی اطمینان نہ پا کر غصے میں پھنکارتا پھرتا تھا۔ اور آخر کار آج اس نے غیرت اور خودداری کے سامنے گھٹنے ہی ٹیک دیئے اور اس دارِ فانی کو خیر باد کہنے میں ہی عافیت سمجھی۔ یہ راز اس نے اپنے سینے میں ہی دبا لیا تھا۔ اسے کسی سے شیئر کرنا بھی تو اپنے خاندان کی بدنامی اور رسوائی تھی۔

❀❀❀

سنڈے کی صبح جوہی ٹیبل پر برنچ رکھ کر لاشعوری طور پر اس کا انتظار کرنے لگی۔ توقف کے بعد اس نے ایک سرد آہ بھری اور پراٹھے کا نوالہ لے کر کھانے ہی لگی تھی کہ جوبرٹن وارد ہوا۔ بہت ہی کمزور اور پیلا لگ رہا تھا۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے بھی کافی گہرے معلوم ہو رہے تھے۔

'یہ ایسا تو کبھی نہ تھا۔ کہیں مجھ سے کچھ چھپانا تو نہیں چاہتا؟'

جوہی نے رُوٹھے ہوئے انداز میں اُسے ویلکم کیا اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے سختی سے بولی۔

''میں جانتی تھی کہ تم برنچ پر ضرور پہنچو گے۔ بہت مطلبی ہو، جو! اب میں تم سے کبھی نہ بولوں گی۔ اس بار پھر تم مجھے انفارم کئے بغیر غائب ہو گئے۔ فون بھی آف رکھا۔ جانتے ہو کہ میرے دماغ میں کیسے کیسے برے خیال نہیں آئے۔ تم کس قسم کے انسان ہو؟ جسٹ ٹیل می۔''

''مجھ پر یقین کرو تو عرض کروں۔ مجھے اس اللہ کی کتاب قرآن مجید کی قسم! اس کے رسول، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک ومقدس ذات کی قسم! آج تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں بہت گہری سوچ بچار میں ہوں کہ میں شادی کرنے کے قابل ہوں یا نہیں۔ مجھے اپنی پسند تو مل گئی ہے، مگر میں یہ بالکل سمجھنے سے قاصر ہوں کہ دوسری جانب سے بھی پسندیدگی ہے یا مجھے ہی خوش فہمی ہے؟'' وہ متذبذب لہجے میں بولا۔

''کیا وہ مجھ سے شادی کرنا بھی چاہے گی کہ نہیں؟.....آئی سویئر جوہی! وہ میری زندگی ہے۔ میرا دل، اللہ کے بعد اس کا نام لے کر دھڑکتا ہے۔ اُس نے انکار کر دیا تو میں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔'' اس نے بے تابی سے جوہی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

جوہی نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر اسے عجیب سی نظروں سے گھورا۔

''اظہار کر کے دیکھو۔ مے بی دونوں طرف آگ برابر ہی لگی ہوئی ہو؟'' وہ ناگواری سے بولی۔ ''اب سمجھ آئی کہ موصوف اچانک غائب کیوں ہو جاتے ہیں؟ اور پھر کسی کی دخل اندازی کی ریجیکشن خوب ہے کہ فون بند کر دو۔''

'موبائل بھی کس قدر عظیم کرب اور گناہِ کبیرہ ہے جو تم جیسے غیر مہذب اور شاطر لوگوں کے ہتھے چڑھ کر اپنی اہمیت ہی کھو بیٹھا ہے۔ نفرت ہو گئی ہے مجھے سیل فون سے جس پر اپنی مرضی اور پسند کے مطابق بات چیت ہو سکتی ہے۔ چاہے دوسری طرف کوئی ضرورت مند اور مجبور بات کرنا چاہ رہا ہو۔ بد اخلاقی کی انتہا ہے۔ میں تمہیں اتنا گھٹیا اور گرا ہوا انسان ہرگز نہیں سمجھتی تھی۔ تم بھی ایک عام سے مرد نکلے۔ اور جسے پسند کر بیٹھے ہو، وہ بھی تمہارے جیسی حد درجے کی گھٹیا اور حقیر ہی ہو گی۔' وہ دل ہی دل میں سرگوشی کر کے تلملا اُٹھی۔

''تم تو بہت خفا ہو گئی۔ میں ایسا ہوتا تو ایک مہذب، اخلاقیات کے شاہکار کو کیونکر پسند کر لیتا؟..... جوہی! آئی لو یُو۔ میں تم سے شادی کرنے کے خواب دن رات دیکھتا رہا مگر میری بدقسمتی کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ ہاں تمہارے گروپ میں شامل ہونے کے لئے کلمہ ضرور پڑھ سکتا ہوں۔ ایک پاکباز اور مخلص مسلمان بن کر خدمت گزاری کر سکتا ہوں مگر شادی نہیں۔'' وہ پژمردہ لہجے میں بولا اور آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔

جوہی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''کیا بات ہے جو؟..... مجھے سچ سچ بتا دو۔ ہو سکتا ہے، تمہاری ہیلپ کر سکوں۔ جذباتی باتوں سے نکل آؤ۔'' وہ بے قرار ہو گئی۔ غصہ اس کے آنسوؤں میں بہہ گیا اور وہ پھر سے ہمدرد اور رحم دل جوہی نظر آنے لگی۔ ہمیشہ کی طرح۔

''آئی ایم ناٹ ویل، جوہی! آئی ایم گوئنگ۔ بس وقت بہت کم ہے۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لئے تمہیں بتائے بغیر ہی روپوش ہو جایا کرتا تھا، ٹریٹ منٹ کے لئے..... I have blood cancer Juhi, and the progress is not too good.....سوری، میں نے تمہیں پریشان بھی کیا اور ناراض بھی۔ یہ وجہ تھی۔ مجھ سے کبھی خفا نہ ہونا۔ کبھی بدگمان نہ ہونا۔ مجھے معاف کر دینا۔ شاید تمہارے دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہ ہو، مگر میرے دل کی ہر دھڑکن تمہارا نام جپتی ہے۔ اسے ہی تو مقدر کہتے ہیں۔ کچھ لوگ بے ثبات ہی رخصت ہو جاتے ہیں۔''

''کیا میں اس قابل نہ تھی جو تم نے مجھ سے اپنی بیماری کو پوشیدہ رکھا؟..... کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ نہ تھا؟ میں ڈاکٹر ہونے کے ناتے ہی تمہارا کیس اپنے ہاتھوں میں لے سکتی تھی۔ ڈاکٹر نا اُمید ہو جائیں تو وہ ڈاکٹر کہلانے کے قابل نہیں رہتے۔ ڈاکٹر، موت کو زندگی سے کھینچ نکالتا ہے۔ جو! تم نے اتنا بڑا ظلم خود پر اور اتنی بڑی زیادتی مجھ پر کیوں کی؟'' وہ بلک اُٹھی۔

''I don't want to cheat you.....تمہیں پریشان کرنے کی ہمت نہیں تھی مجھ میں۔ پھر مجھے امید بھی تو تھی کہ ریکور کر جاؤں گا تو پھر بتا دوں گا۔ مگر بدقسمتی سے اس مرتبہ معاملہ کافی گڑبڑ ہے۔ I will die very soon. Forgive me, Juhi''

''اِٹ اِز پاسیبل جو!..... تمہیں اپنے نئے مذہب کی خاطر زندہ رہنا ہو گا۔'' وہ ماہیٔ بسمل کی مانند تڑپ رہی تھی۔

''سنا ہے جوہی! پاکستانی عورت تو بہت اسٹرانگ ہوتی ہے۔ تم حوصلہ کرو۔ دل بڑا کرو اور مجھے آنسوؤں سے نہیں، مسکراہٹوں کے ساتھ اگلی دنیا رخصت کر دو۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''کاش! تمہیں میری محرومی اور کم مائیگی کے دکھوں کا احساس ہوتا تو یوں رخصت ہونے کا پروگرام نہ بناتے۔ تم کیا جانو کہ اس دل پر کیسے کیسے چرکے لگے ہیں۔ بس تمہاری کسر باقی تھی، وہ تم نے پوری کر لی۔ ویری سیڈ، جو!'' وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔ آنسو صاف کر لئے۔

''تم نے کبھی کچھ شیئر ہی نہیں کیا۔ غیر سمجھتی تھی نا؟'' وہ دُکھی لہجے میں بولا۔

''اپنے غموں اور دُکھوں کا اظہار کرنا اور ہمدردی وصول کرنا سخت بزدلی اور کم ہمتی کی نشانی ہے۔ میں تو وہ پاکستانی عورت ہوں جو ایک سہاگ رات کے بعد بیوگی کو عمر بھر کے لئے اپنے نصیب کا لکھا سمجھ کر اپنے شوہر کے نام پر زندہ رہتی ہے۔ میں نے کبھی شادی کے بارے میں سوچا تک نہیں۔ مجھے تمہارے مسلمان ہونے کا ہر وقت انتظار رہنے لگا تھا۔''

''ہم دونوں اپنے معاشرے کے ستائے ہوئے انسان ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے سے پیار نہ سہی، ہمدردی تو ہے نا۔ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ پڑھ کر تمہارا ہو جانا چاہتا ہوں۔ that is more important than marriage'' وہ مؤدبانہ انداز میں بولا تو جوہی نے کلمہ پڑھنا شروع کیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ پڑھ کر جاء نماز پر کھڑا ہو گیا۔

''میں اللہ کے سامنے تم سے وعدہ کرتا ہوں..... I will meet you in heaven..... کیونکہ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ میرا نام بھی بدل ڈالو جوہی!''

''تھینک یو، یوسف!..... یو ہیو میڈ می ویری پراؤڈ۔ ہمیں مدرسہ میں مولانا صاحب کے پاس بھی جانا چاہئے۔'' وہ عالم وجد میں جھومتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

''وائے ناٹ۔ ابھی اور اسی وقت۔ میرے پاس وقت نہیں ہے جوہی!'' وہ بھی مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ ''میں بہت اچھا فیل کر رہا ہوں کہ ایٹ لیٹس مرنے کے بعد ایک نئی اور حسین دنیا کا باسی بن کر تمہارا انتظار کروں گا۔ وہاں مجھے پہچاننے سے انکار تو نہیں کرو گی؟''

''دوست کے ناتے ہمارا ملاپ ہو گا، جو! اور اسی رشتے میں تمہاری شناخت ہو گی۔ تم میرے خاندان میں ایک مدبر، بردبار اور معزز فرد کی حیثیت سے شامل ہو جاؤ

گے۔'' وہ فخر سے بولی۔ مگر دل تھا کہ غم کی شدت میں کٹا جا رہا تھا۔

''وَٹ آ فیلنگ کہ مرنے کے بعد میں کسی اور دنیا میں چلا جاؤں گا۔ میرے مذہب میں تو ایسا نہیں۔'' وہ خوشی میں جھومتا ہوا بولا۔

''ہمیشگی کی زندگی ہو گی۔ نہ موت کا خوف ہو گا، نہ کسی کی نفرت و حقارت ہو گی۔ جنت ہو گی، جس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ شراب ہو گی، جس میں لاغر کر دینے والا اثر اور نادم کر دینے والا نشہ نہ ہو گا۔ اور تمہارے آس پاس حوریں ہوں گی، تمہارا دل بہلانے کے لئے۔'' جوہی فسوں میں بولتی چلی گئی۔

''اور وہاں تم کہاں ہو گی؟'' وہ بے قراری سے بولا۔

'میں..... میں وہاں بھی اکیلی ہوں گی۔ حمزہ، مقرب اور تم میرے کون ہوتے ہو؟ کوئی رشتہ ناتہ نہیں ہے تم تینوں سے۔' وہ دل ہی دل میں تاسف سے سوچنے لگی۔

''مجھے جواب دو جوہی! وہاں تو تمہاری قربت نصیب ہو گی نا؟''

جوہی بے تاب سی ہو کر بولی۔

''ہاں۔ تم اور میں، شاہ جی اور بی بی جی کے پہلو میں بیٹھے ہوں گے۔ تم ان کے مہمان اور مسلمان بیٹے بن کر ہمیشہ کے لئے اس خاندان کا فرد بن جاؤ گے اور میں اس خوشی میں اپنے مہمان کی خدمت گزاری اور خاطر داری میں حوروں کے ساتھ ساتھ ہوں گی۔ تم ایک خوب صورت مسند پر بیٹھ کر جو حکم کرو گے، وہ بجا ہو گا۔ قابل قبول اور قابل ستائش ہو گا۔ تمہارے سر پر تاج ہو گا اور میرے خاندان کا ہر گناہگار اس کے سائے میں، دوزخ سے بہت دُور کر دیا جائے گا۔''

وہ خوشی کے آنسو روک نہ سکی۔ وہ اس کے جانے کے غم سے بہت دُور جا چکی تھی۔

جوہی، آفس میں بیٹھی پیشنٹز کی فائل دیکھ رہی تھی کہ ایک دم سے دروازہ کھلا اور کرن دھڑلے سے اندر آ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ جوہی دروازہ کھلنے پر تو نہ چونکی مگر کرسی کو بدتمیزی سے گھسیٹنے پر حیران سی ہو کر دیکھنے لگی۔

''تم سے ملنے کا اور کوئی طریقہ نظر نہ آیا۔ سوچا اچانک چھاپہ ہی مارا جائے۔ اگر پہچاننے میں دقت ہو رہی ہے تو میں خود کو متعارف کروا سکتی ہوں۔ مجھے کرن کہتے ہیں۔

ماضی میں جھانکو کہ میں تمہاری کیا تھی۔ کیا رشتہ تھا مجھ سے۔'' لہجے میں افسردگی تھی۔

''یاد دہانی کا شکریہ۔ کچھ میٹرز ہوتے ہیں۔ آنے سے پہلے انفارم ہی کر دیا ہوتا۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''مثلاً کن ذرائع سے؟ آئی وانٹ ٹو نو۔'' کرن نے سختی سے کہا۔

''تمہارا بچپنا نہ گیا۔'' جوہی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''بولو کیسے آنا ہوا؟..... کس کام سے آئی ہو؟''

''تم سے ملاقات کے لئے کیا کسی کام کا ہونا ضروری ہے؟ تم بھی ایڈیٹ اور بونگی ہی رہی۔'' کرن بھی چڑ کر بولی۔

''اچھا، تو لڑنے مرنے آئی ہو۔ سیدھی طرح بات کرو کہ مسئلہ کیا ہے؟'' وہ ذرا سا مسکرائی۔

''تمہارے لئے بہت اُداس تھی۔ بس سوچا، وِیک اینڈ تمہارے ساتھ ہی گزار لوں۔'' کرن بھی نرم پڑ گئی۔

''یعنی تم مجھے زدوکوب کرنے آئی ہو۔ کرن! مجھ میں یہ سب بکواس سہنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ پکڑو چابی اور گھر جاؤ۔ باہر پیشنٹس میرا انتظار کر رہے ہیں۔'' جوہی نے سنجیدگی سے کہا۔

''گھبراؤ مت۔ تمہیں ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے آئی ہوں۔ لیکن کچھ بتانے اور کچھ سننے کے بعد۔'' وہ تلخی سے بولی اور کار کی چابی اور گھر کا ایڈریس جوہی سے لے لیا۔

''جاؤ، لمبی چوڑی صلواتیں بھی یاد کر لینا سنانے کو۔'' جوہی نے رُکھائی سے کہا۔

''توبہ..... کس قدر رُوکھی اور پھیکی ہو گئی ہو۔ اس ماحول کا اثر ہو گیا ہے تم پر۔ کل کلاں ان کے مذہب کو بھی اپنا کر کسی نامراد گورے سے شادی رچا لینا۔'' وہ نفرت سے بولی۔ ''سیّد زادی ہو۔ کچھ ہوش کرو۔ اب سمجھ آئی کہ مجھ سے چشم پوشی اور کنارہ کشی کیوں کی؟..... بولو، کیا کسی سے افیئر چلا رکھا ہے؟..... کس کے ساتھ گئی تھی پاکستان؟''

''تم گھر جاؤ۔ یہاں بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں پہلے ہی پاکستانیوں کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں ڈرامہ مت کرو۔ تمہاری عادت نہ گئی۔'' وہ بھی تنک

کر بولی۔

''سمجھ گئی ہوں کہ تم کن چکروں میں ہو۔ فارغ ہو کر فون کر دینا میم صاحبہ! میں پک کرنے آ جاؤں گی۔ اور ذرا دماغ کو ٹھنڈا اور دل کو نرم کرنے کی کوشش کرو۔ مت بھولو کہ میں تمہاری کیا لگتی ہوں۔''

''مجھے فرینڈ ڈراپ کر دے گی۔ میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جاؤ۔'' وہ بیزاری سے بولی۔

''مائی گاڈ! دھکے دے کر یہاں سے نکالنے کی کسر باقی ہے۔ دیکھو تو سہی ذرا۔ گھر پہنچو، دیکھنا تمہارے ساتھ کرتی کیا ہوں۔ بدتمیز کہیں کی۔ تم تو اتنی بگڑ چکی ہو کہ تم تو اپنے وکیل چاچا کا بھی لحاظ نہیں رکھتی۔ شکر ہے کہ وہ واپس چلے گئے ہیں۔'' کرن تاسف بھرے لہجے میں بولی۔

''وکیل چاچا یہاں آئے تھے کیا؟'' جوہی ایک دم کھل گئی۔

''آئے تھے۔ بہت دل برداشتہ ہو کر گئے ہیں تم سے۔ انہوں نے تمہارے پاس آنے کا پروگرام بنا رکھا تھا مگر آفس سے پتہ چلا کہ تم پاکستان چلی گئی ہو۔ پاپا اور ماما کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ تم بتائے بغیر ایسا عمل بھی کر سکتی ہو۔ مگر آج تمہیں مل کر یقین ہو چلا ہے کہ تم اپنی روایات اور کلچر کو بھول گئی ہو اور ہمیں بھی۔'' کرن روہانسی ہو گئی۔

''اس کلچر نے مجھے کیا دیا، بتاؤ؟ اور رسم و رواج نے میری جھولی کو جن لوازمات سے پراگندہ کیا ہے، انہیں آج تک دھونے اور مٹانے کی کوشش میں نڈھال ہو گئی ہوں۔ مگر میرا دامن داغ دار ہی رہا، نکھر نہ سکا۔'' جوہی بھی روہانسی ہو گئی۔ ''اپنوں سے فرار، دکھوں اور پچھتاوؤں سے چشم پوشی تھی کرن!..... اپنوں سے مل کر میرے بند زخم کھل کر رِسنے لگتے ہیں۔ اس اذیت، کرب اور بے چینی کو تم کیا جانو؟..... تم تو سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئی تھی اور قسمت کی لوح پر اپنا نصیب اپنی مرضی اور پسند سے لکھوا آئی تھی۔ تمہارا اور میرا کیا مقابلہ؟..... اسی لئے چھوڑ دیا ہے سب کو۔ تم پھر تلخ یادوں کے ہمراہ میری زندگی میں کیونکر وارد ہوئی ہو؟ مجھے پھر سے اپنے ماضی کے ہر لمحے کی کڑواہٹ، ذلت اور بے انصافی کی یاد گھائل کرنے لگی ہے۔ کیوں آئی ہو تم؟..... کرن! مجھے چھوڑ دو ہمیشہ کے لئے۔''

''جوہی! ہوش میں آؤ۔'' کرن نے آگے بڑھ کر اسے پیار کیا۔

''مت کرو مجھے پیار۔ میرا مقدر اس سے عاری ہے کرن!'' وہ آنسو صاف کر کے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔ کرن نے اس کی طرف رحم دلانہ نظروں سے دیکھا اور اس کے سر پر اپنائیت و لگاوٹ سے بھرپور ہاتھ پھیر کر باہر نکلتے ہوئے بولی۔

''مجھے فون کر دینا۔ لینے آجاؤں گی۔ بلکہ ڈنر کا پروگرام باہر ہی بناتے ہیں۔ یا پھر میرے ہاتھ کا ڈنر کھانا پسند کرو گی۔''

جوہی ندامت سے اسے دیکھ کر بولی۔ ''تمہارے ہاتھ کا؟.....تم جان نہیں چھوڑو گی۔''

❀❀❀

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

جوبرٹن کی طبیعت ایسی بگڑی کہ سنبھلنے میں نہیں آ رہی تھی۔ آئی۔سی۔یو میں جوہی کی ڈیوٹی تھی۔ وہ اس کے قریب ہی کھڑی اس کا بلڈ پریشر لیتی ہوئی آیت الکرسی پڑھ کر اس کے چہرے پر پھونک مار کر بولی۔

''یوسف! کیسے ہو؟'' حالانکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ سانس بھی تیز تھا اور ہارٹ بیٹ بھی ٹوٹتی اور جڑتی تھی۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ وہ نبض دیکھتے ہوئے نہایت لگاوٹ سے بولی۔

''میری طرف دیکھو یوسف!''

وہ بمشکل آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ جوہی نے اس کی خوبصورت نیلی آنکھوں میں موت کی پرچھائیاں بھانپ لی تھیں۔ وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے ذرا سا مسکرایا۔

''بیٹر..... بٹ آئی ہیو ٹو گو..... میں جس پین سے گزر رہا ہوں، تم نہیں جانتی۔ پلیز لیٹ می گو۔''

''مایوسی ہمارے مذہب میں کفر ہے۔ ممنوع ہے۔'' وہ پیار سے بولی۔ ''انشاء اللہ تم ٹھیک ہو کر بہت جلد اپنی جاب پر واپس جاؤ گے۔ بس ذرا ہمت سلامت رکھو۔''

''مجھے پین کلر انجکشن اور ٹرانکولائزر دے کر کب تک بے وقوف بناتی رہو گی؟'' وہ اٹک اٹک کر بولا۔

''جب تک اس دنیا کا وجود ہے یوسف! میری امید نہیں ٹوٹے گی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''ہوپ سراسر ڈی نائیل ہے۔ اس سے نکل آؤ۔ ورنہ میرے مرنے کے بعد تم

ہوپ سے نفرت کرنے لگو گی۔ خود کو نادان کہو گی۔'' وہ افسردگی سے بولا۔ ''مجھ سے پرامس کرو، اکیلی مت رہنا۔ کسی اچھے پاکستانی مسلم لڑکے سے شادی کر لینا۔''

''یہ ناممکن ہے۔ پاکستانی تجربے اور مشاہدے کے مطابق تنہائی میرے لئے بہتر ہے۔ تم نے جتنی مجھے عزت بخشی اور میری تنہائی میں زندگی کے حسین رنگ بھرے، میں ان سب سے وفا کا عہد کرتی ہوں۔'' وہ آنسو پیتے ہوئے بولی۔ ''اگر تم اجازت دو تو تمہاری ماما کو انفارم کر دوں۔ شاید تمہیں اسی کا انتظار ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ اسے یہاں بہت تکلیف ہو گی۔ کیونکہ اسے ہمیشہ سے اپنی نیند بہت پیاری رہی ہے۔ میں ان کی کمپنی میں اَن کمفرٹیبل ہو جاؤں گا۔'' وہ سوچتے ہوئے بولا۔ ''پاکستانی پیرنٹس بہت ڈیفرنٹ ہوتے ہیں۔ مرتے دم تک اولاد کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ تمہارا فیملی سسٹم بہت بہترین ہے۔ ایک دوسرے کی سکیورٹی اور حفاظت و نگہداشت۔ جتنا تم اپنے پیرنٹس کے بارے میں بتاتی ہو، لگتا ہے کسی ہیون کی بات کر رہی ہو۔ میری مدر مجھے فلاور اور کس دے کر اپنے فرائض نبھا کر واپس چلی جائے گی۔ نہ دوبارہ آنے کا پرامس، نہ جانے پر سیڈ۔''

''تم آرام سے سونے کی کوشش کرو۔ کرن آج صبح سے گھر میں اکیلی میرا انتظار کر رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے گھر جانا چاہتی ہوں۔ وہ سو جائے گی تو چپکے سے نکل آؤں گی۔'' وہ اپنائیت سے بولی۔

''جوہی! تم جاؤ۔ میں سو جاؤں گا۔ واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ صبح ملاقات ہو گی۔'' وہ درد پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ ''بس ایک انجکشن لگا دو۔ تاکہ رات آرام سے گزر جائے۔ پھر تم بے فکری سے جاؤ۔''

جوہی نے اسے انجکشن دیا اور نرس کو اونچ نیچ سمجھا کر گھر آ گئی۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ کرن ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ جوہی کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر بولی۔

''کیا تھک گئی ہو؟..... ڈیوٹی آورز بہت طویل ہو گئے۔ مگر تمہاری آنکھیں روئی ہوئی، اُداس اور مایوس لگ رہی ہیں۔ ضرور تمہارا پیشنٹ مر گیا ہو گا۔ اور تم سوگ نہ مناؤ تو جوہی کیسے کہلاؤ گی؟''

''اللہ نہ کرے ایسا ہو۔ تم ہمیشہ منہ سے بد فال ہی نکالتی ہو۔'' جوہی نے اتنا کہا

اور رو پڑی۔

''کیا بات ہے جوہی! مجھے نہیں بتاؤ گی؟'' کرن تڑپ اُٹھی۔

''ضرور بتاؤں گی۔'' وہ لاچاری سے بولی۔

''جوہی! خیریت تو ہے؟'' وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ پانی کا گلاس لا کر اس کے لبوں سے لگا کر بولی۔ ''اچھا ہوا کہ میں نے آج کی چھٹی لے لی۔ تم تو بہت پریشان لگ رہی ہو۔ میں سمجھتی تھی کہ تم بے پناہ خوشیوں اور کامیابیوں میں مجھے بھول گئی ہو۔ مگر مجھے تو معاملہ بہت گمبھیر لگ رہا ہے۔ کیا کسی کو دل دے بیٹھی ہو؟''

''دل اپنے پاس ہو گا تو کسی کو دینے کے بارے میں سوچوں گی۔ وہ تو مدتوں سے پرایا ہو گیا کرن! اُس پر اب نہ تو میرا اختیار ہے، نہ ہی کسی قسم کا کنٹرول ہے۔ ایک قالب میں محبت بھی واحد درجہ رکھتی ہے۔'' وہ آنسو بہائے جا رہی تھی۔

''تم ابھی تک حمزہ کو نہیں بھولی۔ جوہی! یہ میں کیا سن رہی ہوں؟'' وہ اچھل کر بولی۔

''محبت کے کئی روپ ہوتے ہیں کرن! اسی ایک ہی دل میں وہ تمام روپ سمائے ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی تنہائیوں کو ختم کرنے کا ایک روپ آزمایا تھا، جسے فقط دوستی کا نام دے سکتے ہیں، ہم سفر یا رازداں کا نہیں۔ وہ بھی مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔'' وہ تڑپنے لگی۔

''تو پھر کیا ہوا؟ دوستی تو بیک وقت ہزاروں سے ہو سکتی ہے۔ محبت صرف ایک بار ہوا کرتی ہے۔ تم سچ کہتی ہو۔ محبت تو تم نے حمزہ سے کی ہے۔'' کرن نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔

''پیار بھی کیا تو کس سے۔ پرلے درجے کا بے وفا اور دغا باز حمزہ۔ اُسے کیسے بھول سکتی ہوں؟..... یوسف خوبیوں کا شاہکار تھا۔ اس سے میرا تعلق اور رشتہ بے غرضی کا تھا۔ جس کی قربت میں، میں نے اپنا ہر غم بھلا دیا تھا۔ وہ ایک غمگسار دوست کی طرح ہر پل میرے ساتھ رہا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی موجودگی میں کبھی خود کو اَن سیکیور نہیں پایا۔ مجھے اس کی شخصیت میں کبھی کھوٹ نظر نہیں آیا۔ وہ تو ایک معصوم اور پاکیزہ فرشتہ تھا۔ وہ بھی میری طرح اس معاشرے کا دھتکارا ہوا تھا۔ مجھے اس

پناہ رحم آتا تھا۔ ہم ایک دوسرے پر خفیہ طور پر ترس کھاتے ہوئے ایک دوسرے کو خوش کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ بہت کمزور اور لاغر نظر آنے لگا تھا۔ وجہ پوچھتی تو ہنس کر ٹال جایا کرتا تھا۔ میں نے ایک ایم بنا لیا کہ اسے ایک گُڈ مسلم بنا کر دم لوں گی۔ وہ مجھ سے بے حد خاموش اور بے پناہ پیار کرنے کی وجہ سے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ میری سیل فش فرینڈ شپ ایک دم سے عقیدت میں بدل گئی۔ اس نے مجھ سے آخری لمحوں میں اپنے پیار کا اظہار کیا اور ساتھ ہی اپنی جان لیوا بیماری کا انکشاف کیا کہ میری تنہائیوں کا ساتھی بھی مجھے دغا دینے کا عہد کر چکا ہے۔ یہ ہے میرا مقدر، جس کا ہر لمحہ بدترین، حسرت ناک اور احساسِ زیاں سے مزین ہے۔'' وہ سانس لئے بغیر کرن کو تمام رُوداد سنا کر خاموش ہو گئی۔ کرن کے پاس اسے سمجھانے کے لئے الفاظ ہی نہ تھے۔

ایک طویل توقف کے بعد جوہی گویا ہوئی۔

''کرن! وہ میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ بہت تکلیف میں ہے۔ مجھے اس کے پاس جانا چاہئے وہ بالکل اکیلا ہے۔ اس کے خاندان کا کوئی فرد اس کی عیادت کو نہیں پہنچا۔ کرن! ہم اس کلچر کو اپنانے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ کتنے ناسمجھ اور احمق ہیں ہم سب۔ اس معاشرے میں پروان چڑھا ہوا جو برٹن، جس کا نام اب یوسف ہے، ان سب سے مختلف کیوں ہے؟ وہ تو اس جہان کے مکینوں سے ہی مختلف ہے۔ بے ضرر اور صلح جو۔ بہت ہی خوب صورت دل و دماغ کا مالک۔ جہاں میں نے پاؤں رکھا، وہاں اس نے اپنی نظریں بچھا کر میری عزت کا سامان کیا۔ اس نے مجھے جو مقام بخشا ہے، تم کیا جانو؟'' وہ سسک اُٹھی تھی۔ کرن بھی خاموشی سے اس کے ساتھ ہاسپٹل جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

جوہی نہا کر فریش ہو گئی۔ قدرے بہتر بھی محسوس کرنے لگی۔ جانے سے پہلے کرن نے گرم دودھ کا مگ، جوہی کو زبردستی پلایا اور اسے اپنے سینے سے لگا کر جی بھر کر پیار کیا جیسے بی بی جی کی جگہ اس وقت کرن نے لے لی ہو۔

دونوں باہر نکل گئیں۔ ہاسپٹل پہنچ کر سیدھی آئی۔ سی۔ یو کی طرف چل پڑیں۔ مین ڈور سے باہر کرن رک گئی اور جوہی جوتے بدل کر اندر چلی گئی۔ یوسف سویا ہوا تھا۔

جوہی ترس بھری نظروں سے اس کی خوب صورت اور بھرپور جوانی کو دیکھتی رہی۔ اچانک چونک کر وہ اپنا ہاتھ اس کے ناک تک سانس کی تپش محسوس کرنے کی خاطر لے گئی۔ ساکت و جامد خاموشی اور ٹھہراؤ پر اچنبھے سے نبض پر اُنگلیاں پیوست کر کے پیشانی کو چھونے لگی۔ ہلکی سی گرمائش محسوس کرنے کے بعد اس نے اس کی آنکھوں کے پپوٹے کھولے۔ نگاہیں جامد تھیں۔

'کاش! چند منٹ اپنی ہمدرد کا انتظار ہی کر لیا ہوتا۔ تمام رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی کیسے لاوارث اور تنہا اس دنیا سے چلے گئے۔ کاش! میری بانہوں میں اپنی جان مالکِ حقیقی کو سونپتے ہوئے تمہیں اپنی کم مائیگی اور لاوارثی کا احساس نہ ہوتا۔ لیکن یہ سب کیونکر ہوتا؟ اوپر والے نے تمہاری موت اسی طریقے سے جو لکھ ڈالی تھی۔'

وہ دل ہی دل میں بولتی ہوئی شاک کی کیفیت میں کرن کے پاس آ گئی۔

''وہ رخصت ہو گیا کرن!..... دیکھو اُس نے بھی میرا انتظار کرنا گوارا ہی نہ کیا۔'' وہ حسرت و یاس سے بولی۔ ''آؤ ذرا آ کر دیکھو کہ کسی نے مجھے بھی خاموش، سچا، کھرا اور بے لوث پیار کیا تھا۔ مگر آخر وہ بھی بے وفا اور خود غرض نکلا۔''

کرن نے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے یوسف کے بیڈ کے قریب پہنچ کر کلمہ پڑھ کر اس کے پُرسکون چہرے پر پھونک دیا۔ جوہی نے اس کی بند مٹھی سے پیپر نکالا اور کھولا۔ تحریر اور سگنیچر، یوسف کے ہی تھے۔ گواہ کی جگہ نرس کے دستخط دیکھ کر قریب کھڑی نرس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر قدرے بلند آواز سے تحریر پڑھنے لگی۔

"I have converted to Islam and it is my will that I

burried in accordance with my religion.

Thank you,

Juhi."

''کرن! جس سے مجھے پیار نہیں تھا، وہ مجھے بخشش کا انمول تحفہ سونپ کر چلا گیا۔ فرق دیکھو کہ جس کی میں نے دل و جان سے پرستش کی تھی، اپنا تن من اُس پر فدا کر کے مٹی کا ذرّہ بن گئی، وہ کس قدر بزدل اور ڈرپوک نکلا۔ دغا باز اور ستم گر نکلا کہ میرا سب کچھ چھین کر روپوش ہو گیا، ہمیشہ کے لئے تمام رشتے ناتے توڑ کر۔ فیصلہ کرو ابھی

اور اسی وقت کہ باوفا اور قابل ستائش و آفرین کون نکلا؟..... یوسف یا حمزہ؟'' جوہی نے سختی سے کہا۔

''جوہی! ہوش میں آؤ۔ تم نے تو اپنا دین اور دنیا ہمیشہ کے لئے سنوار لئے۔ جنت میں ایڈمیشن کے ڈاکومنٹس بھیج کر تمہیں تو خوشیوں بھرے گیت الاپنے چاہئیں آج۔'' کرن نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''جوہی! میری بیس چھٹیاں پلک جھپکتے گزر گئیں۔ پرسوں عمیر بھی پاکستان سے واپس آ جائیں گے۔ اگر تم مائنڈ نہ کرو تو کل واپس جا سکتی ہوں۔ دونوں ہفتہ بھر مل کر گزاریں گے اور پھر اگلے سال کے لئے کمربستہ ہونے کا پروگرام بنائیں گے۔'' کرن نے نہایت اپنائیت سے کہا۔

تیسرا سال ختم ہونے کے بعد اس بار کی چھٹیاں کرن نے جوہی کے پاس اور عمیر نے اپنے پیرنٹس کے ساتھ گزارنے کا پروگرام بنایا تھا۔ کیونکہ وکیل چاچا نے فکرمندی میں یہ آرڈر پاس کیا تھا، جسے عمیر ٹھکرا نہ سکا تھا۔

''تم جا سکتی ہو۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ کیوں ہر وقت فکرمند رہنے لگی ہو؟'' وہ بھی اپنائیت سے بولی۔

''فکرمندی تو پہلے دن سے ہی میرے حصے میں آئی ہے۔ اس پر اپنا اختیار تو ہے نہیں۔ میں پھر کسی وِیک اینڈ پر آنے کی کوشش کروں گی۔ کبھی تم میری طرف نکل آنا۔ دل بہل جائے گا۔'' کرن نے آہستگی اور نمی سے کہا۔

''مجھ سے دوستی رکھ کر کیا کرو گی؟ خسارہ ہی خسارہ ہے کرن! رونے والوں کو اکیلے ہی رونا چاہئے۔ دوسروں کی زندگی حرام کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔'' جوہی نے افسردگی سے کہا۔

''خدا کے لئے فضول اور بے معنی باتیں کرنا چھوڑ دو۔ تم میں اتنی بڑی تبدیلی میرے لئے حیران کن ہے۔ ذرا اپنا موازنہ کرو۔ تم تو مجھے تلقین کیا کرتی تھی۔ اچھے برے کا درس دیا کرتی تھی اور ہمیشہ پازیٹو سوچ کے ساتھ جیا کرتی تھی۔'' کرن نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''بس اب میں ایسی ہی ہو گئی ہوں۔ حالات انسانی فطرت کو بدل ڈالتے ہیں۔''
جوہی نے سرد آہ بھر کر کہا۔

''جوہی! مجھے تو اپنی ماضی والی جوہی کی جستجو ہے، جو کہا کرتی تھی، بدگمانی کفر ہے۔ صبر و تحمل انعامِ الٰہی ہے۔ دوسروں سے شکوے و شکایات کرنا اور ناراضگی کا اظہار اپنے نفس پر ظلم و ستم کرنے کے برابر ہے۔ دوسروں سے بے جا توقعات رکھنا اور پوری نہ ہونے پر دوسرے فریق سے کنارہ کشی اختیار کر لینا اگلی دنیا سے چشم پوشی اور اس دنیا سے لگاؤ کی غمازی کرتا ہے۔ میں نے تمہیں ہمیشہ صبر و تحمل یعنی انعامِ الٰہی سے ہمکنار ہوتے دیکھا ہے۔ اب ناامیدی و مایوسی کیوں؟ اتنا غیظ و غضب کیوں؟..... میں ان بیس دنوں میں بیسیوں بار حمزہ کے بارے میں تمہیں کچھ بتانے کی کوشش کرتی رہی مگر تم نے فوراً مجھے روک دیا۔ اتنی ضد اور ہٹ دھرمی تو تم میں کبھی نہیں تھی۔ تم تو بے حد ٹھنڈے مزاج کی، دھیمی اور سلجھی ہوئی شخصیت کی حامل رہی ہو۔ اس مراق سے نکل کر تو دیکھو۔ ہم اسی طرح تم پر اپنی جان چھڑکتے ہیں۔ تمہاری خوشی اور غمی ہم سے اسی طرح رشتہ استوار کئے ہوئے ہے۔ تم اتنی بدگمان کیوں ہو گئی ہو؟'' کرن نے نہایت لگاوٹ سے سمجھانے کی ایک بار پھر ٹھان لی تھی۔ ''مصطفیٰ بھائی نے حمزہ کے ساتھ راتیں اور دن گزارنے والی لڑکی کا انکشاف، پاپا سے کیا ہے۔ تم سنو تو بتاؤں کہ وہ لڑکی کون تھی؟..... اُس سے اُس کا تعلق کیا تھا؟''

''اس میں بھی کوئی چال ہی ہو گی کرن! میں دنیا سے اپنا اعتبار اٹھانے اور اپنوں پر بھروسے کو ختم کرنے والے انسان پر اعتماد کیسے کر سکتی ہوں؟ ایسا بھائی جو بہن کے نام کو ذلتوں اور بے عزتیوں سے منسوب کرتا ہے، جس نے میرے والدین کو تڑپا تڑپا کر مار دیا، مجھے دربدر کر دیا، میری زندگی کو شعلوں کے سپرد کرنے کی قاتلانہ خواہش نے اس کے من میں جنم کیسے لیا؟ اس کے خون میں اپنے خون کی نفرت کیسے سرایت کر گئی؟ اس کے من گھڑت جھوٹے انکشافات پر پھر سے دل و جان سے بھروسہ کر لوں؟..... نہیں کرن!..... جوہی اب خود پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔'' وہ تلخ لہجے میں بولی۔

''جوہی! ایک بار تو سن لو۔ حمزہ اِز سٹل ویٹنگ۔'' کرن نے نرمی سے کہا۔ ''یہ چانس مِس مت کرو۔ تم اسے آج تک بھلا سکی ہو، نہ ہی اس کی جگہ کسی اور کو سوچنے

کے لئے تیار ہو۔ پھر یہ ضد اور اکڑ کیوں؟ اپنی ذات کی گہرائیوں میں جھانک کر فیصلہ کرو۔'' کرن نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

''اس نے مجھے کیا دیا ہے سوائے تحقیر و توہین اور دکھ و پشیمانی کے؟..... اُسے بھول جاؤں جو مجھ سے حقیقی عشق اور پاکیزہ پیار کرتا تھا؟ جس نے میری چاہ میں اپنا مذہب چھوڑ کر میرا دین سینے میں بسا لیا؟'' وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

''اس کی یاد میں مر جاؤ، جس کا تمہارے ساتھ نہ کوئی رشتہ تھا، نہ تعلق تھا۔ جس کے ساتھ مرنے جینے کے وعدے وعید کئے تھے، اسے بولنے کا موقع نہ دینا۔ پاگل ہو گئی۔ مصطفیٰ بھائی نے اس لڑکی کو حمزہ کے ساتھ بار بار دیکھا تھا۔ جانتی ہو، وہ کون تھی؟'' وہ سختی سے بولی۔

''مجھے جاننے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ ایک عیاش انسان ہے۔ ایک نہیں، سینکڑوں لڑکیاں ٹشو پیپر کی طرح اُس کی زندگی میں آئی ہوں گی۔'' وہ لاپروائی سے بولی۔

''حمزہ ایک شریف النفس انسان ہے جوہی! وہ اپنی بیوی کے ساتھ گھومتا ہوا پکڑا گیا تھا۔ تم حجاب کے بغیر دوپٹے میں خود کو چھپائے بیٹھی ہوتی تھی۔ تمہیں مصطفیٰ نے کئی بار دیکھا لیکن پہچاننے میں دھوکا کھاتا رہا۔ سب کچھ غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا ہے۔ مصطفیٰ نے پاپا کو گہرے دُکھ سے یہ سب بتایا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس ملن کو بھی عیاشی اور بدمعاشی کا نام دے کر تم سے دُور ہو گیا تھا۔ شاید اسی گِلٹ نے اس کی جان لے لی۔'' کرن نے پژمردگی سے کہا۔ ''جوہی! مصطفیٰ بھائی ایک جذباتی اور جلد باز انسان تھے۔ آج تک کوئی بھی سمجھ نہیں سکا کہ انہوں نے خودکشی کیوں کر لی؟ ایسا کون سا دکھ تھا جس نے زندگی کو ہی بے معنی و لایعنی قرار دے دیا۔''

''مصطفیٰ بھائی نے خودکشی کر لی؟..... میں یہ کیا سن رہی ہوں؟'' وہ سر پکڑ کر دُھائی دینے لگی۔

''ہاں جوہی! ایسا ہی ہوا ہے۔ نہ جانے اس ردِعمل کے پیچھے کیا پنہاں ہے۔'' کرن بھی آنسو صاف کرنے لگی۔

''ان کی دو بیٹیوں اور بیوی کا کیا حال ہوا ہو گا۔ کرن! کاش تم مجھ پر یہ دکھ عیاں نہ کرتی۔'' وہ بلک بلک کر آہ و فریاد کرنے لگی۔

''اسی لئے تو بار بار سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں کہ حمزہ اور تم ناکردہ گناہوں کی ایک طویل سزا بھگت کر فرشتوں کے درجے پر پہنچ گئے ہو۔ اب تم جذباتی پن سے باہر نکل کر سوچو اور وہ فیصلہ کرو، جس میں وصالِ یار ہو۔ ہجر کی راتوں کی طوالت کا خاتمہ ہو اور تم دونوں اپنی محبتوں کے سمندر کی گہرائی میں ڈوبتے ہی چلے جاؤ۔ ہم سب کی خوشی اور اطمینان سی میں ہے۔ اگر تم اپنے شاہ جی اور بی بی جی کی روح کو سکون مہیا کرنا چاہتی ہو، اگر تم اپنے بھائی کے تمام گناہوں اور بے انصافیوں کو معاف کر کے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول سکتی ہو تو یہ احسان عظیم تمہیں بھی جنت کے حسین اور سرسبز باغات میں لے جائے گا۔ تم نے اپنی جنت کی کنجی پہلے ہی سے یوسف کے ہاتھ میں دے ڈالی ہے۔ ایک اعلیٰ و ارفع مقام پر براجمان ہونے کی چابی ان کو بھی سونپ کر دیکھو۔ یہ دنیا بھی تمہارے لئے حسین اور وسیع ہو جائے گی۔ سکونِ قلب درگزر اور عفو میں ہی پنہاں ہے۔ پلیز جوہی! بی پریکٹیکل۔'' کرن نے خوشامدی انداز میں تڑپ کر کہا۔

''جب پریکٹیکل تھی، ہر ایک کی بات کا پاس رکھا کرتی تھی تو کسی نے ایپری شیٹ نہ کیا۔ دو مرتبہ انجان اور ناآشنا نکاح نامے پر مرد تا دستخط کر دیئے تھے تو کیا کسی نے سراہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ میرا فرض اور بزرگوں کا حق تصور کیا جاتا تھا۔'' وہ آنسو صاف کر کے کافی دیر خاموشی کے بعد بولی۔

''وہ وقت اور حالات کی ریکوائرمنٹ تھی۔ اب سب کچھ بدل چکا ہے۔ تم خود مختار ہو۔ ہر طرح کے جھمیلوں سے آزاد ہو۔ اپنی زندگی کے لئے بہتر فیصلہ کرنے کی ہمت و قوت رکھتی ہو۔'' کرن نے فخریہ انداز میں کہا۔ ''وہ جو تمہارا عاشق ہے نا، قسم سے آج بھی منتظر ہے تمہارا۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا؟..... میں نے تو ہمیشہ تمہارا ساتھ دیا ہے جان! ذرا ماضی میں جھانکو۔'' کرن تڑپ کر بولی۔

''تمہاری زندگی بڑی ہی سموتھ گزری ہے کرن! کبھی کوئی سانحہ نمودار نہیں ہوا، کسی آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اسی لئے تو ہر دم ہیپی اور ریلیکس نظر آتی ہو۔ مگر میرے معاملے میں اپنا مشورہ اپنے پاس ہی رکھو۔ اب تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔ میں اپنے فیصلے بذاتِ خود کرنے کے قابل ہو گئی ہوں۔'' اس کا ذہن پھر مصطفیٰ اور اس کی فیملی کی

طرف گھوم گیا اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''نہ جانے ایک سمپل سی بات تمہارے بھیجے میں کیوں نہیں بیٹھ رہی۔ تمہارا جیون ساتھی، بانہیں پھیلائے تمہیں پکار رہا ہے۔ ان کے حصار میں اس کے سینے کو ٹھنڈک اور راحت دو بلکہ خود کو بھی سیراب کر دو۔'' کرن نے منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔

❀❀❀

ڈور بیل پر کرن بغیر پوچھے ہی دروازہ کھول کر تقریباً اُچھلتے ہوئے بولی۔

''حمزہ بھائی! آپ؟''

''جی ہاں، میں۔'' وہ سر ہلا کر ہنستا ہوا اندر آ گیا۔ کرن نے ہینڈ کیری ہاتھ سے لے کر دوسرے ہاتھ سے ہینگر پکڑ کر قریبی الماری میں لٹکا دیا اور حمزہ کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے کافی بنانے لگی۔

دو تین سالوں میں حمزہ بدل چکا تھا۔ کنپٹیوں پر چمکتے ہوئے سفید بال اور پیشانی پر بکھری ہوئی لکیریں بیتے ہوئے سالوں سے کہیں زیادہ تھیں۔ آنکھیں جو ہر وقت مسکرا کر اندرونی کیفیت کی چغلی کیا کرتی تھیں، خاموش اور اُداس ہو چکی تھیں۔ کرن کا دل پسیج سا گیا تھا۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ کو کس کی محبت میرے در پر لے آئی ہے۔ یہ محبت بھی کتنا ظالم احساس ہے۔ آپ کو اس کے حصول کی جستجو میں سر جھکانے میں عار ہے نہ ہی ہتک و توہین کا احساس ہے۔ اس رشتے کو برقرار رکھنے کے لئے شک، وسوسے اور ڈر دُور کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے اس ریلیشن میں ہوش و خرد کا دخل ہی نہیں رہتا۔ وہ محبت ہی کیا جس میں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھا جائے۔''

کرن نے کافی کا مگ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ غور سے اس کی منطقی باتیں سن کر ذرا سا مسکرایا۔

''جانتی ہو، تمہارے پاس کس اس مقصد کے لئے آیا ہوں۔ میں تمہاری دوست کو اپنی جنون خیز اور بے تحاشا محبت کا کیسے یقین دلا سکتا ہوں؟ تم ہی میرا بہترین اور کامیاب وکیل بن سکتی ہو۔''

''وہ کیسے.....؟ سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ جو ہی نے اپنی چھوٹی سی زندگی میں لاتعداد

نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ اس کا دل مر سا گیا ہے اور مرا ہوا دل نہ تو آنکھیں رکھتا ہے، نہ ہی زبان اور نہ ہی کان۔ بے حس ہو جاتا ہے۔ پتھر بن جاتا ہے۔'' وہ پژمردگی سے بولی۔ ''محبتیں پروان چڑھنے سے پہلے ہی کیوں ڈھے جاتی ہیں؟ انہیں شیطانیت، شرارت اور بہکاوا عجیب سی کشمکش میں مبتلا کر کے اس حسین احساس سے متنفر کیوں کر دیتا ہے؟ ..... آپ کے اور جوہی کے کیس میں کہیں بھی دغا بازی، مکاری اور چال بازی نظر نہیں آتی۔ پھر آپ دونوں کے سچے جذبات اور کھرے احساسات کو اپنوں نے کیونکر مسمار کر دیا؟'' کرن نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم ڈاکٹر نہیں، لگتا ہے فلاسفر ہو۔ ایکٹنگ تو نہیں ہو رہی؟ کیونکہ ہر فن مولا تو ہو نا۔'' حمزہ نے ماحول کی اُداسی کو ختم کرنے کے لئے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اسی لئے تو عرضداشت لے کر حاضر ہوا ہوں کہ تم وکالت میں بھی خوب ماہر ہو۔ اس کی کئی مثالیں مجھے آج بھی یاد ہیں۔''

''آپ اپنے مطلب کی خاطر میری تعریف کر کے مجھے خوش کرنا چاہتے ہیں۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

''رشوت بھی ساتھ لائے ہیں ہم۔'' حمزہ نے بیگ کھولتے ہوئے کہا اور عجوہ کھجوروں کے پیکٹ اور آبِ زم زم کی بوتل نکال کر ٹیبل پر رکھ دی۔

''تھینک یو۔ اس پاک اور مقدس نعمت کے ساتھ رشوت کا لفظ جچ نہیں رہا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''حلال غرض کے لئے حلال مال کی رشوت جائز ہے۔'' وہ بھی ہنسنے لگا۔

''شکر ہے۔ اس دیارِ غیر میں کوئی اپنا اس کُٹیا کو شرف بخشنے پہنچ گیا۔'' کرن خوشی سے بولی۔

''کُٹیا چاہے بہن کی ہو یا سالی کی۔ محل کی اہمیت رکھتی ہے۔'' وہ اپنائیت بھرے لہجے میں بولا۔

''میں امریکہ، سعودی گورنمنٹ کی طرف سے کانفرنس اٹینڈ کرنے آیا ہوں۔ گاڑی بمعہ شوفر کے اور سٹے میں فائیو سٹار ہوٹل میں ہے۔ لیکن میں وہاں نہیں رہوں گا۔ تمہارے اور عمیر کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ شاید کچھ مسائل ہی حل کر

سکیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے کہ میں آپ کو ہوٹل میں ٹھہرنے دوں گی؟ میں نے شکر کیا ہے کہ آپ نظر تو آئے۔ صبح، دوپہر، شام اور رات انگلش بول بول کر جبڑے ٹیڑھے میڑھے ہو گئے ہیں۔ اپنی قومی زبان بولنے کی عادت ہی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اور ایک دن اپنی شناخت بھی انہی فضاؤں میں تحلیل ہو کر رہ جائے گی۔" وہ ایک دم سے افسردہ نظر آنے لگی۔

"اسپیشلائزیشن کے بعد سعودی عرب آ جانا۔ ہر مہینے عمرہ اور ہر سال حج کی سعادت خوش نصیبوں کے حصے میں آتی ہے۔ اگلی نسل بھی اسلام پر قائم و دائم رہ کر ہمیں سرخروئی بخش سکتی ہے۔ یہ جگہ ہمارے رہنے کے قابل نہیں۔ طبعاً اور مزاجاً ہم اس ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکتے۔" حمزہ نے اپنا آئیڈیا پیش کیا۔

"گڈ آئیڈیا، حمزہ بھائی! کتنا ہی اچھا ہو کہ ہم سب مل جل کر اپنے دکھوں اور اپنی خوشیوں کو شیئر کرتے زندگی بتا لیں۔" کرن نے خوش ہو کر کہا۔

اسی لمحے عمیر گھر کے اندر داخل ہوا۔ حمزہ کو دیکھ کر ایک دم سے چونکا اور کھل اُٹھا۔

"وٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔ ہماری یاد کیسے آ گئی جنابِ والا کو؟" عمیر بغل گیر ہوتے ہوئے مسرت آگین لہجے میں بولا۔ "ویسے ہم دونوں بھی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ دیکھ کر بور ہی ہونے لگے تھے۔ گڈ چینج۔"

"اپنوں کے بغیر زندگی کا کوئی مزا ہے، نہ ہی ایسی بے مقصد اور لاحاصل زندگی کا فائدہ ہے۔ اللہ کے گھر کے نزدیک رہ کر خدمتِ خلق کا جو جذبہ مجھ میں اُجاگر ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اپنے خاندان کے تمام عزیز و اقارب اور دوست احباب عمرے یا حج کے لئے جب بھی سعودی عرب تشریف لاتے ہیں، ان کی خاطر داری، خدمت گزاری کو میں نے اپنے فرائض میں شامل کر کے قلبی و ذہنی سکون کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا ہے۔ ورنہ وقت کا کٹنا دُشوار ہو جاتا۔" حمزہ نے نہایت لگاوٹ سے کہا۔

"تم دونوں حج کے لئے میرے پاس کب آ رہے ہو؟"

"اب جو ہی آپ کے گھر کو آباد اور آپ کے دل کو سیراب کرنے پہنچے گی۔" کرن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ذرا کمربستہ ہو جائیں۔"

''میں اسے ابھی ہی ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہوں۔ وہ مان کے تو دے۔''
حمزہ کے لہجے میں حسرت و یاس سمٹ آئی تھی۔

''انشاء اللہ، ایسا ہی ہوگا۔ اس کی چھٹیاں بھی سٹارٹ ہونے والی ہیں۔ اس نے چھٹیاں میرے ساتھ گزارنے کا موہوم سا عہد تو کیا تھا۔'' کرن نے تذبذب میں کہا۔

''ہم خود بہ نفسِ نفیس جوہی کی ڈولی لے کر آئیں گے۔ ایسی بھی پریشانی والی بات نہیں۔'' عمیر نے لقمہ دیا اور تینوں نے بیک زبان ہو کر جوہی کی رضامندی کی دعا کی۔

حمزہ نے یہاں ایک ہفتہ مصروفیت اور تھکن کے باوجود بہت شادمانی میں گزارا۔ اگلا پروگرام نیویارک کانفرنس اٹینڈ کرنے کا تھا۔ وہاں کا قیام دو ہفتے کا تھا۔ اس دوران جوہی سے ملنے کا پروگرام بھی بن چکا تھا۔ بلکہ بقول کرن کے وہ بمع اپنے سامان کے جوہی کے اپارٹمنٹ میں ہی چلا جائے اور ایسا ڈھیٹ بن جائے کہ جوہی کو طوعاً و کرہاً اس کی تمام رُوداد سننی پڑ جائے۔

لیکن عمیر کو یہ آئیڈیا پسند نہ آیا تھا۔ حمزہ بھی ہچکچا سا گیا تھا۔ کرن کے ارادے اور فیصلے جذبات سے بھرپور ہی ہوا کرتے تھے، اس لئے دونوں نے ہنس کر ٹال دیا۔

ایئرپورٹ کی طرف جاتے ہوئے کرن خاصی اُداس لگ رہی تھی۔ عمیر بھی خاموش تھا۔ حمزہ معاملہ سمجھ کر پیار بھرے لہجے میں بولا۔

''عمیر! کوشش کرو کہ تم دونوں بھی مجھے جوائن کر لو نیویارک میں۔ خوب مزا رہے گا۔ جوہی سے بھی ملاقات ممکن ہو جائے گی۔''

''بات تو درست ہے۔ آپ وہاں کی سچویشن کے بارے میں مطلع کیجئے گا۔ ہماری چھٹیاں شروع ہونے والی ہیں۔ چند آپ کے نام سہی۔ پھر پاکستان کا چکر لگا لیں گے۔ وہاں پیرنٹس بھی تو اُنگلیوں پر دن گن رہے ہوتے ہیں۔'' عمیر نے سوچتے ہوئے کہا۔

''میں جاتے ہی تمام حالات و واقعات کا جائزہ لے کر تم دونوں کو انفارم کر دوں گا۔ نہ جانے جوہی میں بولڈنیس اور خود اعتمادی کہاں سے آ گئی ہے۔'' حمزہ نے اُمید و بیم کے لہجے میں کہا۔

''حالات نے اسے سرتاپا بدل ڈالا ہے حمزہ بھائی! آپ جوہی کی فکر نہ کریں۔ وہ

آپ کی سچائی کے سامنے سربسجود ہو کر رہے گی۔ آپ سے بے پناہ اور بے تحاشا پیار ابھی بھی کرتی ہے۔ آپ کو بھول نہیں پائی۔'' کرن نے اُمید دلاتے ہوئے کہا۔

گاڑی پارکنگ میں روکنے کے بعد حمزہ نے تشکرانہ انداز میں دونوں کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا۔

''حمزہ بھائی! آپ کا ہمارے ہاں آنا بہت مبارک ثابت ہوا ہے۔ آپ کی بہن نے کم از کم آپ کی خاطر سہی، گھر میں کھانا تو پکایا۔ یہ میرا بڑھتا ہوا وزن میکڈونلڈز کا جنک فوڈ کھانے کی چغلی کھا رہا ہے۔ اللہ کی شان کہ اپنے بھائی کے لئے جاب کے باوجود چپاتی اور پراٹھا بھی بنایا۔ حلیم اور نہاری بھی ٹیبل کی زینت بنی۔'' عمیر نے مذاقاً کہا۔

''بیوی کا جاب کرنا، گھر گرہستی بھی سنبھالنا بہت مشکل ہے۔ ایک وقت میں دو رول نبھانے آسان کام نہیں۔ مگر افسوس کہ ہماری ایگو اپنی جگہ قائم ہے۔ کیا مجال کہ بیوی کا ہاتھ بٹا دیں۔'' حمزہ نے ہنستے ہوئے بیگ اٹھالیا۔

''ماں نے برتن دھونے اور کھانا پکانے کی ٹریننگ مجھے تو نہیں دی۔ اگر آپ کو دی ہے تو بہت خوش قسمت کہلائے گی ہماری بھابی۔'' عمیر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''پہلے اس خوش قسمت کو واپس لانے کا طریقہ تو آنا چاہئے۔ لگتا ہے ہم سب اپنے تمام دلائل سمیت ہار جائیں گے۔'' کرن نے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

''ہمارا اہم رول ہے۔ نفرت کی جگہ محبت اور محبت کی جگہ عشق۔ دراصل حمزہ بھائی کا چار چھ مہینوں کا ساتھ ایک مسئلہ ہی بن کر رہ گیا ہے۔ وہ پیریڈ جس میں قدم زمین کو نہیں چھوتے، فضاؤں میں اُڑان اور فلک بوس اُمیدیں اور چاہتیں رواں دواں ہوتی ہیں، یکدم ہی انہیں کسی کی نظر کھا گئی۔

''بھئی نظر توڑ ڈھونڈتے ہیں نا۔ کیوں فکر کرتی ہو اور حمزہ بھائی کو خوامخواہ کیوں پریشان کر رہی ہو؟ انہیں اپنی ان گنت دعاؤں کے ساتھ رخصت کرو۔'' عمیر نے اضطراری کیفیت میں مبتلا ہوتے حمزہ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ مسکرا دیا۔

❀❀❀

فائیو سٹار ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر اُس نے ایک طویل ٹھنڈا سانس لیا۔ وہ جوہی کے شہر میں اس کی قربت کے بغیر وقت کیسے گزارے گا؟ یہ سوال اسے بار بار تنگ کر رہا تھا۔ کیونکہ جواب ذہن کے کسی گوشے سے وارد نہیں ہو رہا تھا۔ کل چھٹی کا دن تھا۔ حمزہ نے اسی دن جوہی سے اپنی ناکردہ غلطیوں اور گناہوں کی تلافی کی بھیک مانگنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔

جیسے تیسے رات تو بیت ہی گئی۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد وہ دیر تک ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ سے اپنی اور جوہی کی بہتری کے لئے دعا گو رہا۔ پھر اس سے ملنے کی تیاری ہونے لگی۔ گنگناتے ہوئے، خود کو پولو کی معطر خوشبو میں گویا نہلا دیا ہو۔ کیونکہ جوہی اس کے وجود سے بھرتی ہوئی اس خوشبو سے فسوں میں مقید ہو جایا کرتی تھی۔ اس نے بریف کیس اٹھایا اور نیچے لابی میں آ گیا۔ شوفر کو محوِ انتظار پا کر وہ اس کے قریب چلا گیا اور جوہی کا ایڈریس اس کے ہاتھ میں تھما کر مطمئن اور پُرسکون ہو کر اس کے ساتھ چلتا ہوا گاڑی تک آ گیا۔

ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پر جوہی کا ہاسپٹل اور اس کا اپارٹمنٹ تھا۔ یہ راستہ ختم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا۔ بے تابی کا پیمانہ اتنا ہمہ گیر تھا کہ نظریں بار بار گھڑی کی سوئیوں پر رک جاتیں۔ چہرے پر خوشی کے ساتھ فکرمندی بھی ہویدا تھی۔ اعصابی تناؤ، ٹینشن کی غمازی کر رہا تھا۔ آج کا دن اس کے دامن کو خوشیوں اور کامیابیوں سے بھر دے گا یا احساسِ شکست عمر بھر کے لئے اس کے وجود کی تہوں میں جا بسے گا۔ آج فیصلے کا دن تھا۔ تخت یا تختہ۔

وہ انہی سوچوں میں گھرا ہوا جوہی کے اپارٹمنٹس کی پارکنگ میں جا رکا۔ وہ نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا شوفر کے پیچھے چلتا اس کے اپارٹمنٹ کے دروازے تک پہنچ کر ٹھٹکا۔

'بغیر انفارم کئے کسی کے دروازے پر یوں دستک دینا اخلاقیات کے زمرے میں ہرگز نہیں آتا۔ مگر میں کیا کروں؟..... مجبور و بے بس ہوں۔'

ڈور بیل پر انگلی رکھتے ہوئے وہ ڈگمگایا۔ ہارٹ بیٹ تیز ہو چکی تھی۔ چند ثانیے اسی عالم میں گزر گئے مگر دروازہ نہ کھلا۔ اتفاقاً سامنے والے اپارٹمنٹ سے ایک امریکن لیڈی نمودار ہوئی۔ اس کے قریب آ کر انگلش میں بولی۔ ''ایک ہفتہ پیشتر وہ یہاں سے شفٹ ہو گئی ہے۔ بہت اچھی لڑکی تھی۔ میں ذرا سا بیمار پڑ جاتی تھی تو میرے سرہانے کھڑی رہتی تھی۔ بہت خدمت گار اور مخلص ڈاکٹر تھی۔ اب اس کے بغیر میں بہت اکیلا محسوس کرتی ہوں۔ بہت یاد آتی ہے مجھے۔ تم اس کے کون ہو؟''

''شی از مائی وائف۔'' وہ خود اعتمادی سے بولا۔

''شی نیور ٹولڈ می اباؤٹ یو۔ وہ تو ایک امریکن لڑکے سے بہت ہمدردی کرنے لگی تھی۔ اس کے انتقال کے بعد جوہی بہت اُداس اور ڈپریس رہنے لگی تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔ دراصل وہ بہت نرم دل واقع ہوئی تھی۔'' لیڈی نے نارمل لہجے میں کہا تو وہ شاکڈ ہو گیا۔

''ہاسپٹل جانے سے پہلے وہ قبرستان جا کر پھولوں کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد اپنی جاب پر جایا کرتی تھی۔ ابھی بھی اس کا یہی معمول ہو گا۔'' وہ بے بسی سے آہ بھر کر بولا۔

''تھینک یو میڈم!'' اس نے دُکھے دل اور مری ہوئی آواز میں کہا اور گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے بڑے شہر میں اسے کہاں ڈھونڈے؟..... فوراً اس نے کرن سے بات کی۔ وہ بھی جوہی کے لئے یہ سوچ کر فکرمند ہو گئی کہ کہیں ڈپریشن میں ریذیڈنسی چھوڑ کر پاکستان واپس نہ چلی گئی ہو۔

دوسرے دن علی الصبح کرن نے ہاسپٹل سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ اسی ہاسپٹل میں جاب پر ہے۔ یہ سن کر دونوں نے سکون کا سانس لیا اور حمزہ کو جوبرٹن کے بارے میں تمام انفارمیشن دے ڈالی۔

حمزہ چار بجے کے قریب ہاسپٹل کی پارکنگ میں گاڑی میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ وہ پانچ بجے مین ڈور سے نکلتی ہوئی نظر آئی۔ حمزہ کو ایسے گمان ہوا جیسے کلیجہ اُچھل کر حلق میں آ گیا ہو اور دل بند ہونے کو ہو۔ جوہی مغربی لباس میں بالکل ہی

مختلف لگ رہی تھی۔ چہرے پر بلا کی اُداسی اور خاموشی کی مہر ثبت تھی۔ ناک کی سیدھ میں چلتی ہوئی اپنی سیکنڈ ہینڈ گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی اور خود ڈرائیو کرتی ہوئی مین روڈ پر آ گئی۔ حمزہ اس کا پیچھا کرتا رہا۔ گاڑی مسلم قبرستان کے باہر رک گئی۔ حمزہ بھی چند گز دور ہی رک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ گاڑی سے اتر کر قبرستان کے اندر چلی گئی۔ حمزہ وہیں پر ہکا بکا اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ اس پر غصہ آنے کے بجائے دل انجانی سی کیفیت میں مبتلا تھا۔

وہ کافی دیر بعد باہر نکل کر گاڑی کی طرف چل پڑی۔ چہرے پر عقیدت براجمان تھی۔ وہ اس کا پیچھا کرتا ہوا اپارٹمنٹ تک پہنچ گیا۔ جوہی کے اندر جانے کے بعد حمزہ دروازے تک بھاری بھرکم قدموں سے پہنچا اور ڈور بیل پر انگلی رکھ دی۔ دروازہ کھلا اور اس کے سامنے جوہی حیرت و اشتیاق میں اسے دیکھنے لگی۔

حمزہ نے اپنی آشفتہ ہمت کو یکجا کیا اور اندر چلا گیا۔ جوہی نے حیران و پریشان دروازے میں کھڑے ہی کھڑے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ سکتے میں چلی گئی۔ حمزہ نے اسے باہوں کا سہارا دے کر صوفے پر بٹھا دیا اور فریج سے پانی نکال کر گلاس میں ڈالا اور اس کے قریب آ کر لبوں سے لگا دیا۔ اور نہایت محبت و ہمدردی سے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ پانی پیتے ہوئے غیر یقینی سے اسے تکے جا رہی تھی۔

''کیا حالت بنا رکھی ہے؟'' وہ اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔ ''میری آنکھوں میں جھانک کر میری وفاداری اور ایفائے عہد کی داستان پڑھ لو۔ شاید تمہیں میری بے گناہی کا ثبوت مل جائے۔''

جواب دینے کی قوت نہ جانے کہاں رفو چکر ہو گئی تھی۔ نگاہیں جھک گئیں اور پیشانی پر ناگواری کی چند شکنیں اُبھریں۔

''واپس پلٹ آؤ جوہی! میں تمہارا حمزہ ہوں۔ سر سے پاؤں تک۔ تمہارا پہلا اور آخری پیار۔''

جوہی نے خفگی سے منہ دوسری طرف پھیر کر آنسو پینے کی کوشش کی۔

''جوہی! میں تمہاری ناراضگی مٹانے تمہارے پاس آیا ہوں۔ آنے میں تاخیر کی وجہ تم خود ہو۔ لیکن اب ہمیں مل کر اپنے مسائل کو خود حل کرنا چاہئے۔ کیونکہ اب ماشاء اللہ

تم خود مختار زندگی گزار رہی ہو۔ اب اپنے خیالات، پسند، ارادے اور فیصلے کے اظہار میں کسی اور کا مشورہ اور نصیحت نہیں چاہئے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم مجھ پر ہونے والی زیادتی کے بارے میں سن کر جو فیصلہ کرو گی، بہترین ہو گا۔ کیونکہ میں ایک جاہل، کم عقل اور نادان لڑکی سے بات کرنے نہیں جا رہا۔'' وہ صوفے پر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''حمزہ! آپ نے آنے میں بہت دیر کر دی۔ میں نے زندگی میں اپنے والدین کی نصیحت کو ہمیشہ اپنی ہمجولی رکھا ہے۔ چاہے اس میں سراسر میرا خسارہ، گھاٹا اور ندامت ہی کیوں نہ ہو۔ میرے اور آپ کے ریلیشن شپ، محبت و لگاؤ، چاہت و ملن کے بارے میں، میں نے مقرب سے کچھ بھی پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہ کی تھی۔ اس کی سماعتوں میں پہلی نظر اور پہلی ملاقات میں آپ سے کمٹ منٹ، آپ سے وفا کے وعدے وعید سب کچھ ہی تو انڈیل دیا تھا۔ وہ اسی وقت حقارت و نفرت سے اول فول بکتا اپنی پہلی بیوی کے پاس چلا گیا۔ اور پھر مجھ پر ستمگریوں کی انتہا ہو گئی۔ مجھے آج بھی سچ بولنے میں قطعاً خوف، ڈر یا یہ خدشہ نہیں کہ جسے میں نے دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا، وہ بھی مجھے ذلتوں، بے عزتیوں اور نفرتوں کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لئے چلا جائے گا۔'' وہ تفاخر سے بولی۔

''میری زندگی میں جو برٹن میری تنہائیوں، اُداسیوں اور مایوسیوں کو دور کرنے نہ جانے کہاں سے فرشتہ بن کر وارد ہوا تھا۔ میری اس سے دوستی بے حد پاکیزہ اور مقدس تھی۔ اس کے روّیے میں بھی کبھی بے غیرتی، بے شرمی اور ہوس کی ہلکی سی رمق میں نے محسوس نہ کی تھی۔ ہم مخلص اور ہمدرد دوستوں کی طرح ہر چھٹی سیر و سیاحت میں گزارا کرتے تھے۔ پھر وہ ایک دن مجھے دغا دے گیا۔ اللہ میا کے پاس ایسے مقام پر جا بیٹھا، جہاں نہ تو نفرت و ملال، نہ ہی نفسانی چاہت و اُلفت کا لالچ، نہ ہی اذیت دہ بیماری اور کرب، نہ ہی یہ بے ثبات اور غیر محفوظ دنیا کے چھوڑنے کا غم تھا۔ سرسبز و شاداب، پھل دار باغوں میں آرام دہ خوب صورت کپڑے زیب تن کئے ہوئے سونے اور ہیروں سے مزین تخت پر براجمان ہو گیا۔ اس کی بے وفائی اور دغا بازی میرے دل میں عقیدت و احترام بن کر اُبھر آئی۔ وہ میری طرح مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ جس سعادت مندی اور عقیدت سے اسلام کا درس مجھ سے لیا کرتا تھا، بھلا وہ میرے دل میں کیسے نہ

اُتر جاتا۔"

"میں یہ سرگزشت کرن کی زبانی سن چکا ہوں۔ اگر تم پر اعتماد نہ ہوتا تو واپس کبھی نہ آتا۔ میں تمہارے ہر لفظ کی تائید کرتا ہوں۔ مجھے تمہیں اپنانے میں عار نہیں بلکہ فخر ہو گا۔" حمزہ نے نرم لہجے میں کہا۔ "یہ کبھی نہ بھولو کہ میں مقرب نہیں، حمزہ ہوں۔"

"آپ مجھ پر ترس و رحم مت کھایئے۔ میں اُن جھمیلوں سے نکل کر بہت خوش رہنے لگی ہوں۔ تنہائی اور اکیلا پن میں نے اپنے مقدر میں شامل کر لیا ہے۔ اب میں کسی کی کمپنی کی محتاج ہوں، نہ ہی دوسروں کی قربت کی چاہ رکھتی ہوں۔" وہ خود اعتمادی سے بولی۔

"جو ہونا تھا، ہو گیا۔ اب آگے دیکھ کر چلو جو ہی! اپنے ذہن کو ان تمام خیالات سے صاف اور شفاف کر کے میری طرف رجوع کرو میری جان! اور مجھے تمام حقوق واپس دے دو اور مجھ سے اپنے تمام حقوق لے کر اپنا دامن بھر لو۔" وہ لاچارگی سے بولا۔

"آپ دونوں کی ذہنیت، مزاج اور اخلاقیات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک نے مجھ سے خاموش پیار کیا، میری پوجا کی اور پھر وہ اس محبت اور چاہت میں میرے اللہ اور رسولؐ پر ایمان لایا۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن میرے گروپ میں کھڑا ہونے کا خواہش مند تھا۔ وہ مجھے یہاں تو حاصل کرنے میں ناکام رہا، وہاں میرا انتظار کر رہا ہے۔ دوست بن کر جس نے مجھے بہشت کا تحفہ بخشا، اسے فراموش کر دوں؟ اور جس نے اپنی جان بچانے کی خاطر طلاق نامے پر دستخط کر دیئے اور پھر طرّہ یہ کہ بزدلی اور کم ہمتی سے ملک سے بھاگ جانے پر اکتفا کیا۔ کہاں تھا وہ پیار جس کا مجھ سے اظہار کیا تھا۔ کہاں تھا وہ وعدہ جسے آپ ایفا نہ کر سکے۔ کاش میری خاطر اپنی انا، غیرت اور مردانگی کو آواز دی ہوتی۔ خود داری پر اَڑ کر مجھے حاصل کر لیا ہوتا۔ ایسی ذلت آمیز زندگی کا کیا فائدہ جو بھیک میں ملے اور شرائط کی محتاج ہو۔ بولئے، آپ نے اپنے پیار کی یہ مثال قائم کی ہے کہ آپ کی جھوٹی محبت اور گھٹیا عشق کی داستان آج بھی لوگوں کی زبان پر ہے؟ مجھے تو خود سے گھن اور بدبو آنے لگی ہے۔" وہ نفرت و حقارت بھرے لہجے میں بولی۔

"ایسی بات مت کرو نہیں [illegible]"

''میں جانتی ہوں آپ اپنی غلطی کیونکر مانیں گے؟..... مرد ہیں نا۔ مجھ سے ایک سٹیپ ہائی مقام لے کر بھی ایک سٹیپ ڈاؤن ہی رہے۔ اپنی کمزوری کو کوئی ریسپیکٹ ایبل نام دے کر میرے ہر اعتراض سے گلو خلاصی کر لیجئے۔ اجازت ہے۔'' وہ طنزیہ مسکراہٹ سے بولی۔

''کیا تمہیں میرے پیار پر شک ہو گیا ہے؟ کیا میں یہاں تمہارے پاس محض دل لگی اور وقت گزاری کے لئے آیا ہوں؟..... بے وقوف! یہ پیار ہی ہے کہ موقع ملتے ہی کھنچا چلا آیا ہوں۔'' وہ ماحول کو خوشگوار کرنے کے لئے لگاوٹ سے بولا۔

''پیار..... پیار..... زبان کی ادائیگی سے اس کا چارم کھو جاتا ہے حمزہ صاحب! جس نے مجھے پیار کیا، اپنا ہر پل مجھے دیا، میری کیئر اور ریسپیکٹ کی، وہ مر کر بھی اپنی سچی محبت و عشق کا ثبوت چھوڑ گیا۔ وہ نہ تو جنونی تھا، نہ ہی دیوانہ۔ حقیقی عشق سے اس کا رابطہ تھا۔ دیوانگی اور جنون تو ہوس کا دوسرا نام ہیں، جسے میں نے اس کی شخصیت میں محسوس نہیں کیا تھا۔'' وہ تلخی سے بولی۔

''میں تمہیں کن الفاظ میں یقین دلاؤں؟..... قسم سے، کس پگلی اور احمق سے پالا پڑ گیا ہے۔ امریکن کلچر میں پولائٹ نیس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اسے پیار کا نام مت دو۔ یوسف پر اتنا بھروسہ مت کرو۔'' وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ ''یہ لوگ جو زبان سے کہتے ہیں، دل اس سے عاری ہوتا ہے۔''

''حمزہ! یہ پڑھیے۔ اس کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی محبت کی گواہی۔'' جوہی، یوسف کے ہاتھوں کی تحریر کردہ وصیت اس کے سامنے رکھ کر فخریہ انداز میں بولی۔ ''یہ ہوتا ہے پیار۔ میں ایسے شخص کے نام پر زندگی بتانے میں فخر اور راحت محسوس کروں گی۔''

''تمہاری زندگی اتنی سستی نہیں ہے جوہی! کہ اس کے نام وقف کر دو، جس کے ساتھ تمہارا کوئی رشتہ، تعلق اور ربط نہیں تھا۔ ہوش میں آؤ۔ جذباتی پن سے باہر نکلو۔'' حمزہ نے خجل سا ہو کر کہا۔

''انسانیت اور خلوص کے رشتے سے بڑھ کر اور کون سا پوتر رشتہ ہوتا ہے؟ ذرا بتایئے تو۔'' وہ تنک کر بولی۔

''اس رشتے کا اگلا روپ، میاں بیوی کا وہ حسین بندھن ہے جو ہم میں قائم ہوا تھا

اور خیر سے ابھی بھی سلامت ہے۔'' حمزہ نے مستحکم لہجے میں کہا۔

''جو ریوالور دیکھ کر ہی ٹوٹ گیا۔ بہت کچا اور نازک رشتہ تھا تمہارا اور میرا۔ ریشم کے کچے دھاگے کے مانند۔'' وہ طنزیہ ہنستے ہوئے بولی۔

''جوہی! فار گاڈ سیک۔ مجھے بار بار مت جتلاؤ کہ میں بزدل ہوں۔ اپنی سوچ کو پازیٹو رکھو۔ اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔'' حمزہ سنجیدگی سے بولا۔

''یعنی خود کو بے وقوف، احمق، نادان اور کم عقل بناتی رہوں پہلے کی طرح۔ مگر سن لیں میری بات کہ وہ جوہی تو اس دن انڈر گراؤنڈ ہو گئی تھی، جس دن آپ نے میرا تحفظ، نگہداشت اور حفاظت کرنے کے بجائے مجھے تنہا سڑک پر لوگوں کے ہجوم میں چھوڑ دیا تھا اور پھر خبر تک نہ لی کہ کہیں مجھے اس معاشرے کے کتے، بھیڑیے اپنے اپنے مخصوص طریقوں سے ہڑپ تو نہیں کر گئے۔ اب آن ٹپکے ہیں، اپنا بھولا بسرا پیار جتانے اور اپنے بے وقعت اور بے معنی سے حقوق وصول کرنے۔'' وہ بھنویں چڑھا کر بولی۔

''یار تم ایسی تو کبھی نہ تھی۔ موم کی گڑیا سے پتھر کے صنم میں کیسے ڈھل گئی؟'' حمزہ حیرت و اشتیاق سے بولا۔

''یہ حوصلہ اور ہمت، یہ دلیری اور بے خوفی میں نے یوسف سے سیکھی ہے حمزہ! آپ سے میں نے کیا سیکھا؟ خوش فہمیوں، حسین خوابوں اور بے تکی سوچوں میں رہ کر خود کو احمق اور بے وقوف بنانا، دنیا کی چالبازیوں اور مکاریوں کو سمجھنے کے بجائے دوسروں پر اندھا اعتماد اور بھروسہ کرنا۔ دونوں ہی ناقابل معافی اعمال ہیں سرکار! میں اپنی ان غلطیوں کو تاحیات معاف نہیں کروں گی۔ اور آپ کو تو اگلی دنیا میں گریبان سے پکڑ کر ہر بے انصافی کا حساب لوں گی، باری تعالیٰ کے سامنے۔'' وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

''تمہارے ان تمام شکوے شکایتوں سے اگیری کرنا میرا پیار ہی تو ہے۔ معاف کر دو جوہی! میرے ناکردہ گناہوں اور غلطیوں کو، جو تم تک ایک بھیانک اور ڈراؤنے انداز میں پہنچے ہیں۔ اپنا دل آئینے کی مانند صاف شفاف کر کے دیکھو۔ بہت نکھرا، اُجلا نظر آئے گا۔ میں نے تم سے پہلے اور بعد میں کبھی کی لڑکی کی طرف گناہ آلود نظروں سے نہیں دیکھا۔ تم مجھے کیا ملی، میں نے سمجھا کہ پرستان سے پری میری زندگی کو شیئر کرنے آ گئی ہے۔ تمہارے بعد کبھی شادی کا تصور بھی مجھے جرم محسوس ہوتا تھا۔ کیونکہ

میں اس طلاق کو طلاق کا نام نہیں دوں گا۔ وہ دھاندلی اور دھمکی تھی سراسر۔ اس لئے تو میرے مالک نے میرے ساتھ روّیہ بھلا رکھا کہ تم دوسرے کے نکاح میں جا کر بھی میری رہی۔ یوسف کی خاموش اور بے لوث محبت میں بھی میری امانت کی شعوری یا لاشعوری طور پر حفاظت کرتی رہی۔ تمہارے اور میرے درمیان لاکھوں رشتے کیوں نہ آ جائیں، تم میری ہی رہو گی۔ یہ میں تمہیں شرطیہ کہتا ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں کا پیار خالص، چاہ کھری اور اُلفت سچی ہے۔ ان تمام حسین لمحوں کو یاد کرو کہ ملن کی بے قراری، دید کی بے تابی اور درمیان میں حائل شدہ جدائی کی بے حد و بے کراں گہری جھیل کے باوجود ہم ایک دوسرے کے قرب سے لطف اندوز ہونے سے باز نہ آتے تھے۔ اب تو ہم دونوں کے درمیان نہ تو سماج کے رسم و رواج ہیں، نہ ہی اپنوں کے اعتراضات اور انکار۔ پھر مسئلہ کیا ہے جان؟'' وہ پیار بھرے لہجے میں بولا۔

''آپ کے تمام جذبات عارضی اور وقتی ہیں۔ آپ جس معاشرے کے اصولوں کے مطابق پل کر جوان ہوئے ہیں، مجھے معافی تلافی کیسے دے سکتے ہیں؟ اس وقت آپ تمام چیلنجز ہنس کر قبول کر لیں گے۔ جب حصول میں کامیابی ہو گئی تو میں آپ کے لبوں کی گالی اور نظروں کی حقارت و نفرت بن جاؤں گی۔ کیونکہ میں نے ایک گورے کی رفاقت میں کئی ماہ گزارے ہیں۔ آپ اپنی مردانگی کو کب تک اپنے پاؤں کے نیچے دبائے رکھیں گے؟ ناممکن کو ممکن بنانا وقتی طور پر تو آسان ہے مگر اس میں ہمیشگی کا دخل نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنی فطرت کے برعکس چند قدم تو چل سکتے ہیں، ابد تک چلنا محال اور فرسٹریشن ہے۔'' وہ سختی سے بولی۔

''دیکھو جوہی! تم میری بیوی ہو۔ ازل سے ابد تک۔ کیا اس فیصلے سے بھی انکار ہے تمہیں؟'' وہ نرمی سے بولا۔

''میں آپ کی بیوی کہاں رہ گئی؟'' وہ کڑواہٹ سے بولی۔

''ذرا یاد کرو وہ لمحات، جب ہم اس رشتے میں منسلک ہوئے تھے۔ تمہاری یادداشت ایسی کمزور تو کبھی نہ تھی۔'' وہ چھیڑتے ہوئے بولا۔

''تو پھر کیوں کئے تھے طلاق نامے پر دستخط؟ اگر بزدلی اور جان کی سلامتی کی خاطر غلطی ہو گئی تھی تو اس کا جلد از جلد ازالہ کیوں نہ کیا؟ وہ ذمہ داری جو ایک شوہر پر

عائد ہوتی ہے، اس کو بروئے کار لاتے۔ کورٹ جاتے۔ میرے بھائی کے خلاف ایف آئی آر درج کراتے اور مجھے حاصل کر کے دم لیتے۔ میں آپ پر آج کیسے بھروسہ کر سکتی ہوں جو میری عزت کا پہرے دار ہے، نہ ہی اپنے حقوق کے تحفظ کی ہمت رکھتا ہے۔ مجھے بزدل اور ڈرپوک شوہر کا ساتھ نہیں چاہئے۔ کل کوئی اور ایرا غیرا نتھو خیرا آپ کو معمولی سی دھمکی دے کر مجھے آپ سے چھین کر چلتا بنے گا۔

حمزہ صاحب! عورت، مرد کے تحفظ کے حصول کی خاطر اس کی ہر بے جا اور ناجائز خواہش کو اوّلیت دے کر اس کے مظالم کو بھی درگزر کر جاتی ہے۔ آپ کے لئے یہ سب معمولی ہے۔ مگر میں کس پر تکیہ کروں؟ کیسے اعتماد کروں؟ مومن کی یہ نشانی نہیں کہ آزمائے کو بار بار آزمائے۔ کچھ اُلجھاؤ اور بکھیڑے ایسے ہوتے ہیں جو زندگی بھر سلجھ نہیں سکتے۔ کچھ غلطیاں اور زیادتیاں ایسی ناقابل فراموش ہوتی ہیں کہ کوشش کے باوجود ناقابل تلافی اور ناقابل معافی ہوتی ہیں۔ جن یادوں پر دھول جم چکی ہو، وہ دوبارہ ضوفشاں و درخشاں کیسے ہو سکتی ہیں؟'' آنسو بے چین ہو کر اس کے رخساروں پر پھیل گئے۔

''میں اس دھول کو صاف کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ اگر میری محبت سچی اور مقدس ہوئی تو میں اس عمل میں کامران رہوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے اپنے قدموں میں رہنے کا موقع دو۔'' وہ ٹشو پیپر سے ملائمت سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

''ناممکن ہے۔'' وہ منہ دوسری طرف پھیر کر بولی۔

''شوہر نہیں میری جان! ایک مخلص اور مربی دوست بن کر تمہارے ساتھ رہ لوں گا۔'' وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

''یعنی آپ میری جان نہیں چھوڑیں گے۔ آپ یہاں سے چلتے بنیں۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک اصول بنا لیا ہے کہ میں کسی کی میٹھی چپڑی باتوں میں کبھی نہ آؤں گی۔ کیونکہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی۔ اس لئے میری التجا ہے کہ یہاں سے چلے جائیے۔'' وہ آنسو پیتے ہوئے بولی۔ ''ورنہ مجبوراً مجھے پولیس کو انفارم کرنا پڑے گا۔ یہ مت بھولیں کہ یہ پاکستان نہیں۔ یہاں آپ کی دھاندلی یا مکاری نہیں چلے گی۔''

حمزہ نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے۔

''آئی لو یُو جوہی! تم ایک بار بھروسہ تو کر کے دیکھو۔''

جوہی نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لئے۔ حمزہ اسے بے بسی سے دیکھتا ہوا باہر نکل گیا اور جوہی کھڑکی کا پردہ ہٹا کر اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔ دل جیسے بند ہو چلا ہو۔ آنکھوں سے ساون بھادوں کی ایسی جھڑی لگی کہ وہ رات بھر تکیہ بھگوتی رہی۔ مگر اپنے فیصلے پر پشیمان تھی، نہ ہی اپنے کئے ہوئے سلوک کا اسے پچھتاوا تھا۔ بس ایک محبت کی دبی ہوئی چنگاری نے اُبھر کر اس کی شخصیت کو بھسم کر دیا تھا۔

وہ صبح ہاسپٹل جاتے ہوئے سوچے جا رہی تھی کہ جوہی! تم نہ تو حمزہ سے وفا کر سکی، نہ مقرب سے۔ بے چارا یوسف تو دھوکے میں آنے سے بچ گیا۔

وہ گاڑی چلاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اسی لمحے بی بی جی کی محبت میں ڈوبی ہوئی آواز اس کے کانوں میں میٹھا رس گھولنے لگی۔

''جویریہ بیٹا! اب تم بھی خاوند والی ہو گئی ہو۔ خاوند کو ناراض کرنے والی نافرمان عورت پر جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ کبھی اپنے جیون ساتھی کے ساتھ مکر و فریب اور قیل و قال نہ کرنا۔ شوہر کو غصے کی حالت میں دیکھ کر صبر و خاموشی اختیار کرنا اور اسے پیار سے مغلوب ہوتے دیکھ کر اپنی ہر بات منوانا عورت کی دانش مندی کی دلیل ہے۔ میری یہ نصیحت اپنے پلّے باندھ لو۔ کام آئے گی۔''

وہ ایک دم سے چونک کر گرد و پیش کا جائزہ لینے لگی۔ اسے ایسا گمان ہوا، جیسے بی بی جی اس کے پہلو میں بیٹھی اسے اُتار چڑھاؤ سے نمٹنے کے گُر بتا رہی ہوں۔

گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے وہ متذبذب حالت میں ہاسپٹل کے مین ڈور میں داخل ہو گئی۔

❀❀❀

''جوہی! مرد کی اپنی شان بان، خودداری اور غیرت ہوتی ہے۔ حمزہ بھائی ان تمام کو برطرف کر کے تمہیں ملنے آ گئے اور پھر گڑگڑا کر اپنی ناکردہ غلطی کی معافی بھی مانگی۔ مگر تم ہو کہ اپنی بات پر جمی ہوئی ہو۔ آج حمزہ بھائی تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر ان کی شکل دیکھنے کو ترس جاؤ گی۔ ہر پل ان کی آواز سننے کے لئے بے تاب رہو گی۔

ہر رنگ پر ان کے فون کی دعا کرو گی۔ مگر وہ پھر واپس نہیں آئیں گے۔'' کرن نے
ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔

''تو کیا کروں؟..... اس کے پاؤں پڑ جاؤں؟..... عورت کی بھی اپنی انا، وقار
اور حیا اور غیرت ہوتی ہے۔ مانا کہ میں دین والدین کے بالکل ہی قلاش ہو گئی ہوں، مگر
میرے خاندان اور میری ایک پہچان سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ میری عزتِ نفس
اسی طرح برقرار ہے۔ یہ مت سمجھو کہ حالات نے مجھے ریزہ ریزہ کر کے بے حیثیت
بے وقعت کر دیا ہے۔'' جوہی جھنجلا کر بولی۔

''گھر آباد کرنے اور ماحول کو خوشگوار بنانے کے لئے عورت کی بے حساب
قربانیوں کا دخل ہوتا ہے جوہی! تم مجھے عمیر کے ساتھ بہت خوش و خرم محسوس کر کے
حسرت و یاس میں گھر جاتی ہو۔ شوہر سے خوشیوں کا حصول آسان اور سہل ہرگز نہیں۔
جب تک میں عمیر کی ہر بات پر ہاں میں ہاں ملاتی رہوں، تب تک عمیر کے دل کی
راجکماری ہوں۔ ذرا سا کسی بات پر اختلاف شو کر دوں تو عمیر ایسے طوطا چشم ہو جا
ہے جیسے مجھ سے کوئی جان پہچان ہی نہیں۔ کچھ پانے کے لئے کھونا بھی پڑتا ہے۔ او
زندگی مرد کے سہارے اور تحفظ کے بغیر کسی بھی سوسائٹی میں باعزت طریقے سے نہیں
کٹتی۔ کامیاب شادی، جمود سے بنتی ہے۔ اگر اس میں کسی طرف سے بھی ہلچل ہو
رشتہ ٹوٹنے لگتا ہے۔'' کرن نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں تمہاری گفتگو کا لب لباب سمجھ چکی ہوں۔ بس مجھے شادی وادی کی اُلجھنو
سے دور ہی رکھو۔ اسے کہو کہ میرا انتظار نہ کرے۔ اپنی زندگی کو اپنی سوچ اور پسند کے
مطابق جمود و سکوت سے پاک رکھے۔'' جوہی نے زہرخند ہو کر کہا۔ ''میں جمود کی
کیفیت میں ایک پل بھی نہیں گزار سکتی۔''

''جوہی! تم اس حد تک جذباتی، ضدی اور بے مہار ثابت ہو گی، میں نے کبھی سو
بھی نہ تھا۔ اس وقت تم ذہنی طور ہی تندرست نہیں ہو۔ جب یہ وقت گزر گیا اور جب
بے ہوشی سے باہر نکل آئی تو بہت پچھتاؤ گی۔ حمزہ بھائی بہت دور تم سے خفا ہو کر جا چ
ہوں گے۔ پھر جو انہیں منانے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کرو گی، کیوں نہ اسی وقت
جبکہ حمزہ بھائی سربسجود ہیں، فائدہ اٹھا لو۔ احسان کا احسان اور مراد بھی بر آئی۔ اور

چاہئے تمہیں؟'' کرن نے نرمی سے کہا۔ ''ورنہ میں کہوں کہ یہ میرا ہیڈک نہیں۔ تم جانو اور تمہارا کام۔ اتنی دور سے تمہاری فکرمندی اور ہمدردی میں چلی آئی ہوں۔ تمہیں اپنی تعلیم اور جاب پر مان ہوں گا یا اپنی آزادی اور من مانی پر فخر اور سکون ہوگا۔ اس کی وقعت زیرو ہے جان! تمہارا رول شوہر کی تابعداری اور اس کی خدمت گزاری اور اس کی رضامندی میں ہی ضوفشانی پاتا ہے۔ جو ہی! تعلیم، عورت کے رول کو فراموش کرنے کی ڈیمانڈ ہرگز نہیں کرتی۔ یہ تو مرد کے شانہ بشانہ چلنے کی ترغیب دیتی ہے..... آئی ایم سوری! آج مصطفیٰ بھائی کی باتوں کا متن مجھ پر واضح ہوگیا ہے۔ وہ تمہاری رگ رگ سے واقف تھے۔ کیا دور اندیش انسان تھے۔ مان گئی ہوں۔'' کرن نے اسے خاموش اور سوچ میں ڈوبے دیکھ کر ایک اور پتا پھینکا اور اپنی زبان دانتوں کے نیچے دبالی کہ کہیں یہ بات اسے زیادہ طیش ہی نہ دلا دے۔ مگر وہ بٹر بٹر اسے دیکھتی رہی۔

''تم یہاں اکیلی نہ ہوتی تو کیا یوسف والا معاملہ درپیش آتا؟ یہ تمہاری تنہائیوں کے ہی بھیانک اثرات ہیں۔ وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ وہ لڑکا شریف النفس، متین اور نیک نکلا۔ کسی غلط کے ہتھے چڑھ جاتی تو پھر تمہیں سمجھ آتی کہ مرد کے بغیر ہم کس قدر بے وقعت ہیں۔'' کرن نے ذرا دھیمی آواز میں جتانا چاہا۔

''اچھا، تو طعنے دو گی؟'' وہ اچنبھے سے بولی۔

''طعنہ ہرگز نہیں دے رہی۔ تمہیں اس وقت کی یاد دہانی کرا رہی ہوں، جب تم نے اپنے اکیلے پن سے تنگ آ کر یوسف کی طرف سے دوستی کی آفر کو قبول کر لیا تھا۔ کل اگر پھر ایسا ہی قدم اٹھا لیا تو ماری جاؤ گی۔ ہر لڑکا یوسف نہیں۔ یہاں قدم پھونک پھونک کر اٹھانے میں ہماری عزت کی بقا ہے۔ یہ مت بھولو کہ تنہائی ایسا بہرہ اور اندھا پن ہے کہ سوچنے کی تمام قوتیں سلب ہو جاتی ہیں اور فیصلے ایک بہت بڑے طوفان کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی انہی طوفانوں میں سے نکلنے کی پلاننگ میں کٹ جاتی ہے۔'' کرن نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

وہ ہونٹ بھینچے بیٹھی اس کی گفتگو کو سنجیدگی سے سن رہی تھی۔ ضبط کے جان لیوا مراحل سے گزر رہی تھی۔ سینے میں دھڑکتے ہوئے دل کی صدا میں حمزہ بسا ہوا تھا۔ اس کی کسی ادا میں خباثت اور شیطانیت کی ہلکی سی رمق بھی نہ تھی۔ تو پھر اتنا غیظ و غضب،

ناراضگی، تنگ نظری اور ذہنی طور پر توڑ پھوڑ کیوں؟

جوہی نے کرن کی طرف بغور دیکھ کر گول مول سا جواب دے کر ٹالنا چاہا۔

''تم آرام کرو۔ بعد میں بات کرتے ہیں۔ آتے ہی تفتیش، مار دھاڑ اور دھمکیاں ڈراوے دینے شروع کر دیئے ہیں۔ ذرا سانس تو لو۔ حمزہ نے خوب ہائپر کر کے بھیجا ہے تمہیں۔''

''انہوں نے حالات گوش گزار کرنے کی گستاخی کی ہے۔ یہاں آنے کی ریکویسٹ نہیں کی۔ تم جانتی ہو، وہ تم سے کتنے خفا اور ناراض ہو کر واپس جا رہے ہیں۔ تم نے ان کی انسلٹ کرنے میں کوئی کسر باقی چھوڑی ہو تو پھر بھی بات بنتی تھی۔ بہت امیچور حرکت کی ہے تم نے۔'' کرن نے خفگی سے کہا۔

''اب طولانی تمہید بند۔ مسئلے کا حل بتاؤ۔'' جوہی نے بمشکل کہا اور تڑپتے ہوئے آنسو اس کے اناری رخساروں پر پھسل آئے۔ اس کا نرم دل پگھل کر آنکھوں کے راستے بہہ نکلا۔ کرن بھی رو پڑی۔

''سارے کا سارا معاملہ بگاڑ کر تمہیں ہوش آتی ہے۔ پرسوں حمزہ بھائی جا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ گولڈن چانس جو باری تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے، تمہاری حماقتوں اور جذباتی پن کی نذر ہو جائے۔ تم جلدی سے اچھا سا تیار ہو جاؤ۔ ہم حمزہ بھائی سے ملنے اور انہیں منانے ان کے ہوٹل چلتے ہیں۔'' کرن نے اس کے آنسو صاف کر کے مسرت سے مغلوب ہو کر کہا۔

''وہ مجھے معاف نہیں کریں گے کرن! میں نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔'' وہ دہل کر بولی۔

''خدا کا شکر ہے کہ تمہاری غیرت و انا کا بخار تو اُترا۔ اب حالات سدھرنے کے مواقع روشن اور سجل نظر آنے لگے ہیں۔ ان کا دل اس دھرتی کی مانند فراخ اور سمندر جیسا گہرا ہے۔ آج کے وقت کو ہاتھ سے مت جانے دو۔'' کرن نے اسے پیار کیا اور الماری سے اس کے کپڑے نکالنے لگی۔ حال ہی میں کرن اس کے لئے پاکستان سے بے حد خوب صورت اِن فیشن میرون رنگ کا لانگ فراک اور چوڑی دار پاجامہ خرید کر لائی تھی۔ اس پر ہلکا مکیش کا کام بہت خوب صورت سماں پیش کر رہا تھا۔

''یہ ڈریس پہنوں گی؟..... کرن! تم ہوش میں تو ہو؟ اور مجھے سمجھا سمجھا کر کھوپڑی خالی کر چکی ہو۔'' جوہی نے حیرت و مسرت سے کہا۔

''یہ تمہارا اول جلول سراپا مجھے پریشان کر گیا ہے۔ حمزہ بھائی تو بے چارے آگے آنے کے بجائے اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوں گے۔'' کرن سرعت سے اس کے کپڑے استری کرنے لگی۔

''یار! سوچنے کا وقت نہیں دو گی؟'' جوہی نے اس کی تیزی اور پھرتی کو انجوائے کرتے ہوئے اسے تنگ کرنے کی خاطر کہا۔

''قسم سے ایک لگاؤں گی۔'' کرن نے اسے ہلکی سی چپت رسید کرتے ہوئے کہا۔

''ارادوں کے ٹوٹنے سے میں نے خدا کو پایا۔'' جوہی نے حضرت علیؓ کے قول کو نشے میں سرشار ہو کر کہا۔

''دنیا، زندگی اور گزرتا ہوا وقت۔ اسے ہی تو حقیقت کہتے ہیں۔ جس نے اس سچائی کو پالیا، وہ یہاں سے کامرانی و شادمانی سے گزر گیا۔ جس نے دیر کر دی، وہ نہ تو گھر کا رہا، نہ گھاٹ کا۔'' کرن نے پیار اور تحمل سے کہا اور کپڑے اس کی طرف بڑھا کر بولی۔ ''تم دونوں کی رضامندی کے بعد ہم جائیں گے، مدرسہ مولانا صاحب کے پاس کہ شریعت کیا کہتی ہے۔''

''ابھی تم بڑھتی ہی نہ جاؤ۔ زیادہ ہی فری ہوتی جا رہی ہو۔'' جوہی شرم سے لال بھبھوکا ہو کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

''اُف! کس بدھو، گدھی اور اُلّو سے واسطہ پڑا ہے کہ مان کے نہ دے رہی تھی۔ اللہ کے پاس معجزات کی آج بھی بہتات ہے۔ واہ میرے مالک! سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ استغفر اللہ۔'' کرن، جوہی کی غیر موجودگی میں وِرد کرتی کچن میں جا کر کافی بنانے لگی۔

❁❁❁

''بالغ بچوں کے معاملات سلجھانے کے لئے بزرگوں کی دخل اندازی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ سو میں تو جا رہی ہوں ڈنر کے لئے۔ اور اب آپ دونوں جانیں کہ کرنا کیا ہے؟'' کرن نے ہوٹل کی لابی میں جوہی کا ہاتھ حمزہ کے ہاتھ میں دے کر سنجیدگی کی

ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا اور سرعت سے وہاں سے چل دی۔

جوہی اس کے پیچھے لپکی۔ مگر حمزہ نے اسے بازو سے پکڑا اور لفٹ کی طرف چل پڑا۔ جبکہ حمزہ کے چہرے پر خفگی کی مہر ثبت تھی۔ نگاہوں میں وارفتگی کی جگہ شکستگی تھی اور ہونٹوں پر حد درجے کی خاموشی کا راج تھا۔ جوہی ڈر کے مارے لرز رہی تھی۔ اس کا یخ بستہ ہاتھ حمزہ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ روبوٹ بنی اس کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں داخل ہو کر خوفزدگی سے اسے دیکھنے لگی۔ حمزہ نے دروازہ لاک کر کے اسے دھکے کے انداز میں صوفے پر بٹھایا اور اس پر پھٹ پڑا۔

''تمہیں مجھ سے بے پناہ نفرت ہے۔ کیونکہ میں حد درجے کا غیر ذمہ دار، عیاش، دھوکے باز اور مکار شوہر ہوں۔ نہ میں نے تم سے پیار کیا، نہ ہی تمہاری عزت و تکریم کی اور نہ ہی کبھی تمہاری کیئر کی۔ کیونکہ میں بنیادی طور پر نہایت خودغرض، مطلب پرست اور وقت شناس انسان ہوں۔'' وہ اتنی زور سے بول رہا تھا کہ جوہی نے تھرتھراتے ہوئے ہاتھ کانوں پر رکھ لئے۔

''مجھے جواب دو..... یہی وجوہات ہیں مجھے دھتکارنے اور ٹھکرانے کی یا کچھ اور بھی تمہاری لسٹ میں تحریر کردہ ہیں؟ مجھے آج وہ بھی جاننا ہوگا۔'' وہ بپھر کر بول رہا تھا۔ ''ہاں..... زانی، شرابی، جواری اور جھوٹا، دغاباز بھی۔ اگر کوئی اور لقب رہ گیا ہے تو بولو۔'' کیسا جلاد اور طناز لگ رہا تھا۔ جوہی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ آج حمزہ کی محبت، اُلفت، دیوانگی اور عشق نہ جانے کہاں رخصت ہو گیا تھا۔ وہ پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''تم نے اپنے بھائی کی بے تکی الزام تراشیوں پر یقین کر کے میری التجا کو سننا گوارا ہی نہ سمجھا۔ جسے تم بزدل اور ڈرپوک کا خطاب دے چکی ہو، اگر اسے تمہارا معمولی سا بھی تعاون حاصل ہو جاتا تو وہ بزدل تمہیں کورٹ سے حاصل کر لیتا یا دن دہاڑے تمہاری حویلی سے تمہیں اُٹھوا لیتا۔ کیونکہ تم میری بیوی ہو۔ تم پر سوائے میرے، کسی کا کوئی حق بھی نہیں بنتا۔ ایون تمہارے والدین کی بھی ان حقوق میں قطعاً شراکت نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر تم نے اپنی حماقتوں اور بے وقوفیوں کی سزا بھگتی۔ مکافاتِ عمل کے چکروں میں آج تک جکڑی ہوئی ہو۔''

وہ زہر اُگل رہا تھا۔ نہ جانے ایسی کون سی قوت تھی، جس نے جوہی کی زبان کو گرفت میں لے لیا تھا۔ وہ خاموش تھی۔

''پھر دوسری شادی اور اگلی اسٹیج ایک امریکن کے ساتھ دوستی۔ میں نے سب معاف کر دیا۔ کیونکہ مجھے تم پر اندھا بھروسہ ہے۔ تمہاری شرافت اور نیک نامی کی میں قسم اٹھا سکتا ہوں۔ تو کیا تم میرے بارے میں پازیٹو سوچ نہیں رکھ سکتی تھی؟ بولو۔ مجھے جواب دو کہ کس کے پیار میں صداقت اور مضبوطی اور اٹوٹ پن ہے؟ مجھے غلط پہچاننے کا انجام تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے۔ عورت کی عقل چوبیس گھنٹے تو گھاس چرنے گئی ہوتی ہے۔'' حمزہ پھر گرجا۔

''ان تمام وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں، میں کہاں پر قصور وار ہوں؟ کوئی عورت اپنے شوہر کو دوسری عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں اور عیاشیاں کرتے ہوئے دیکھ سکتی ہے نہ ہی کسی کی زبانی سننے کی ہمت رکھتی ہے۔ میں نے جو سنا تھا، میری جانب سے ردِعمل نہایت نارمل اور جائز تھا۔ مگر پھر بھی میں نے ناکردہ گناہوں کا خمیازہ بھگتا۔ آپ کی دغا بازی کا سن کر خود کو اندھیر نگری کا باسی بنا لیا ہے۔ یوسف میرا فرینڈ تھا۔ فرینڈ شپ بھائی، باپ، بیٹے سے بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس سے بڑھ کر ہرگز نہ تھا۔ اس کے مجھ پر بے تحاشا اور اَن گنت احسانات ہیں۔ میں آج آپ کو نارمل اور زندہ نظر آ رہی ہوں، اس میں یوسف کا ہاتھ ہے۔ میں اسے نہیں بھلا سکتی حمزہ! یہ میرا والہانہ پیار اور عقیدت ہی ہے کہ آپ کی ہو کر رہی۔ آپ کی امانت میں خیانت کا تصور بھی میرے ذہن میں کبھی نہیں اُبھرا۔'' وہ اتنا کہہ کر تڑپ اُٹھی۔ چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں چھپا کر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگی۔ حمزہ نے اس کے لرزش زدہ ہاتھوں کو نیچے کیا۔

جوہی نے آج اپنے کانوں کو کھلا چھوڑ دیا تھا اور وہ ان میں پگھلا ہوا سیسہ اُنڈیلے جا رہا تھا۔

''مظلوم مت بنو۔ سراسر مجرم ہو۔ تم مجھے بھول چکی تھی۔ ایسا تھا یا نہیں؟..... بولو! کچھ تو ان خوب صورت اور حسین لبوں سے پھوٹو کہ میرا اور کون سا قصور گردانتی ہو؟ پہلی ملن کی منحوس گھڑی ہماری زندگی میں کیونکر رونما ہوئی کہ جس میں ہم دونوں کے

دلوں نے ایک دوسرے کا راگ الاپتے ہوئے دھڑکنا سیکھا تھا۔ چارسُو مجھے تمہارے سوا اور کچھ نظر ہی نہ آیا۔ کیونکہ تم میرے دل کے نہاں خانوں میں اپنا بسیرا کر کے مجھے ہوش وخرد سے بیگانہ کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ تم میری بیوی تھی اور اب بھی تم سے میرا وہی رشتہ برقرار ہے۔ تم نے میرے اس سچے پیار اور لگاؤ کو اس قدر ہتک آمیز سمجھا کہ میری ایک نہ سنی۔ تمہاری محبت تو بڑی ہی کمزور اور بے حیثیت نکلی اور قصوروار مجھے ٹھہرایا جا رہا ہے۔''

جوہی سکتے کے عالم میں اسے غصے اور ناراضگی میں گفتگو کرتے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ اس کے قریب ہی سامنے سٹول رکھ کر بیٹھ گیا تو وہ سوکھے پتے کی طرح لرز گئی کہ نہ جانے اب وہ اس کی دُرگت کس طریقے سے بنائے گا جو شانِ بے نیازی سے اس کے ڈانواں ڈول، بے ترتیب سانسوں سے بھی قریب جم کر بیٹھ گیا ہے۔

حمزہ نے اس کی اضطراری حالت کو بھانپ کر سختی سے کہا۔ ''تو بولو..... مجھ سے طلاق لینے کی خواہش مند ہو یا طلاق لئے بغیر ہی آزاد زندگی گزارنا چاہتی ہو؟ مجھے جواب چاہئے۔''

جوہی نے اس کا دبا دبا رعب محسوس کر کے ایک لمبی سانس لے کر بے بسی و لاچاری سے اس کی طرف دیکھا اور توقف کے بعد صوفے سے ٹیک لگا کر خود اعتمادی سے بولنے کی کوشش کی۔

''زندگی کے جن نشیب و فراز سے میں گزری ہوں، ان کا آپ کو رتی بھر اندازہ بھی ہے؟ میری روح پر جو چرکے لگائے گئے ہیں، کاش کہ ان کی اذیت اور برداشت کے کرب کو آپ نے محسوس کیا ہوتا تو آپ کا ردِعمل ایسا ہرگز نہ ہوتا۔ میں آپ سے اتنا عرصہ دور رہ کر بھی آپ کو بھول نہ پائی۔ آپ کو بھلانے کے طریقے ڈھونڈتی رہی۔ اس تکلیف سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دوا کرتی رہی۔ مگر میرے دل میں محبت کی جو گرہ لگ گئی تھی، وہ اتنی مضبوط اور اٹوٹ تھی کہ میں نے ہر بار منہ کی کھائی۔ میں ہر قسم کی خوش فہمی اور خوش خیالی میں رہ کر خود کو بے وقوف بناتی رہی کہ میں اپنی فطرت کی سچائی اور کردار کی مضبوطی سے ہی اپنوں کو جیت لوں گی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اپنے بھول گئے اور غیر میرا سہارا بن گئے۔ میرے نصیب کے لکھے پر تڑپ گئے۔'' اشارہ کرن کی طرف تھا۔

اس کا دل چاہا کہ بڑھ کر اسے سینے سے لگا لے۔ مگر ابھی اتنی جلدی کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اسے نئی زندگی کی خوشحالی کے لئے درس دینا بھی تو ضروری تھا۔ حمزہ نے اپنے دل میں اُٹھنے والی رحم دلانہ، بے مہار لہروں پر قابو پایا اور وہاں سے اُٹھ کر کھڑکی میں کھڑا ہو کر آسمان کی وسعت کو دیکھنے لگا۔

''آئی لو یو۔ کتنی بار اعتراف کر چکا ہوں اپنی محبت کا۔ مگر تم ہو کہ بھروسہ ہے، نہ ہی اس احساس کا ادراک ہوا۔ تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تپتی دوپہر کی اَن گنت گھڑیاں کس تشنگی میں گزر گئیں، کبھی یہ بھی سوچا ہے تم نے؟ تمہارے فراق میں راتیں کتنی طویل اور جان لیوا رہیں، دن بربادی کے احساس میں کس قدر کٹھن گزرے، ایک لمبی داستان ہے۔ بیان کرنے لگوں تو عمریں بیت جائیں۔ اب غور سے سنو کہ اب میں ہار گیا ہوں اعصابی جنگ لڑتے لڑتے۔ میں مزید ایسی سچویشن میں رہ کر زندگی گزارنے کا قائل نہیں رہا۔ فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ تم اب خود کو بہت دھماکا شے سمجھنے لگی ہو۔ اس بارے میں درست ہی سوچو گی۔'' وہ طنز کے نشتر چلا رہا تھا اور اس کا انگ انگ چھلنی ہو رہا تھا۔ وہ پھر خاموش ہو گئی۔

''تم میری کسی بھی بات کا جواب نہیں دے سکتی۔ کیونکہ مجھ پر زیادتی تمہاری طرف سے ہوئی ہے۔'' وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

''جوابات تو بے شمار ہیں، دلائل کی بھی بھرمار ہے۔ مگر میں پھر بھی آپ کو کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ کیونکہ آج تک کسی نے میری زبان کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اگر میرا آپ سے کسی قسم کا رشتہ و ناتہ نہ جڑتا تو میری حیثیت بالکل مختلف ہوتی۔'' وہ تلخی سے بولی۔ ''میری ہر بات کی اہمیت اور وزن ہوتا۔''

''اُلٹا چور، کوتوال کو ڈانٹے۔ خوب رہی۔ دراصل تم سمجھتی ہو کہ یہ ڈگریاں حاصل کرنے اور گولڈ میڈلسٹ سٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے تم بہت عقلمند اور دُور اندیش ہو گئی ہو۔ ایسا ہرگز نہیں۔ ذرا اپنی پریکٹیکل لائف میں کئے گئے فیصلوں پر غور کرو۔ تمہیں اپنی احمقانہ حرکتوں پر ندامت ہو گی۔ مقرب کے گھر میں ایک ناکارہ اور غیر ضروری، بے جان، فالتو فرنیچر کا حصہ بن کر کیوں پڑی رہی؟ وہ نامراد کہاں سے تمہارا شوہر تھا؟ جویریہ بیگم! عزتِ نفس بھی تو ایک اہم اور خوش کُن احساس کا نام ہے۔ میرے لئے تو

بے بہا اور مقرب کے سامنے ایک غلیظ قطرے سے بھی کم تر۔ اپنی حماقتوں اور نادانیوں کی انتہا پر غور و خوض ضرور کرنا کہ تم نے اپنی چھوٹی سی عمر میں پیش آنے والے بے حساب تجربات و مشاہدات سے کیا سیکھا۔'' وہ ماضی کی غلطیوں کی قصور وار اُسے ٹھہرائے جا رہا تھا۔

''بس اب آپ چپ ہو جائیے۔ مجھے میری ہی نظروں میں کتنا ڈی گریڈ کرنے کا عہد کر رکھا ہے؟ مجھے دنیا والوں نے مینٹل ڈکلیئر کرنے کی کوشش تو بہت کی ہے، مگر ایسا ہو نہیں سکا۔ کیونکہ یہ میری عزتِ نفس اور میرے وقار و شان کے خلاف تھا۔ میرا سروائیول میری اسی خامی میں پوشیدہ تھا۔ جسے آپ نے بار بار میرے لئے طعنہ بنا دیا ہے، وہی میرا سب سے بڑا ہتھیار ثابت ہوا۔'' وہ ناگواری سے بولی۔

''اُس وقت بھی یہ ردِعمل رانگ تھا اور آج بھی رائٹ نہیں۔ نکل آؤ اپنے مراق سے اور چھوڑ دو یہ جنگ و جدل اپنی ذات سے۔ جو ہوا، اسے بھول جاؤ۔ اپنے وجود میں گمشدہ عورت کو ڈھونڈنے کی کوشش کرو۔ جب اسے پالو گی تو پھر میرے پاس چلی آنا۔ ابھی تو تمہیں کرن منت و سماجت کر کے یہاں لے آئی ہے۔ یہ ٹھیک نہیں کیا اُس نے۔ تمہیں خود فیصلہ کرنے کا موقع ملنا چاہئے تھا۔'' وہ پھر اس کے سامنے سٹول پر بیٹھ گیا۔

''مجھ میں اتنے عرصے میں ایسے کون سے کس بل آ گئے ہیں جنہیں نکالنا چاہتے ہیں؟ ..... ہاں، میں نے آپ میں ایسی تبدیلی کو محسوس کیا ہے جس کے ساتھ کوئی بھی عورت کمپرومائز نہیں کر سکتی۔ آج کی ملاقات میرے تجربات و مشاہدات میں مزید اضافہ کر گئی۔ اس نوازش و عنایت کا بہت بہت شکریہ۔'' وہ سرعت سے کھڑی ہو گئی۔

''تم میرے دل کی ملکہ اور میری مسیحا، میری محسن اور ہمراز، میری ہمسفر اور رفیق ہو۔ بھلا مجھ سے خفا ہو کر کیسے جا سکتی ہو؟'' حمزہ نے دل ہی دل میں کہا۔ مگر بظاہر بہت بے فکرا اور بے پروا لگا۔ جسے جوہی نے بھی محسوس کر لیا۔

جوہی کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا اور ایک لمبی ہوک دل میں اُٹھی اور زور دار آہ بن کر لبوں پر بکھر گئی۔ وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی تو حمزہ نے اس کا راستہ روک کر اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر معمولی سا جھنجوڑا۔

''بہت سالوں سے آزاد زندگی گزارتے گزارتے تم بے مہار اور ہر طریقے سے بے لگام ہو گئی ہو۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا، تمہارے اور میرے درمیان قائم ہونے والا رشتہ آزادی کا حامل نہیں، ایک جڑاؤ اور بندھن ہے احساسات و جذبات کا۔ کیا اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہو یا اس سے بھی انکار ہے؟'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

'اُف! کس قدر شوہرانہ روّیہ۔' جوہی نے اس کی طرف دیکھ کر سوچا۔ 'میرے خاندان کے مردوں کی طرح سپاٹ اور مستحکم، بے باک اور تحکمانہ۔ تو فرق کیا ہوا؟'

''کہاں جانا چاہتی ہو مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر؟'' وہ اس کی پرلے درجے کی پریشان کُن حالت دیکھ کر قدرے دھیما پڑ گیا۔ مگر وہ خاموش ہی رہی۔

''بولو، جواب دو۔'' لہجہ تحکمانہ تھا۔

''کیا بولوں؟..... کیا کبھی آج تک کسی مرد نے اپنی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی کسی بھی بات پر کان دھرا ہے جو آج میری شنوائی ہو پائے گی؟..... آپ بھی میرے خاندن کے تو ہم پرست، اَن پڑھ اور انا اور غیرت میں مقید مرد نکلے، میں جن سے جان چھڑا کر یہاں کی تنہائیوں کو سینے سے لگانے پر مجبور ہوئی تھی۔ اب پھر سے اپنے ہاتھوں خود پر ظلم کیونکر کروں؟'' اس کے لب دکھ درد کی ہمہ گیری سے کپکپائے اور آواز دُور کہیں کنویں کی گہرائی سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''تو پھر تمہاری اس منفی سوچ کا انجام کیا ہو گا؟ تم نے ضرور سوچ رکھا ہو گا۔ کیونکہ اپنی ان کاغذی ڈگریوں سے تم نے مشورہ تو لے ہی لیا ہو گا۔''

وہ ایک دم سے ٹھٹکی اور منہ دوسری طرف کر کے دکھ سے آنکھیں بند کر لیں۔ حمزہ کے دل میں چبھن سی اُٹھی لیکن چہرے پر کسی درد اور دکھ کا ہلکا سا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ ششدر سی ہو کر رہ گئی۔

''معاملہ بیچ منجدھار میں چھوڑ کر جانے نہیں دوں گا۔ مجھے اپنا فیصلہ سناؤ۔'' وہ گرج دار آواز میں بولا۔

'اُف..... ایسا طنطنہ، ایسا رُعب اور اکڑ..... پہلے تو کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔' وہ اسے دیکھ کر سوچنے لگی کہ شوہر کے ظاہر اور باطن کا تضاد اگر بیوی پہلے دن سے ہی سمجھ جائے تو زندگی اتنے گمبھیر مسائل کا شکار نہ ہو۔ سنگلاخ ماحول اور روح فرسا فضا کو

الوداع کہنے میں دیر ہی نہ لگے۔ 'سوچو اور اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ کیا جائز ہے اور کہاں بے انصافی ہوئی ہے تم سے؟ اور اس کا ذمہ دار کون تھا؟ میں، حمزہ یا میرے گھر والے؟..... آئی تھنک، اُنگلی میری طرف اُٹھ رہی ہے۔ میں نے حمزہ کی محبت پر اعتبار کے بجائے شک کیا۔ اس کی ایک نہ سنی۔ نہ ہی کسی کی زبانی اس کے بارے میں سننے کی تکلیف گوارا کی۔ میں حد درجہ شریف، پاکباز اور نیک سہی، مگر ہوں عاقبت نااندیش اور ناقابل فہم۔' جوہی نے اپنے بارے میں سنجیدگی اور صداقت سے سوچا۔

'جبکہ حمزہ نے مجھ پر پہلے بھی بھروسہ و اعتماد کیا تھا، آج بھی اسی سٹرینتھ پر مجھے منانے پہنچ گیا اور میں نے جواباً اسے ذلیل کر کے گھر سے نکال دیا۔ اب اپنے دیوتا کے پاؤں پکڑو اور گڑگڑا کر معافی مانگو اور توبہ استغفار پڑھو۔ شاید تمہاری آہ و بکا کو سن کر معافی کی عرضداشت قبول کر لی جائے۔'

وہ سوچتے ہوئے اس قدر شکست خوردہ لگ رہی تھی کہ حمزہ خاموشی سے اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کا معائنہ کئے جا رہا تھا۔

اُلٹا اسے ہی گناہ گار اور مجرم و معتوب ٹھہرایا جا رہا تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''چپ کیوں ہو؟ کیا ایک بزدل اور ڈرپوک شوہر کو طعنے و تشنے دے کر اسے قید بامشقت کی سزا نہیں سناؤ گی؟'' لہجے میں نرمی آ گئی تھی۔ جونہی جوہی نے اسے نرم ہوتے محسوس کیا، چہرہ نیچے کئے زار و قطار رونے لگی۔

''رونا دھونا ایک کمزوری اور ہتھیار پھینک دینے کی نشانی ہے۔'' حمزہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ''اپنے دل کے کسی گوشے سے گمشدہ اور بے نام محبت کو ڈھونڈنے کی کوشش کرو۔'' حمزہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ روّیہ طیش دلانے والا تھا۔ لیکن جوہی روتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ کمرے میں سسکیوں کی سوگوار صداؤں کے سوا اور کوئی آواز کانوں کو چھو نہیں رہی تھی۔

''اُٹھو، یہاں سے باہر نکلتے ہیں۔ شاید تمہیں فریش ایئر میں فیصلہ کرنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آسانیاں ہو جائیں۔'' وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا تو جوہی

''میری آدھی زندگی اپنی محبتوں اور چاہتوں کا یقین دلاتے گزر گئی۔ جو بونس پر ہے، وہ پچھتاوؤں کی نذر ہو جائے گی۔ تم یہی چاہتی ہو نا؟'' وہ کوٹ پہنتے ہوئے بولا۔

''فار گاڈ سیک حمزہ! سٹاپ اِٹ۔ بہت جوتے مار لئے ہیں۔ بدن کا کوئی حصہ زخم سے محفوظ نہیں رہا۔ اس لئے ان رِستے ہوئے زخموں کو مزید اذیت دینے سے باز آ جائیں۔ بہتری اسی میں ہے۔'' وہ سرعت سے اُٹھی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ وہ بھی اس کے پیچھے لپکا اور اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اندر لے آیا۔

''مجھ سے بچ کر کہاں جا سکتی ہو؟ میری بیوی ہو۔''

''ایسی بے ہودہ حرکتیں مجھے قطعاً پسند نہیں ہیں۔ مجھے چھوڑ دیجئے۔ آئی ایم سوری کہ میں آپ کے قابل نہیں نکلی۔ نقلی طلاق سہی، لکھی تو گئی تھی ہوش و حواس میں۔'' وہ چیخ کر بولی۔ ''آپ کا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔''

اُس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ''یہ تم کہہ رہی ہو، جوہی! میرے کانوں کو یقین نہیں آ رہا۔'' وہ حیرت و تجسس سے بولا۔ ''میں تو تمہیں منانے اور ساتھ لے جانے کے لئے یہاں آیا تھا۔''

''یہ کیسا طریقہ ڈھونڈا ہے آپ نے منانے کا؟'' وہ تلخی سے بولی۔

''تم شوہر کے رشتے کو پہچانو تو اس کے تمام طریقے ایسے ہی اَن ریزن ایبل ہوتے ہیں۔ بیوی پر پیار آیا تو ایسا طنز و مزاح کر ڈالا کہ مہینوں کے لئے گھر سکوت کی نذر ہو گیا۔ غصہ آیا تو ایسے بے عزت کر ڈالا جیسے عزت و احترام اس کے حقوق کے زمرے میں آتا ہی نہیں۔ اس کی سائیڈ لینے پر آیا تو جس نے نو مہینے کی تکالیف برداشت کر کے اسے پیدا کیا، اس سے پل بھر میں کنارہ کشی اختیار کر لے۔ اس کے سامنے سر جھکانے پر آیا تو آنکھیں، کان اور زبان کو عمر بھر کے لئے مقفل کر دے۔ اپنی پوزیشن دکھانے پر آیا تو کھڑے کھڑے تین لفظ کہہ کر اس سے لاتعلق ہو گیا۔ جانم! یہ ہے شوہر کا رشتہ۔ بولو قبول ہے کہ نہیں؟'' وہ ابھی بھی اسے بانہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھا اور وہ سمٹی سمٹائی تنبیہی انداز میں اسے گھور رہی تھی۔

''اپنی نیت، ارادہ اور فیصلہ بتاؤ۔ اس کے بعد شوہر کا ایک انوکھا اور نرالا روپ بھی جو تمہارے سامنے اُبھر کر آ جائے گا۔ ذرا سوچ کر بتانا کہ قبول ہے یا نہیں۔''

اب اس کے لہجے میں ہلکی سی شرارت عود کر آئی تھی اور لبوں پر ہلکی سی جاندار سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں شوخی براجمان تھی۔

جوہی نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہوتی چلی گئی۔

''اگر میں حکم دوں تو تم حکم عدولی کرنے کی مجاز نہیں۔'' وہ مسکرایا۔

''کیا حکم؟'' وہ منمنائی۔

''یہی کہ قبول ہے کہ نہیں؟''

''سن لیا ہے بابا!..... آسمان پر چمکتے ہوئے چاند اور تاروں کی قسم۔'' وہ کھڑکی سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی اور شرما سی گئی۔

''پھر بولو۔'' وہ بے قرار سا ہو گیا۔

''قبول ہے..... ہر خامی اور خوبی سمیت۔'' جوہی نے بمشکل کہا اور بھاگنے کے انداز میں کمرے سے باہر نکل گئی۔ حمزہ نے لپک کر اسے پکڑا اور اندر لے آیا۔

حمزہ کے روّیے میں بیتے دنوں کی شوخی اور شرارت ہویدا تھی۔ جوہی تکیہ اُٹھا کر اس کی طرف تیزی سے بڑھی اور اس سے پہلے کہ وہ حملہ آور ہوتا، اس کی دھنائی کر دی۔

''ویسے یوسف بہت چالاک اور ہوشیار انسان نکلا۔ عشق کے بدلے اپنا مذہب چھوڑنے کا سودا کافی حد تک شاطرانہ فعل تھا۔ تمہارے دل میں اپنا مقام بھی اعلیٰ بنا لیا اور خود پر مرتے مرتے جنت بھی حلال کروا لی۔'' حمزہ ہنستے، بھاگتے، اُچھلتے کودتے بولے جا رہا تھا اور جوہی اسے ایک معصوم بچے کے روپ میں دیکھ کر محظوظ ہوتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

کمرے کی فضا میں مردانہ قہقہوں کے ساتھ نسوانی ہنسی کی کھنک سے ایک مدھر اور دل پذیر موسیقی منتشر ہو رہی تھی۔ بجھے ہوئے خاموش اور بے حس دلوں نے چپکے سے ایک شریری انگڑائی لی تھی۔

''خدا تعالیٰ کی طرف سے انتخاب کردہ یہ رشتہ خوب پھلتا پھولتا اور پروان چڑھتا ہے۔ جب اس رشتے میں بے نیازی رب جیسی، عفو و درگزر رسول کریم ﷺ جیسا، پاکیزگی و صداقت فرشتوں جیسی اور معصومیت و انجانا پن بچے جیسا ہو تو اس آمیزش سے تاریکی میں ڈوبی ہوئی شبِ دراز بھی سمٹنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور پل بھر میں سحر

شناسائی کی خوشبو سے طلوع ہوتی ہے۔ سچی اور پاکیزہ محبتوں کے جذبے لافانی اور ابدی ہو کر ایک مدھر سُر کو جنم دینے لگتے ہیں۔ اور اسی فسوں میں دو دلوں میں چاہتوں اور اُلفتوں کے ننھے منے بیج ایک تناور درخت بننے کی آس و اُمید میں حیات کو بامقصد بنانے لگتے ہیں۔ کیوں جوہی! تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟'' حمزہ ہانپتے ہوئے کارپٹ پر نیم دراز ہو کر بولا۔

''ہمارے رشتے میں سب ایسے ہی تھا۔ پھر ویسے کیوں ہو گیا؟'' وہ بھی قالین پر ڈھے کر یکدم سے سنجیدہ ہو اُٹھی اور سحر زدہ لہجے میں گویا ہوئی۔ ''حمزہ! کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ میرے پاس موجود ہیں؟ اس دلِ ناتواں کو یقین کیوں نہیں آ رہا؟''

''کیونکہ تمہیں اپنی تقدیر پر بھروسہ نہیں رہا۔'' وہ اپنا سانس درست کرتے ہوئے بولا۔ ''آج کے بعد ہماری زندگی میں ماضی کی تلخیاں شامل نہیں ہوں گی۔ ہمارا حال ہمیشہ کے لئے معطر خوشبوؤں کی آماجگاہ میں بسیرا کرے گا۔ دلنشین مسکراہٹیں، بے غرض محبتیں اور ابدی چاہتیں ہماری ہم سفر رہیں گی..... آؤ! آج ہم دونوں غلط فہمی اور بدگمانی کے کُفر سے پناہ مانگیں۔ اور تمہاری وفا اور میری چاہت کی کنجی سے بند تالا کھول کر شناسائی کی خوشبو کو ہر دریچے سے اندر آنے کی اجازت دے دیں۔ اور اپنے رب العزت کے سامنے اپنا جیون ایک دوسرے کی رفاقت میں بیتانے کا عہد کر لیں۔''

وہ اُس کی چاشنی سے بھرپور باتیں سن کر اُمید و بیم اور مسرت و حیرت کے حسین امتزاج پر لرز رہی تھی۔

حمزہ کے لبوں پر فتح مندانہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔ ''آج تو کہہ دو کہ مجھے تم سے پیار ہے۔'' حمزہ نے محبت کے جذبے میں سرشار ہو کر اسے اپنی باہوں کے حصار میں لے کر التجائیہ انداز میں کہا تو جوہی کھلکھلا کر ہنسی اور برجستہ بولی۔

''آپ بھی کہہ دیجئے کہ تم مجھے اپنی جان سے بڑھ کر پیاری ہو۔''

جوہی کے ذومعنی جواب پر کمرے میں ہنسی کی پھوار نے ماضی کی تمام اذیت، ذلت اور ندامت کو اپنے اندر سمو لیا۔

(تم ... الخ)